انسائکلوپیڈیا تارِیخ عالم
www.KitaboSunnat.com
تالیف: ولیم ایل لینگر
ترجمہ: مولانا غلام رسول مہر

# انسائیکلوپیڈیا تاریخِ عالم

(جلد اول)

تالیف

ولیم ایل لینگر



ترجمہ

مولانا غلام رسول مہر

ناشر : سید وقار معین
0300-8408750
0321-8408750
042-35189691-92
www.KitaboSunnat.com
سال اشاعت: جون 2010ء
طابع : گنج شکر پریس، لاہور
قیمت (جلد اول) : -/595 روپے
قیمت (مکمل سیٹ) : -/1845 روپے

# فہرست

# تاریخ کی تعریف

# Difinition of Histoy



## لفظ تاریخ:

لغوی طور پر تاریخ سے مراد ایک دن رات، مہینے کا ایک دن یا کسی چیز کے ظہور کا وقت یا ایسا فن یا کتاب ہے جس میں مشہور آدمیوں اور بادشاہوں کے وقائع، حالات، پیدائش و وفات یا کسی عہد کے وقائع، روایات، قصے، افسانے اور جنگ نامے درج ہوں۔ (فیروز اللغات: ص۔ 301)

عمومی لحاظ سے تاریخ سے مراد قوموں کے عام وقائع کا بیان یعنی شرح وقائع کا بیان بہ ترتیب سالیانہ (Annals) ہے۔ یہ لفظ کسی عصر خاص کی ابتداء کا تعین (Era) حساب حوادث کے وقت (Date) کا تعین بترتیب تاریخی وقائع استعمال ہوتا ہے مثلاً مسلمانوں کے ہاں تاریخ ہجری کا آغاز" سن ہجری" "پیدائش دنیا کی تاریخ" "تاریخ عالم" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی "تاریخ مسیح" اور خلقت عالم کی تواریخ وغیرہ۔ (فن تاریخ نویسی ص۔۱)

## لفظ تاریخ کی تعریف مختلف زبانوں میں:

عربی زبان میں لفظ تاریخ زمانہ (Era) حساب اور تعین وقت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ فارسی زبان میں لفظ تاریخ "ماہ و روز" کا معرب ہے۔ یعنی ماہ (چاند) اور روز (دن) سے مراد ہے۔

انگریزی زبان میں یہ لفظ ہسٹری (History) کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ جو لاطینی زبان کے لفظ ہسٹوریا (Historia) سے نکلا ہے جس سے مراد کسی واقعہ کی تفتیش و تحقیق کرنا ہے۔ عام طور پر لفظ ہسٹری (History) سے مراد کسی قوم، معاشرہ اور ادارے کے وقائع خاص کا صحت وجوہات کے ساتھ ترتیب وار تحریری ریکارڈ ہے۔

یونانی زبان میں یہ لفظ انڈنے (Eidenai) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس سے مراد کسی واقعہ کی بصیرت و ادراک حاصل کرنا ہوتا ہے۔

جرمن زبان میں یہ لفظ گشٹے (Geschichte) تین قسم کے مفہوم ادا کرتا ہے۔

1۔ کسی واقعہ کا وقوع پذیر ہونا۔

2۔ وہ سلسلہ تحقیق جس کی بدولت وقائع کا علم ہو۔

3۔ معلوم شدہ وقائع کا بیان ہے۔

فرانسیسی زبان میں یہ لفظ ہسٹر (Istor, Histor) کے طور پر استعمال ہوا ہے جس سے مراد ماضی کی کسی چیز یا واقعہ کے بارے میں جاننا اور معلومات رکھنا ہے۔

(Meaning of History P.7)

## تاریخ کی تعریف:

ماضی کے حالات و واقعات معلوم کرنے اور اس کے مطالعہ کا شوق دیگر علوم کے مقابلہ میں زیادہ پرانا ہے۔ انسان جب لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا تھا اس وقت سے ماضی کی نشانیوں کا متلاشی ہے۔ انسان کو اپنے گرد و پیش کے حالات سے اس وقت سے دلچسپی ہے جب کہ وہ جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ درختوں اور غاروں میں رہتا تھا۔ اس وقت بھی ماضی کی نشانیوں کو بغور دیکھتا اور ان سے مدد لے کر بہتر زندگی کے لیے طریقے معلوم کرتا تھا۔ ہم یہاں پر یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ تاریخ کے بارے میں انسان کا علم اتنا ہی قدیم ہے جتنا کہ وہ خود۔ دوسرے الفاظ میں تاریخ نے انسان کے ساتھ ہی جنم لیا۔ لہٰذا:

"انسانی معاشرے یا اس کے کسی حصے کے آغاز، ارتقاء، ترقی اور تنزل کے بارے میں معلومات کا علم تاریخ کہلاتا ہے۔ (فن تاریخ نویسی: ص۔ 2,3)

## انسانی تاریخ کا آغاز:

تاریخ کا آغاز اس وقت ہوتا ہے۔ جب انسان معاشرتی حالات میں داخل ہوتا ہے۔ جب تک انسان دورِ فطرت میں رہتا تھا اسے دوسروں کی کچھ پرواہ نہ تھی۔ اس کی صرف ایک ہی ضرورت تھی کہ وہ کسی طرح اپنی بھوک مٹائے۔ دور وحشت کی انسانی حالت حیوانی حالت سے ملتی جلتی تھی۔ جب دور وحشت کا خاتمہ ہوا، انسانی معاشرہ وجود میں آیا اور باہمی ضروریات کے لیے انسان آپس میں ملے تو انسانی تاریخ کا آغاز ہوا۔

## ماضی کے واقعات جاننے کی جستجو:

جوں جوں انسان نے تہذیب و ثقافت میں قدم آگے بڑھائے، اس کا ماضی کے حالات دریافت کرنے کا شوق بڑھتا گیا کہ اس کی بدولت وہ ترقی کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی کہ آنے والی نسلیں کہیں اس کے قیمتی تجربات سے محروم نہ ہو جائیں؟ ان قیمتی تجربات کو محفوظ کرنے کی

کوششیں شروع ہوئیں اور فن تحریر ایجاد ہوا۔ پہلے تو قیمتی تجربات سینہ بہ سینہ منتقل ہوتے رہے۔اس کے بعد پتھروں، درختوں کی چھالوں، جانوروں کی کھالوں، پتوں اور پھر صفحۂ قرطاس پر اتارے جانے لگے۔ آریوں کی وید، زرتشتوں کے زند واوستہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فرامین، زبور، توریت، حمورابی کے قوانین، فراعین کے اہرام اور اشوک کی لاٹیں قدیم تاریخیں ہیں جو انسانوں کے تاریخی ذوق و ورثہ کا پتہ دیتی ہیں۔

## انسانی تہذیب وتمدن کی تاریخ:

انسانی تہذیب وتمدن کا یہ سلسلہ قریباً دس ہزار سال پر محیط ہے۔لہٰذا تاریخ کا علم انسانی زندگی کے ماضی کے حالات و واقعات کو ہمارے سامنے لاتا ہے اور ان حالات کو معلوم کر کے ہم اپنی زندگی کو آگے بڑھاتے ہیں۔لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

"علم تاریخ راہ حیات کی وہ گاڑی ہے جو مختلف زمانوں کی تہذیبوں کے راستوں سے گزرتی ہوئی ان کی ابتداء وانتہاء اور ارتقاء سے آگاہ کرتی ہے۔

ڈچ مورخ ہوزنگ کے مطابق: 

"تاریخ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں سے ماضی کی تہذیب کا عکس نظر آتا ہے۔"

تاریخ یقیناً داستان سرائی ہے لیکن یہ خود ساختہ داستان نہیں۔اس میں وہ داستان بیان کی جاتی ہے جو زمانہ ماضی کے حالات پر مبنی ہو، یا مورخ اپنی چھان بین سے ماضی کے واقعات دریافت کر کے انھیں از سر نو مرتب کر دے۔ بلاشبہ ہم ماضی کو اس صورت میں بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں جب ہمارے پاس ماضی کے حوادث و واقعات کا وسیع مواد موجود ہو۔(تاریخ یورپ: ص279)

قوموں کی بلندی اور پستی کے جس قدر اسباب ہوتے ہیں تاریخ ان کا تجزیہ پیش کرتی ہے کہ کس طرح ایک قوم ایک وقت میں گوشہ گمنامی میں روپوش ہوتی ہے اور پھر وہ کیونکر بتدریج منازل ارتقاء طے کرتی ہوئی منظر تاباں پر آتی ہے اور پھر کس طرح بگڑتے بگڑتے ایسی روپوش ہوتی ہے کہ کسی کو خیال تک نہیں آتا کہ یہ بھی کبھی زندہ قوم تھی۔(انقلابات عالم، ص13)

## یورپ میں علم تاریخ کی اہمیت:

سولہویں صدی کے آخر اور سترھویں صدی کے شروع میں یورپ نے تاریخ کو اتنی اہمیت دی کہ یہ علم ابتدائی درجات سے لے کر یونیورسٹی کے اعلیٰ درجوں تک پڑھایا جانے لگا۔تاریخ عالم کے مطالعہ کے ساتھ

ساتھ قومی تہذیب وتمدن کو بھی خاص اہمیت دی گئی۔

## تاریخ ساز شخصیتیں:

بڑی بڑی شخصیتیں مرد وزن اپنی ذہانت، قابلیت اور جرأت و بہادری کی بنا پر معاشرتی، معاشی اور سیاسی واقعات کا رخ تبدیل کر دیتے ہیں۔ واقعات کے بہاؤ پر کنٹرول اور اثر ورسوخ سے وہ تاریخ کے ریکارڈ پر اپنی ذات وہستی کے نشانات ثبت کر دیتے ہیں۔ تاریخ ان شخصیتوں کے ناموں سے بخوبی آگاہ ہے۔ نپولین، سیزر، کنفیوشس، ملکہ ایلزبتھ، جارج واشنگٹن، روز ویلٹ اور محمد علی جناح جیسی شخصیتوں نے اپنے عہد کے حالات و واقعات کو اپنے خیالات و افکار کے مطابق ڈھالا اور تاریخ کو اپنے گردو پیش اور ماحول وحوادث کے مطابق جنم دیا۔

(A Preface of History P. 9)

## تاریخ کی تعریف مختلف مورخین کی بقول:

ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں تاریخ کو مسلسل جاری وساری عمل کا نام دیتا ہے۔ اس کے مطابق ماضی و حال اور مستقبل ایک ہی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔

ویچو اپنی کتاب ''جدید سائنس'' میں تاریخ کو انسانی شعور اور سیاسی ارتقاء کا زینہ سمجھتا ہے۔ وہ تاریخ کو ایسا عمل قرار دیتا ہے کہ جس پر مذہب، معاشرے اور انسانی تہذیب کی بنیاد قائم ہے۔

کانٹ کے نزدیک تاریخی عمل قوانین فطرت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اس کے مطابق تاریخ سے انسان کے اعمال، اس کی ترقی اور فطرت کے اصولوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

ہرڈر تاریخ کو ''انسان کی طاقت، عمل اور رجحانات کا فطری عمل'' بتاتا ہے۔ جو جگہ، وقت اور ماحول کے مطابق بدلتی رہتی ہے۔

کارل مارکس کے نزدیک '' تاریخ محض واقعات ماضی کی کہانی نہیں بلکہ اقتصادی نظام اور عوامل پیدائش دولت میں تبدیلیوں کی کہانی ہے۔

اسپنگلر تاریخ کو اصول گردش کے مطابق قوموں کی تہذیب وتمدن کے عروج وزوال کی کہانی کہتا ہے جو نامیاتی عمل کی طرح پیہم رواں دواں ہے۔

ٹائن بی تاریخ کو تہذیب وتمدن کے عروج وزوال کی کہانی بیان کرتا ہے کہ جو اصول للکار (Challenge) اور جواب للکار (Response) کے بتدریج عمل ارتقاء کے مطابق جاری ہے۔

کالنگ وڈ کے مطابق تاریخ نیچرل سائنس کی مانند ایک علم اور فکر ہے۔ وہ تاریخ کو تحقیق کی ایک قسم بتاتا ہے اور اسے سائنس کا درجہ دیتا ہے کیونکہ سائنس بھی ایک نظام فکر ہے۔

تاریخ کے تعریف کرتے ہوئے آخر میں ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ ماضی حال اور مستقبل کی ایک وحدت کا نام ہے۔ یہ انسانی عرفان وشعور کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے تاکہ انسانی شعور کے آغاز، ارتقاء اور تہذیب کے مقصد کو سمجھا جائے۔ انسانی سوچ کو بیدار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم آس پاس کے علاوہ پیچھے بھی دیکھیں تاکہ مستقبل کی روشنی نظر آئے۔ ہم آج میں رہ کر کل کو نہ بھولیں، نہ آنے والا کل اور نہ ہی گزرا ہوا کل۔



(بحوالہ فن تاریخ نویسی ہومر سے ٹائن بی تک)

# تاریخ اور اُس کا دائرہ کار

## تاریخ کیا ہے؟

تاریخ وسیع معنی میں انسان کی سرگزشت اور اس کے کارناموں کا مرقع ہے۔ اس کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے، جب انسان نے حیوانیت کی منزل ختم کر کے انسانیت کے دائرے میں قدم رکھا تھا۔ اس مرقعے کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

1۔ تاریخ ___ جو تحریری دستاویزوں کی بنا پر تیار ہوئی اس میں انسان کی گذشتہ پانچ ہزار سال کی سرگرمیاں بیان ہوئی ہیں۔



2۔ تاریخ سے پیشتر کا دور ___ یہ عموماً آثار قدیمہ کی پیش کردہ شہادتوں پر مبنی ہے اور اس میں وہ پورا زمانہ آ جاتا ہے، جو شاید دس لاکھ سال سے بھی زیادہ مدت پر حاوی ہے۔

## تاریخ انسانیت کی تمہید:

تاریخ سے پیشتر کے دور کی اہمیت محض اس کے لمبا ہونے ہی کی وجہ سے نہیں، اس لیے بھی ہے کہ یہی زمانہ ہے جس میں انسان نے بڑے بڑے انکشافات کے لیے اپنے آپ کو ماحول کے مطابق بنایا اور اجتماعی زندگی شروع کی۔ لہٰذا اس دور کی مختصری کیفیت پیش کر دینا حد درجہ ضروری ہے اور اسے تاریخ انسانیت کی تمہید سمجھنا چاہیے۔

## آثار قدیمہ کی شہادتیں:

تاریخ سے پیشتر کے دور کے لیے آثار قدیمہ جو شہادتیں مہیا کرتے ہیں ان کی سرسری کیفیت یہ ہے۔

1۔ وہ باقیات جو پہلے لوگ چھوڑ گئے۔ مثلاً مختلف قسم کے اوزار یا استعمال کی چیزیں جو پرانے مقامات کی کھدائی سے یا مختلف مدفنوں سے ہمارے ہاتھ آئیں۔

2۔ ابتدائی دور کے انسانوں کی دوسری سرگرمیوں کے آثار جو باقی رہ گئے، مثلاً عمارتیں، چٹانوں کے کتبات یا چٹانوں پر تصویر کشی۔

3۔ ان لوگوں کے جسموں کے ڈھانچے۔

ان چیزوں سے ابتدائی دور کے لوگوں کے مادی اور معاشرتی حالات بخوبی معلوم ہو جاتے ہیں، البتہ مجلسی، ذہنی اور مذہبی زندگی کے متعلق بہت کم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ زبانوں کے متعلق کچھ بھی پتہ نہیں چلتا، البتہ اگر موجودہ زمانے کی اقوام کی مادی ثقافت، زبان یا دوسرے مادی نمونوں کا تقابلی مطالعہ احتیاط سے کیا جائے تو ہم اپنی سابقہ معلومات میں ایک حد تک توسیع کا بندوبست کر سکتے ہیں۔

## سائنس کے مطابق نسل انسانی کی ابتداء کا وقت اور مقام:

یہ امر ابھی تک طے نہیں ہوا کہ انسان کی ابتداء کب ہوئی۔ ماہرین ارضیات نے زمین کی ساخت کے تین درجے قرار دیے ہیں:



۱۔ ابتدائی درجہ ۲۔ درمیانی درجہ ۳۔ آخری درجہ

خیال یہ ہے کہ درمیانی کی ترتیب تک انسانوں اور بندروں کے آباؤ اجداد ایک دوسرے سے الگ الگ پھر رہے تھے، پھر انسان نے آخری درجے کی ترتیب میں صحیح انسانی خصائص حاصل کر لیے۔ جس پہلے ڈھانچے کو صحیح انسانی ڈھانچہ مانا گیا ہے، اس کا تعلق زمین کی ساخت کے آخری دور کے ابتدائی یا درمیانی حصے سے ہے۔

جس طرح انسان کی ابتداء کا وقت اب تک طے نہیں ہو سکا، اسی طرح یہ بھی طے نہیں ہو سکا کہ سب سے پہلے انسان کہاں وجود پذیر ہوا۔ پرانا نظریہ ہے کہ وسط ایشیا کو انسان کا گہوارہ ہونے کا شرف حاصل ہے، لیکن یہ نظریہ غلط مقدمات پر مبنی تھا اس لیے اسے چھوڑ دیا گیا۔ اب یہ مانا جاتا ہے کہ دوسرے انسان نما گروہوں سے انسان کی علیحدگی پہلے پہل اس حصے میں ہوئی، جسے آج کل مغربی یورپ، افریقہ کا نصف شمالی حصہ اور جنوبی ایشیا کہا جاتا ہے۔

## ثقافتی دور کا آغاز:

انسانی ثقافت کا قدیم ترین نشان پتھر کے اوزار ہیں، جو پتھروں کو رگڑ رگڑ کا بنائے گئے تھے۔ بعد میں ان پر پالش ہوتا رہا، پھر برنجی اور آہنی اوزار استعمال میں آ گئے۔ ان حقیقتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تاریخ سے پیشتر کے دور کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے، جن کا اجمالی ذکر مندرجہ ذیل ہے۔

### 1۔ قدیم سنگی دور (Palaeolithic Age):

اس میں پتھر کے اوزار چھیل کر یا رگڑ کر بنائے جاتے تھے۔

### 2۔ درمیانی سنگی دور (Mesolithic Age):

اسے عبوری دور قرار دینا چاہیے۔

### 3۔ نیا سنگی دور (Neolithic Age):

اس میں پتھر کے اوزار کے استعمال کا آغاز ہوا۔

### 4۔ سنگی و برنجی دور (Chalcolithic Age):

اس دور میں برنجی اوزار کے استعمال کا آغاز ہوا۔

### 5۔ برنجی دور (Bronze Age)

اس میں تانبے اور پیتل کے اوزار عام طور پر استعمال ہونے لگے۔

### 6۔ آہنی دور (Iron Age):

اس میں لوہے کے اوزار کا استعمال شروع ہوا۔

## زمانے کا اندازہ معلوم کرنا:

بعض حالتوں میں زمانے کے متعلق اندازے کے کچھ طریقے اہل علم نے تجویز کیے ہیں، ان سے یہ تو پتا چل سکتا ہے کہ فلاں چیز کا تعلق کس دور اور کس وقت سے ہو سکتا ہے، لیکن صحیح اور قطعی تاریخ بتانا مشکل ہے۔ ان میں سے بعض طریقوں کے متعلق تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں۔

### علمِ طبقات (Stratigraphy):

پہلا طریقہ یہ ہے کہ علم طبقات کا پیمانہ استعمال کیا جائے، یعنی جب کسی مقام پر کھدائی ہو تو جو چیز زمین کے جس طبقے یا تہہ میں ملے اس کا زمانہ ان چیزوں سے پہلے یا پیچھے ہوگا، جو اس سے اوپر یا نیچے ملیں گی۔

### علم الانموذج (Typology):

دوسرا پیمانہ وہ ہے جسے نمونوں کا پیمانہ کہنا چاہیے۔ (علم الانموذج) مثلاً کسی ایک جگہ کی کھدائی میں ایسی چیزیں دستیاب ہوئیں جن سے ملتی جلتی چیزیں کسی دوسری جگہ دستیاب ہو چکی تھیں۔ پس اگر ان میں سے ایک کے زمانے کا اندازہ کیا جا چکا ہے تو دوسری کو بھی اس کے قریبی دور ہی کی چیز سمجھنا چاہیے۔

### علم الارض(Geology):

تیسرا پیمانہ علم الارض کا ہے۔یعنی جو چیز زمین کی جس سطح میں ملی ہے اس کے عہد کا اندازہ علم الارض کی بنا پر کرلیا جائے۔اس سے اصل چیز کے عہد کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

### انسانی ڈھانچے(Palaeontolgy):

چوتھا پیمانہ ان جانوروں کا ہے جو معدوم ہو چکے یا ابھی تک باقی ہیں۔مثلاً جہاں کہیں انسانی ڈھانچے ملیں تو دیکھا جائے کہ ان کے ساتھ یا آس پاس جانوروں کے ڈھانچوں کے بھی کچھ نمونے ملتے ہیں۔ایک کے اندازے سے دوسرے کا اندازہ کرلینا مشکل نہیں۔

### قدیم نباتات کا نمونہ(Palaeobotany):

قدیم نباتات کا نمونہ،قدیم زمانہ کے جانوروں کے ڈھانچے کی طرح ایک پیمانہ قدیم نباتات کا بھی ہے،یعنی انسانی ڈھانچوں کے آس پاس قدیم نباتات کے نمونے تلاش کیے جائیں،ان سے اندازہ ہو سکے گا کہ انسانی ڈھانچے کس زمانے کے ہیں۔

### آب وہوا کی شہادت(Climatic Evidence):

آب وہوا کی شہادت،جب کسی خطے کے متعلق آب وہوا کے بڑے بڑے تغیرات کا ریکارڈ تیار کرلیا جاتا ہے تو اسے سامنے رکھ کر انسانی ڈھانچوں کے عہد کے متعلق بھی بہ آسانی اندازہ ہو سکتا ہے،یعنی یہ کہ جس زمانے کے یہ ڈھانچے ہیں اس وقت موسم خشک تھا یا تر گرم تھا یا سرد۔

# قدیم پتھر کا زمانہ

## اِس دور کی اہمیت:

اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ انسان نے زمین کی پشت پر جو مدت بسر کی، اس کا ننانوے فیصدی حصہ قدیم سنگی دور سے تعلق رکھتا ہے۔ باقی تمام دور صرف ایک فیصد میں آ جاتے ہیں۔ ماہرین کا اندازہ یہ ہے کہ زمین پر انسان کا وجود کم و بیش دس لاکھ سال سے ہے اور قدیم سنگی دور ابتداء سے آٹھ ہزار سال قبل مسیح تک چھایا ہوا ہے۔ اس کے متعلق ہماری معلومات اوزاروں، جانوروں اور انسانوں کے ڈھانچوں یا غاروں وغیرہ سے حاصل کی گئیں یا ایسے مقامات سے جہاں انسانوں کے رہنے کے نشانات پائے گئے بہ حیثیت عمومی ہم کہہ سکتے ہیں کہ قدیم سنگی دور کا انسان آگ کے استعمال سے واقف تھا۔ شکار پر اس کا گزارہ تھا یا وہ نباتاتی غذا ادھر اُدھر سے اکٹھی کر کے رکھ لیتا تھا، جس طرح آسٹریلیا کے قدیم باشندے یا جنوبی افریقہ کے پرانے لوگ اب تک کرتے ہیں۔ کھیتی باڑی اُسے نہ آتی تھی اور جانور پالنے کا بھی کوئی نشان نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ مختلف لوگ کتے پالتے ہوں۔ دھوپ، ہوا، سردی اور بارش سے بچنے کے لیے یا تو درختوں کی شاخوں سے معمولی جھونپڑیاں بنالی جاتی تھیں یا غاروں میں پناہ لے لی جاتی تھی۔

## قدیم انسان کی ضروریات:

اس زمانے میں سوتی کپڑوں کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ جانوروں کے چمڑے تن پوشی کے لیے استعمال کیے جاتے تھے۔ ضرورت کے اوزار پتھر، ہڈی یا لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ نہ دھات استعمال کی جاتی تھی نہ مٹی۔ ہمیں اس عہد کے انسان کی مجلسی زندگی یا جماعتی تنظیمات یا مذہب اور دماغی مشغولیت کے متعلق بھی کچھ معلوم نہیں، البتہ کہیں کہیں غاروں میں تصویریں بنائی ہوئی ملتی ہیں' جن کا تعلق قدیم سنگی زمانے کے متاخر دوروں سے ہے۔ ان سے پتا چلتا ہے کہ وہ لوگ جادو اور ٹونے ٹوٹکے پر اعتقاد رکھتے تھے اور موت کے بعد کسی نہ کسی قسم کی زندگی کا بھی ان میں عقیدہ موجود تھا۔ ہم یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ بعد کے انسانوں میں جو عقیدے پائے گئے، وہ کسی نہ کسی شکل میں پہلے بھی موجود تھے یا تاریخی دور میں ہمارے اسلاف کے عقیدوں کے متعلق جو کچھ ملتا ہے اس کی بنیادوں کی تلاش کی جائے گی تو ہم قدیم سنگی دور میں پہنچ جائیں گے۔

## قدیم پتھر کے زمانے کے ادوار:

قدیم پتھر کے عہد میں انسان کے نشو و ارتقاء کی نسبت عام خیال یہ ہے کہ یہ اس وقت سے جاری

ہے۔ جب زمین کی سرگزشت میں جدید ترین سطح کی ساخت شروع ہوئی، گویا اس بارے میں وقت کا فیصلہ علم الارض کی بناء پر ہو سکتا ہے۔ زمین کی جدید ترین سطح کی ساخت کا زمانہ نباتات کی بنا پر تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یعنی ابتدائی دور، درمیانی دور اور آخری دور۔ ایلپس کے علاقے میں برفستانوں سے جو چیزیں ملیں، ان کی بنا پر اس دور کو چار حصوں میں بانٹا گیا ہے۔

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ انسان ابتدائی دور ہی میں اوزار بنانے لگا تھا، لیکن بعض اہل علم کو اس سے اختلاف ہے، البتہ درمیانی دور کے متعلق زیادہ تر اہل علم متفق ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی زمانے میں دستی کلہاڑی یا اس سے ملتی جلتی صنعتوں کا آغاز کیا گیا تھا۔

ان دوروں کے بارے میں سنین کی بنا پر کچھ کہنا ممکن نہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ پرانے جو اوزار ملے وہ یقینی طور پر دس لاکھ سال کے ہونگے اور کم از کم یورپ میں قدیم پتھر کا دور آٹھ ہزار سال قبل مسیح تک جاری رہا۔

# پتھر کے زمانے سے بعد کا دور

قدیم سنگی دور قریباً آٹھ ہزار سال ق م تک آتا ہے، لیکن ہمیں آٹھ ہزار سال کے پورے حالات کا تفصیلی علم نہیں ہو سکا، سرسری حالات کا جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

## عراق:

عراق کے مختلف مقامات پر جو کھدائیاں ہوئیں ان سے واضح ہو گیا کہ سرزمیں دجلہ و فرات میں نیا سنگی عہد اور سنگی و برنجی عہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار ہزار سال قبل شروع ہو چکا تھا۔ یہ چار ہزار سال کی مدت اہل علم نے چار حصوں میں تقسیم کی ہے۔ پہلا حصہ آٹھ سو سال کا، دوسرا دو سو سال کا، تیسرا اس سے چھوٹا ہے۔ چوتھے دور کا آغاز خاندانی حکومتوں سے ہوتا ہے اور اس کا تحریری ریکارڈ موجود ہے۔

## فلسطین و شام:

یہاں قدیم سنگی دور کا آخری حصہ پانچ ہزار سال ق م تک جاری رہا، پھر نیا سنگی دور شروع ہوا اور تین ہزار سے دو ہزار سال تک برنجی دور رہا۔

## عرب:

عرب کے سلسلے میں ایک ہزار سال ق۔م سے پیشتر کے متعلق کچھ معلوم نہیں۔

## ایشیائے کوچک:

ایشیائے کوچک میں سنگی دور برنجی دور تین ہزار۔ق۔م سے شروع ہو چکا تھا۔ ابتدائی برنجی دور کا آغاز دو ہزار سال تین سو سال ق۔م سے ہوا۔ 1900 ق۔م میں ہتی سلطنت کی بنیاد پڑی اور تاریخی ریکارڈ مہیا ہو گیا۔

## ایران اور روسی ترکستان:

اس حصے میں چار ہزار سال ق۔م میں اعلیٰ درجے کی سنگی و برنجی ثقافت شروع ہو چکی تھی اور مٹی کے نہایت عمدہ منقش برتن بننے لگے تھے۔ تین ہزار سال ق۔م میں برنجی ثقافت کمال پر پہنچی۔ دو ہزار سال ق۔م میں یہ لوگ اپنے مردوں کو پتھروں کی قبروں میں دفن کرنے لگے۔

## برصغیر پاک و ہند:

برصغیر پاک و ہند میں ایسے اوزار ملے ہیں جن سے درمیانی سنگی اور نئے سنگی دوروں کی ثقافت کے ثبوت ملتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تین ہزار سال قبل دریائے سندھ کی ثقافت نمودار ہوئی۔ موہن جوڈرو اور ہڑپہ کی تہذیب عراق و مصر کی تہذیب سے ملتی جلتی تھی۔ پاک و ہند میں تہذیب کا آغاز کوئی بارہ سو سال ق۔م میں ہوا، لیکن پانچ سو سال ق۔م سے پیشتر کے کوئی آثار نہیں ملتے۔

## سائبیریا اور منچوریا:

یہ علاقے براعظم کے حاشیے پر واقع تھے۔ یہاں درمیانی سنگی اور نیا سنگی دور دیر تک قائم رہا۔ برنجی دور کے نشان صرف کہیں کہیں ملے ہیں۔ سائبیریا کے بہت سے حصوں میں لوہا خاصی دیر بعد پہنچا۔

## وسطی ایشیا اور چین:

منگولیا میں درمیانی اور نئے سنگی دور کی ثقافت موجود تھی، لیکن آثار قدیمہ سے ابھی تک کچھ نہیں ملا۔ چین میں نئے سنگی دور کے اوزار ملتے ہیں، مگر اُن کے زمانے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ دو ہزار سال ق۔م تک ہونان اور چین کے دوسرے شمالی صوبوں میں مٹی کے منقش برتن بنتے تھے، دھات کی کوئی چیز ابھی تک نہیں ملی۔ چودہ سو سال ق۔م میں برنجی ثقافت عروج پر تھی۔ جاپان میں دو سو سال ق۔م سے پیشتر نیا سنگی دور پایا جاتا ہے۔

## جنوبی ایشیا:

ہند چینی تاریخ سے پیشتر کی بعض ثقافتوں کے نمونے ملتے ہیں۔

## یورپ:

یورپ میں قدیم سنگی دور کے خاتمے پر آب و ہوا بدلتی رہی، جس نے ثقافت میں تبدیلیاں پیدا کیں اور نئے علاقے آباد ہوئے۔ ایشیا اور افریقہ سے بھی ثقافتی اثرات یورپ پہنچے۔ اس وجہ سے نئی قومیں اور نئی ثقافتیں وجود میں آئیں۔

آب و ہوا اور موسموں کی تبدیلی کا ریکارڈ آٹھ ہزار تین سو سال ق۔م سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد پانچ مختلف دور آئے جن کا سلسلہ سات سو سال ق۔م تک جاری رہا۔

## بیرونی اثرات:

بیرونی اثرات پہنچنے کے کئی ذریعے تھے۔ مثلاً

1۔ مغربی ایشیا سے براہ راست روس، وسطی یورپ، بعدازاں مغربی یورپ

2۔ ایشیائے کوچک سے اول بحیرہ ایجہ کے راستے یونان، دوم تھریس کے راستے وسطی یورپ۔

3۔ مشرق قریب سے بحیرہ ایجہ ہوتے ہوئے مغربی بحیرہ روم تک۔

4۔ شمالی افریقہ سے پہلے ہسپانیہ پھر مغربی یورپ۔

مختلف عہدوں کی کیفیت یہ ہے۔

1۔ درمیانی سنگی دور ــــ آٹھ ہزار سال ق۔م میں شروع ہوا اور کم وبیش چار ہزار سال جاری رہا۔

2۔ نیا سنگی دور ــــ 4000ق۔م ــــ 3000ق۔م تک

3۔ برنجی دور ــــ 3000ق۔م ــــ 1000ق۔م تک

4۔ آہنی دور ــــ 1000ق۔م تک

## انسانی قبیلوں کی نقل مکانی:

یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ مختلف ثقافتیں کس طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچیں۔ آیا ان کا ذریعہ تجارت تھا یا ایک ثقافت کے لوگ گروہ در گروہ دوسری جگہ پہنچ گئے؟

اتنا ہمیں معلوم ہے کہ درمیانی سنگی دور میں یورپ کے اندر جو لوگ رہتے تھے وہ قدیم سنگی دور کے ان لوگوں سے بہت ملتے جلتے تھے جو اس دور کے آخری زمانے میں رہے۔ ان کے سر لمبوترے تھے اور رنگ سفید، گول سروں والے لوگ درمیانی سنگی دور اور نئے سنگی دور میں مشرق کی طرف سے آئے یا افریقہ سے پرتگال و ہسپانیہ پہنچے۔ بعد کے زمانے میں تین گروہ مختلف حصوں میں جم کر بیٹھ گئے۔ جنوبی یورپ میں بحیرۂ روم کے لوگ، وسطی اور مغربی یورپ میں ایلپس کے لوگ، شمالی یورپ میں شمالی سمت کے لوگ۔

برنجی اور نئے سنگی دور میں انسانی گروہوں کی نقل وحرکت کے متعلق مزید شہادتیں ملتی ہیں۔ جنہوں نے ہندی یورپی زبانوں کو یورپ کے بڑے حصوں میں پھیلایا مثلاً:

1۔ یونانی اور الیری زبان بولنے والے لوگ بلقان سے ہوتے ہوئے یونان پہنچے اور اطالوی بولنے والے لوگ اٹلی میں مقیم ہوئے۔

2۔ سیلٹ زبان بولنے والے لوگ وسطی اور شمالی یورپ سے مغرب کی جانب متحرک ہوئے اور وہ فرانس اور جزائر برطانیہ تک چلے گئے۔ ان کے بعد ٹیوٹائی زبان بولنے والے ان کے نقش قدم پر چلے، پھر اس راستے کا کچھ حصہ سلافی زبان بولنے والوں نے بھی طے کیا۔

## علاقائی ثقافتوں کی تقسیم

ثقافتوں کی علاقائی تقسیم کے حالات اختصار اً ذیل میں درج کیے جاتے ہے:

### 1۔ یونان اور بحیرۂ ایجہ کی ثقافت:

کریٹ میں نئی سنگی ثقافت کا آغاز چار ہزار سال ق۔م میں ہو چکا تھا۔ یہ ثقافت ایشیائے کوچک کی ثقافت سے متعلق تھی۔ پھر اعلیٰ برنجی تہذیب کا دور شروع ہوگیا، جسے تین بڑے حصوں میں بانٹا گیا ہے: ابتدائی، درمیانی اور متاخر۔ یہ تہذیب آس پاس کے دوسرے حصوں میں بھی پہنچی۔ خود یونان میں نئی سنگی تہذیب دو ہزار آٹھ سو سال ق۔م سے ذرا پہلے جاری ہوئی، پھر آہستہ آہستہ ترقی کرتی رہی۔

### 2۔ روس کی ثقافتی تہذیب:

درمیانی سنگی دور کی ثقافت جنوبی روس میں تین ہزار سال ق۔م سے پیشتر موجود تھی، پھر اس کے بعد نئی سنگی تہذیب شروع ہوئی۔ برنجی تہذیب ویسی ہی تھی جن کے آثار شمالی ایران میں ملتے ہیں۔ اڑھائی ہزار سال ق۔م تک نئی سنگی اور برنجی تہذیب کے نمونے دستیاب ہوتے ہیں۔

### 3۔ دریائے ڈینیوب کے علاقے کی تہذیب:

درمیانی سنگی دور کی تہذیب کے بعد ڈینیوب کے علاقے میں کوئی دو ہزار سات سو سال ق۔م میں نئی سنگی تہذیب پہنچی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشرق اور جنوب کی طرف سے آتی تھی۔ دو ہزار چار سو سال ق۔م سے اس کا دوسرا دور شروع ہوا، پھر یہ تہذیب ایلپس کے علاقے سے ہوتی ہوئی مشرقی جرمنی اور وادی رہائن میں پہنچی۔ 2000 ق۔م سے 1000 ق۔م تک برنجی تہذیب رہی۔ 1000 ق۔م سے آہنی دور شروع ہوگیا۔

## 4۔اٹلی کی تہذیب وثقافت:

اٹلی تہذیب وثقافت کے اعتبار سے دوحصوں میں بٹا ہوا ہے۔جنوبی اٹلی اور سسلی میں نئی سنگی تہذیب تین ہزار سال ق۔م میں شروع ہو چکی تھی۔سسلی میں سنگی وبرنجی دور 2000ق۔م سے 1500 ق۔م تک جاری رہا،اس کے بعد برنجی دور شروع ہو گیا۔آہنی دور 1000ق۔م سے 600ق۔م میں شروع ہوا۔

## 5۔مغربی بحیرۂ روم کے جزیروں کی ثقافت:

نئے سنگی دور کی علامتیں مالٹا میں پائی جاتی ہیں، جہاں اعلیٰ درجے کے سندر اور زمین دوز عمارتیں بنیں۔سارڈینیا میں سنگی وبرنجی دور 2000ق۔م میں شروع ہو چکا تھا۔

## 6۔ہسپانیہ (سپین) کی تہذیب وثقافت:

ہسپانیہ (سپین) میں کئی ثقافتوں کے آثار ملتے ہیں۔شمال میں الگ،شمال مغرب میں الگ اور مغرب میں الگ۔ان میں سے بعض 3000ق۔م تک جاری رہیں، پھر نیا سنگی دور شروع ہوا۔ 2000ق۔م برنجی دور آ گیا۔1000ق۔م میں آہنی دور شروع ہو چکا تھا۔

## 7۔مغربی یورپ اور برطانیہ کی ثقافت:

مغربی یورپ میں درمیانی سنگی دور کے اندر دو ثقافتیں پھیلی ہوئی تھیں۔2500ق۔م میں نئی سنگی ثقافت شروع ہو چکی تھی۔وسطی یورپ میں رہائن کی طرف سے فرانس میں برنجی ثقافت پہنچی۔برطانیہ میں نئی سنگی ثقافت قریباً اڑھائی ہزار سال ق۔م یا اس سے کچھ دیر بعد شروع ہوئی۔دو ہزار سال ق۔م میں برنجی دور آ گیا۔حقیقی آہنی دور کے آثار 400ق۔م میں ملتے ہیں۔

## 8۔بالٹک ریاستوں کی ثقافت:

درمیانی سنگی دور 8300ق۔م سے 6800ق۔م میں شروع ہوا اور 5600ق۔م تک ترقی کرتا رہا۔نئے سنگی دور کا آغاز 2500ق۔م کے آس پاس ہوا۔برنجی دور 1500ق۔م کے آس پاس پایا جاتا ہے۔اس کے بعد آہنی دور آ گیا۔

# برِ اعظم افریقہ کے علاقوں کے حالات

## 1۔ مصر کی ثقافت:

مصر میں نیا سنگی دور قریباً 4000 ق۔م میں شروع ہو چکا تھا اور 3000 ق م میں ختم ہوا۔ اس وقت سے شاہی خاندانوں کی حکومت کا آغاز ہو گیا اور اسے علام اصطلاح کے مطابق تاریخی دور سمجھنا چاہیے۔

## 2۔ شمالی و مغربی افریقہ کی ثقافت:

درمیانی سنگی ثقافت کے آغاز کی صحیح تاریخیں معلوم نہیں ہو سکیں۔ نئی سنگی ثقافت کے اثرات آہستہ آہستہ تیونس، الجزائر، مراکش اور صحرائے اعظم کے جنوبی علاقے سے ہوتے ہوئے جا بجا پھیلے۔ برنجی دور مختلف حصوں میں ہوتے ہوئے جا بجا پھیلے۔ برنجی دور مختلف حصوں میں بہت بعد پہنچا اور سنگی دور اس وقت تک بالکل ختم نہ ہوا جب تک فونیقیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سات آٹھ سو سال قبل لوہے کا استعمال عام نہ کر دیا۔

## 3۔ مشرقی افریقہ کی ثقافت:

مشرقی افریقہ میں ابتدائی سنگی دور کے اختتام پر دو ثقافتیں نمودار ہوئیں، لیکن ان کی صحیح تاریخ بتانا مشکل ہے۔ اس کے بعد نئے سنگی دور کا آغاز ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ کے اس حصے میں برنجی دور آیا ہی نہیں اور عیسوی سنین شروع ہونے پر یکا یک پتھر کی جگہ لوہے کا استعمال شروع ہو گیا۔

## 4۔ جنوبی افریقہ کی ثقافت:

یہاں درمیانی سنگی دور میں دو ثقافتیں جا بجا پھیل گئیں اور یہ مدت تک جاری رہیں۔ لوہے کا استعمال بہت بعد شروع ہوا۔ جنوبی افریقہ میں نئے سنگی دور اور برنجی دور حقیقت میں آئے ہی نہیں، اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی درجے میں زراعت شروع ہو چکی تھی اور پالش کیے ہوئے پتھر اور اوزار کہیں کہیں ملتے رہے۔

## 5۔ وسطی اور مغربی افریقہ کی ثقافت:

سوڈان میں وسطی سنگی دور کے کچھ اوزار ملتے ہیں اور دریائے کانگو کے طاس میں پالش کیے ہوئے سنگی اوزار

بھی بننے لگے تھے۔ نئے سنگی دور کی مختلف ثقافتیں بھی وجود میں آ گئی تھیں' لیکن سوڈان اور نائیجیریا میں ان کی تاریخوں کے متعلق کوئی یقینی اطلاع موجود نہیں۔ حقیقی برنجی دور اس حصے میں آیا ہی نہیں، البتہ مسیحی سنین شروع ہونے کے بعد لوہے کا استعمال ہونے لگا اور بعض مقامات پر اس نے بڑی ترقی کی۔

## اوشیانا:

تاریخی دور سے پیشتر کے متعلق اس علاقے کے حالات ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں، لیکن سمجھا جاتا ہے کہ جنوبی و مشرقی ایشیا سے مختلف اوقات میں تارکین وطن کے قافلے نکلے اور ان جزیروں میں آباد ہو گئے۔ وہ پہلے پہل قریب کے جزیروں میں پہنچے، مثلاً انڈونیشیا، پھر نیوگنی، آسٹریلیا، ملانیشیا[1] گئے آخر کار بحرالکاہل کے دور افتادہ جزیروں میں پہنچ گئے۔ مثلاً ملانیشیا، مائکرونیشیا[1] پالی نیشیا[2] جن پست قد آدمیوں کے اخلاف اس نیوگنی یا فلپینز میں ملتے ہیں، وہ غالباً سب سے پہلے ان علاقوں میں پہنچے تھے۔ پھر غالباً وہ لوگ آئے جن کی اولاد بعد ازاں آسٹریلیا اور تسمانیہ میں پائی گئی۔ اب وہ لوگ بھی ناپید ہو چکے ہیں۔ بہت دیر بعد کچھ اور لوگ آئے اور نیوگنی میں آباد ہوئے۔ پھر وہ گروہ پہنچے جو نیوگنی کے مشرقی جزیروں میں آباد ہوئے۔ ملائی اور پالی نیشیائی سب سے آخر میں آئے۔

جو لوگ اوشیانا کے مختلف علاقوں میں آباد ہوئے ان کی اکثریت نئی سنگی ثقافت کے درجے پر پہنچ چکی تھی۔ اگرچہ آسٹریلیائی باشندے اور پست قامت لوگ اس وقت تک شکار پر گزارا کرتے تھے، جب اہل یورپ کی آبادکاری شروع ہوئی۔ نیز وہ ابتدائی سنگی دور کی طرح کھانے پینے کی چیزیں پیدا نہیں کرتے تھے بلکہ ادھر اُدھر سے جمع کر رکھتے تھے۔

## امریکہ کے ابتدائی باشندے:

معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں آبادکاری ایشیائیوں نے کی۔ خیال یہ ہے کہ یہ لوگ سائبیریا ہوتے ہوئے آبنائے بیرنگ کے راستے ایلاسکا[3] (Alaska) میں داخل ہوئے، پھر ایلاسکا کے مشہور دریا یوکان[4] (Youkon) کے ساتھ ساتھ اندرون ملک کی طرف بڑھتے گئے، یہاں تک کہ کینیڈا کے دریا میکنزی[5] (Mackenzie) پر پہنچ گئے۔ بعد ازاں اس کے ساتھ ساتھ نیچے کی طرف سفر شروع کیا، یہاں تک کہ وسطی اور جنوبی امریکہ میں سکونت اختیار کر لی۔ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کے بعض گروہ جنوبی ایشیا یا اوشیانا سے روانہ ہوئے اور آہستہ آہستہ امریکہ میں داخل ہو گئے، لیکن اس نظریے کے لیے اطمینان بخش شہادت نہیں ملتی اور اسے ناقابل قبول سمجھا جاتا ہے۔

## امریکہ میں آبادی کب ہوئی؟

امریکہ میں تارکین وطن کے پہلے پہل پہنچنے کی تاریخ کی متعلق اختلاف ہے۔ آثار قدیمہ کے اکثر امریکی ماہروں کا خیال یہ ہے کہ یہ واقعہ آخری برفستانی دور کے ختم ہونے سے بعد کا ہے۔ مختلف حصوں میں ابتدائی سنگی دور کے کچھ اوزار بھی ملے ہیں، لیکن ایسی کوئی صنعت نہیں ملی، جس کا پرانی دنیا کے ابتدائی سنگی صنعت سے کوئی تعلق ہو اور ایسے انسانی ڈھانچے بھی نہیں ملے جو امریکہ کے اصل باشندوں کے ان ڈھانچوں سے مختلف ہوں جن کا تعلق موجودہ زمانے سے ہے، البتہ کیلی فورنیا سے ٹکساس تک جو کھدائی ہوئی اس میں بعض ایسے اوزار ملے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جس زمانے کے وہ اوزار ہیں اس وقت یہ خطے بہت سرد تھے اور وہاں بارشیں بھی زیادہ ہوتی تھیں۔ بعض حالتوں میں ان اوزاروں کے ساتھ قدیم زمانے کے میمتھ ہاتھیوں، اونٹوں اور دوسرے معدوم جانوروں کے ڈھانچے بھی ملے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں آبادی اگر برفستانی دور میں نہیں تو اس کے فوراً بعد شروع ہو چکی تھی۔

## امریکہ کی نسلی خصوصیات:

امریکہ میں جو انڈین آباد ہیں ان کی جسمانی خصوصیات میں منگولی نسل کی شہادتیں بالکل واضح ہیں، لیکن ان میں دوسری نسلوں کی آمیزش بھی پائی جاتی ہیں۔ مثلاً اہل یورپ اور حبشیوں کی۔ شمالی و جنوبی امریکہ، دونوں ملکوں میں لمبوترے سر والے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو ابتدائی آبادکاروں کے اخلاف ہیں۔ سولہویں اور سترھویں صدی میں اہل یورپ امریکہ پہنچے تو بعض مقامی باشندوں کا گزارا نباتاتی خوراک پر تھا اور وہ کھانے پینے کی چیزیں جمع کر لیتے تھے، گویا وہ ابتدائی سنگی دور سے باہر نہ نکلے تھے، لیکن اکثریت نئے سنگی دور میں داخل ہو چکی تھی۔

## امریکہ کی تہذیب و ثقافت:

امریکہ میں خاصی ترقی یافتہ ثقافت دو ہزار سال پیشتر نمودار ہو گئی تھی۔ اس کے خاص مقامات یہ تھے: جنوبی امریکہ میں کوہ انڈیز کا علاقہ، وسطی امریکہ اور میکسیکو میں پہاڑی علاقے۔ یہاں ایسی اونچی تہذیب نشوونما پا چکی تھی جو پرانی دنیا کی تہذیبوں سے پہلو مارتی تھی۔ اگرچہ اس تہذیب سے بالکل الگ تھلگ ظہور پذیر ہوئی تھی۔ اعلیٰ درجے کے کپڑے بُنے جاتے تھے۔ کھیتی باڑی ہوتی تھی۔ مٹی کے نہایت عمدہ برتن بنتے تھے۔ سونے چاندی اور تانبے کے شاندار زیور بنائے جاتے تھے۔ بڑے بڑے شہر آباد ہو گئے تھے۔ ان میں نہریں تھیں، باغ تھے، عالی شان مندر تھے، جو اُونچے مقامات پر بنائے جاتے تھے۔ اُن کے مذہبی پیشوا سیاسی اختیارات کے مالک ہوتے تھے۔ ان کے پاس باقاعدہ فوجیں تھیں، درس گاہیں جاری تھیں، عدالتیں قائم تھیں۔ علم ہیئت میں وہ بڑی ترقی کر چکے تھے اور صحیح جنتریاں تیار کر لیتے تھے۔

# اِسلام کا ابتدائی زمانہ

## قبل از اسلام کے حالات:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پیشتر عرب میں سامی قبیلے آباد تھے۔ ان میں سے صحرائی علاقوں کے باشندے خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے اور عموماً جانوروں کے ریوڑ پالتے تھے۔ انھیں ''بدوی'' کہا جاتا تھا۔ بحیرۂ احمر کے ساتھ ساتھ ساحلی وادیوں (حجاز و یمن) کے لوگ بڑی حد تک حضری تھے اور تجارت و زراعت ان کے مشاغل میں شامل تھا۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ معتدبہ تجارتی اور ثقافتی نشوو ارتقاء کے مرکز مانے جاتے تھے اور اس نشوو ارتقاء میں یونانی و یہودی اثرات خاصے نمایاں تھے۔

## حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ کے فرزند ہیں، جن کا تعلق مکہ معظمہ کے ہاشمی قبیلے سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے کچھ عرصہ پہلے وفات پا گئے۔ چھ سال کے تھے کہ والدہ بھی فوت ہوگئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب اور چچا حضرت ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کی۔ جوان ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کا پیشہ اختیار کر لیا اور حضرت خدیجہ الکبرٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال فروخت کے لیے لے جاتے تھے، جو ایک دولت مند بیوہ تھیں۔ پچیس برس کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح مبارک ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ذکر و فکر کی طرف زیادہ مائل تھی۔ 612ء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت و تبلیغ کے خاص اجزاء یہ تھے: توحید، یوم حساب، زکوٰۃ کی ادائیگی، نماز پڑھنا اور خدا کے حکموں کی فرمانبرداری کرنا۔ ابتداء میں چند آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ اہل مکہ اکثریت نے آپ کی دعوت قبول نہ کی اور اسلام نہیں لائے۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم و ستم کرنا شروع کر دیا۔ 2 جولائی 622ء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ منورہ ہجرت کر جانے کی تلقین کی اور چند دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ ہجرت کر گئے۔ ہجرت کی روایتی تاریخ 10 جولائی 622ء قرار دی گئی ہے جو صحیح نہیں[1]۔ یہیں سے اسلامی سن کا آغاز ہوتا ہے۔

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی۔ مکہ معظمہ کے

مہاجرین اور مدینہ منورہ کے انصار نیز آس پاس کے قبیلوں (اوس وخزرج) کو متحد کر کے ایک قوم کی تشکیل فرمائی۔ اس تنظیم کی بنیاد یہ تھی کہ خدا کے احکام جس شکل میں آپ ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل ہوتے ہیں، ان کی پیروی کی جائے۔ نیز قبیلوں کے مشترک ضابطوں کو مانا جائے[2]۔ اہل مکہ کی ظلم وزیادتیاں بڑھ جانے کے باعث اُنہوں نے مسلمانوں کے خلاف لڑائیاں بھی شروع کر دیں[3]۔

## نبی کریم ﷺ کے عہد کے غزوات:

حق اور باطل کی پہلی جنگ میں مسلمانوں نے اہل مکہ کو بدر کے مقام پر شکست دی (624ء)۔ اس کے بعد دوسرا معرکہ اُحد کے مقام پر ہوا جس میں مسلمانوں کو کچھ نقصان اٹھانا پڑا[4] (625ء)۔ 627ء میں اہل مکہ نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا، اور جنگ خندق کا معرکہ رونما ہوا، مگر اہل مکہ پسپا ہوئے۔ 628ء میں حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان ایک صلح کا معاہدہ ہوا جسے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس معاہدہ کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو اگلے سال حج کرنے کی اجازت مل گئی[1]۔

جب اہل مکہ اور اُن کے حلیفوں نے عہد نامہ صلح حدیبیہ توڑ دیا تو جنگ دوبارہ شروع ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 630ء میں اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کر دی اور بغیر خون بہائے مکہ فتح ہوگیا۔ فتح مکہ کے بعد حج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا آخری خطبہ جسے تاریخ میں "خطبہ الوداع" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، دیا۔ اس خطبے کو انسانی زندگی کے آئین کی حیثیت حاصل ہے۔ 632ء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مُبارک ہوا۔ اس وقت تک بہت سے عرب قبائل حلقہ بگوش اسلام میں آچکے تھے۔

## اسلام کے بنیادی عقائد وعمال:

اسلام کے بنیادی عقیدے چھ ہیں: اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان، اس کے فرشتوں پر ایمان، تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان، جن میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آسمانی کتابوں پر ایمان، جن میں سے آخری کتاب قرآن مجید ہے۔ یوم حشر پر ایمان، قضا وقدر پر ایمان۔

چھ بنیادی فرائض، جنھیں ارکان کہا جاتا ہے، ذیل میں درج ہیں: کلمہ توحید کا اقرار، توحید ورسالت کی تصدیق، دن میں پانچ نمازیں، ماہ رمضان کے روزے، کعبے کا حج، جہاد[2]۔

## خلافتِ راشدہ کا دورِ حکومت ( 632ء تا 661ء):

خلافتِ راشدہ کا دور پہلے چار خلیفوں کے عہدِ حکومت پر مشتمل ہے۔ان میں سے اولین خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (632ء۔634ء)۔ان کا لقب خلیفۃ الرسول ﷺ تھا۔انھیں تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے متفقہ طور پر منتخب کیا۔ان کے عہد میں نبوت کے جھوٹے مدعیوں، طلحہ اور مسیلمہ کذاب نے شکست کھائی اور سرکش قبیلوں کی بغاوت فرو کر دی گئی۔

## مقبوضات میں توسیع کا آغاز:

عرب سے باہر مقبوضات میں توسیع کا آغاز ہوا جس کا سلسلہ 632ء سے 638ء تک جاری رہا۔ عراق ایران کا محکوم تھا۔اس پر پہلا حملہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 633ء میں کیا[1]۔قدیم لخمی سلطنت کے مرکز حیرہ اور ابلہ مسلمانوں نے فتح کر لیے اور ان سے جزیہ وصول کیا گیا۔بڑی پیش قدمی علاقہ شام میں ہوئی۔ہرقل، قیصر روم کے بھائی تھیوڈور نے اجنادین (جنابتین) کے مقام پر 634ء میں شکست کھائی جو غزہ اور یروشلم کے درمیان واقع ہے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے متفقہ فیصلہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا دوسرا خلیفہ چن لیا گیا۔انھوں نے سب سے پہلے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

## شام کی فتح:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 635ء میں دمشق کے قریب مرج الصفر کے مقام پر رومیوں کو شکست دی، جن کا سپہ سالار بانس تھا دمشق اور حمص پر قبضہ کر لیا گیا لیکن بھاری فوج کے دباؤ کے ماتحت انھیں جلد چھوڑنا پڑا۔رومیوں کو 636ء میں بمقام یرموک فیصلہ کن شکست دی گئی، جو بحیرۂ طبریہ کے جنوب میں واقع ہے۔دمشق اور حمص پر دوبارہ قبضہ، شمالی شام کی تسخیر، حلب اور انطاکیہ پر قبضہ، یروشلم پر قبضہ (638ء) قیساریہ پر قبضہ (640ء) ساحلی علاقہ پر تصرف، مقبوضات خلافت کی شمالی سرحد جبل لکام قرار پائی[2]۔عراق کی تسخیر 639ء سے 641ء تک ہوئی۔

## ایران کی فتح:

واقعہ جسر[3] میں شکست کے بعد مسلمانوں نے ایران پر دوبارہ حملے شروع کر دیے۔ایرانیوں نے مہران کی سرکردگی میں بویب کے مقام پر اسلامی سردار مہنا سے 635ء میں شکست کھائی۔اسلامی سپہ سالار

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایرانی وزیر اعظم رستم کو قادسیہ کے میدان میں 637ء میں ہزیمت دی۔ مدائن[1] پر مسلمانوں کا قبضہ 637ء میں ہوا۔ مدائن سے پچاس میل بجانب شمال جلولا میں ایرانیوں کو 637ء میں دوبارہ شکست ہوئی، وسطی ایران میں پیش قدمی اور اس پر قبضہ (638ء سے 650ء تک) ہوا۔ جنگ نہاوند میں ایرانیوں کو آخری شکست 641ء میں ہوئی۔

## کیفیت
## مصر فتح:

حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت عربوں نے 639ء میں مصر پر یورش کی۔ سب سے پہلے فرما[2] کے علاقے کو فتح کرلیا گیا۔ اس کے بعد عین شمس[3] میں رومیوں کو 640ء میں شکست ہوئی۔ 640ء میں ہرقل قیصر نے وفات پائی۔ 642ء میں بابلیون[4] پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ اسکندریہ کے استف اعظم سارس[5] نے 642ء میں مصر کا انتظام مسلمانوں کے حوالے کردیا۔ اور شرطیں یہ قرار پائیں کہ تمام باشندوں کی جانیں اور املاک محفوظ رہیں گی اور انھیں پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی، نیز وہ خراج ادا کیا کریں گے۔ 644ء میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کردیا گیا۔

## حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (644ء تا 656ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس شوریٰ نے متفقہ طور پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا تیسرا خلیفہ منتخب کیا، جو اموی خاندان میں سے تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کی قرائتوں کا اختلاف مٹانے کی غرض سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتب کرائے ہوئے نسخے کی نقلیں تمام مرکزوں میں بھجوادیں اور حکم دے دیا کہ آئندہ اسی کے مطابق قرآن لکھے جائیں[1]۔

برقہ اور پنٹاپولس[2] پر (642ء تا 643ء) مسلمانوں نے قبضہ کیا۔ رومی بیڑے کی آمد پر سکندریہ میں بغاوت کا آغاز ہوا مگر مسلمانوں نے حملہ کرکے اسے 645ء میں دوبارہ فتح کرلیا۔ عبداللہ بن سعد حاکم مصر نے عربی بحری بیڑا تیار کرایا۔ جزیرہ قبرص (Coprus) 649ء میں اور ارواد (Arudus) 650ء میں فتح ہوا۔ قسطنطنیہ (استنبول) کے خلاف مہم کا انتظام کیا گیا۔ ایشیاء کوچک کے جنوبی ساحل پر ذات الصواری میں رومی بیڑے کی 655ء میں تباہی ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف خویش پروری کا الزام لگایا گیا۔ مصر اور عراق کی فوجوں میں بے چینی[3] پیدا ہوئی۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

## حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (656ء تا 661ء):

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور داماد بھی تھے۔ آپ کے عہد خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا قصاص لینے کی بناء پر ہنگامہ بپا ہوا۔ اس واقعہ کی وجہ سے مسلمانوں میں آئندہ سالوں میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام جن میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عراق پہنچ کر بصرہ پر قبضہ کر لیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بصرہ کے قریب جنگ جمل میں انھیں شکست دی۔

شام کے اموی حاکم حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریبی رشتہ دار ہونے کی بناء پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کے قصاص کا مطالبہ کیا اور مرکز خلافت کا حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ صفین کے مقام پر 657ء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درمیان ایک غیر فیصلہ کن لڑائی ہوئی۔ ثالثوں کے ذریعے سے جھگڑے پر صلح صفائی ہوئی اور لڑائی بند ہو گئی۔ اذرح[1] میں 658ء میں ثالثوں کے فیصلے کا اعلان کر دیا گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ مسترد کر دیا۔ آپ کے پیروؤں میں سے ایک گروہ نے، جو خارجی کہلائے، آپؓ سے علیحدگی اختیار کر لی اور مخالفت شروع کر دی۔ ان پر نہروان میں کاری ضرب لگائی گئی۔ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاتح مصر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرفدار بن کر مصر پر 658ء میں قبضہ کر لیا۔ ایک خارجی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا۔

# اُموی دورِ حکومت

661ء سے 750ء تک

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (661ء تا 680ء):

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان ہوا، لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق میں پیش قدمی کی تو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دستبردار ہو گئے[1]۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا اعلان 660ء میں بمقام یروشلم ہو چکا تھا۔ آپ نے دمشق کو مرکز حکومت بنایا۔ قسطنطنیہ (استنبول) کے خلاف مہم بھیجی گئی۔ سقوطوی[2] پر قبضہ اور 669ء میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ افریقہ[3] پر حملہ کیا گیا۔ عقبہ بن نافع نے 670ء میں قیروان کی بنیاد رکھی اور اس طرح افریقہ پر اپنا قبضہ مستحکم کر لیا۔ مشرق میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامور نائب زیاد بن ابیہ کے زیر اہتمام مہلب نے سندھ اور دریائے سندھ کی وادی زیریں کو روند ڈالا۔ 664ء میں مشرقی افغانستان پر حملہ اور کابل پر قبضہ ہو گیا۔ 674ء میں دریائے جیحوں کو عبور کر کے بخارا کی تسخیر کی گئی۔ 678ء میں سمرقند پر قبضہ کیا اور بجوں کی طرف مسلمانوں کی پیش قدمی ہوئی۔

اسلامی بیڑے نے 673ء سے 678ء تک قسطنطنیہ کے تمام ناکے بند رکھے، لیکن اسلامی حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ 678ء میں تیس سال کے لیے صلح کا معاہدہ طے پا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے قبل ہی 676ء میں یزید کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا تھا۔

## یزید اوّل (680ء-682ء):

اہل کوفہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے فرزند حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عراق بلایا کہ وہ عنان حکومت سنبھال لیں۔ حضرت امام مکہ معظمہ سے عراق پہنچے تو اہل کوفہ نے بے وفائی کی، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ 680ء میں کربلا کی لڑائی میں شہید ہو گئے۔ اسی دن کی یاد میں ہر سال شیعہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم شہادت مناتے ہیں۔

اہل مکہ اور اہل مدینہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے حامی بن گئے۔ اہل مدینہ نے شہر کے قریب جنگ حرہ میں شکست کھائی۔ مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا گیا۔ یزید کی وفات کے بعد یزید کا بیٹا معاویہ ثانی جانشین ہوا لیکن وہ چند مہینے بعد فوت ہو گیا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

عرب، عراق اور مصر کے علاوہ شام کے قبیلہ قیس نے قبول کرلی۔ امویوں نے قبیلہ کلب کی امداد سے حضرت امیر معاویہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچیرے بھائی مروان بن الحکم کو خلیفہ تجویز کیا۔ قبیلہ قیس نے دمشق کے شمال میں مرج راھط کے مقام پر 684ء میں سخت شکست کھائی اوران کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اس وقت سے شمالی اور جنوبی عربوں میں وہ تباہ کن جھگڑا شروع ہوا جسے امویوں کی عربی سلطنت کے زوال کا سب سے بڑا سبب مانا جاتا ہے۔

## بنومروان (684ء تا 750ء)

مروان اول کی خلافت کا اعلان شام میں ہوا۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصر واپس لے لیا گیا۔ مروان کی وفات اوراس کے بیٹے عبدالملک کی جانشینی (685ء-705ء)۔ عبدالملک ہی اسلامی سلطنت کے لیے عربی نظم ونسق کا ڈھانچہ تیار کرانے کا ذمہ دار ہے۔ جبل لکام کے ماردین نے رومیوں کی انگیخت پر اسلامی سلطنت میں چھاپے مارنے شروع کیے۔ عبدالملک کی حکومت کے ابتدائی سال اسی قضیے میں بسر ہوئے۔ اس کے مدمقابل ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوفہ، بصرہ، عرب اور ایران میں شیعوں اور خارجیوں کی بغاوتوں سے سابقہ پڑارہا۔

## اہل تشیع اور خوارج:

شیعہ خاندان نبوت یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے حامی تھے۔ آگے چل کر ان میں امامت کا عقیدہ پیدا ہوا، جس کا مطلب یہ تھا کہ امام ہی دنیا میں خدا کا نائب وخلیفہ ہے اور اسی کو دینی ودنیوی معاملات میں اختیارات کا مرجع تسلیم کرنا چاہیے۔

خارجیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ہر ایک صالح مسلمان کو اُمت خلیفہ منتخب کرسکتی ہے۔ اعمال ایمان کا لاینفک جزو ہیں اور جو لوگ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں انھیں مومن نہیں مانا جاسکتا۔ یہ دونوں فرقے امویوں اور عباسیوں کے جانی دشمن تھے۔

## عبدالملک بن مروان کی فتوحات:

690ء میں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی مصعب جو کہ حاکم عراق تھے، کو عبدالملک نے دریائے دجلہ کے کنارے شکست دی۔ 691ء میں مدینہ منورہ کو عبدالملک کے جرنیل حجاج بن یوسف نے فتح کرلیا۔ جسے بعد میں عراق کا حاکم بنایا گیا۔ 692ء میں مکہ معظمہ کا محاصرہ اور فتح ہوئی۔ عبداللہ ابن زبیر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد عبدالملک سلطنت کا واحد مالک بن گیا۔

(693ء سے 698ء) تک مہلب نے خارجیوں (ارزقیوں) کو عراق و ایران میں پامال کر ڈالا۔ مشرق میں ابن الاشعث کے زیرِ سرکردگی بغاوت اور اس کی خلافت کا اعلان ہوا۔ حجاج نے یہ بغاوت 699ء میں فرو کی کابل پر دوبارہ قبضہ کیا گیا۔

## مغربِ اقصیٰ:

افریقہ میں عقبہ بن نافع، جن کا اب اولیاء میں شمار ہوتا ہے، ترکتاز کرتا ہوا طنجہ (Tangier) تک پہنچ گیا، لیکن مراجعت کے وقت 683ء میں شہادت پائی۔ قرطاجنہ (Carthage) پر مستقل قبضہ 698ء میں ہوا۔ عربوں نے حسان بن نعمان کی سرکردگی میں بربروں سے شکست کھائی لیکن 703ء میں ان سے صلح ہوگئی اور وہ عربوں کے حلیف بن گئے۔ عبدالملک کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ولید جانشین مقرر ہوا۔

## ولید بن عبدالملک (705ء تا 715ء):

ولید ہی نے دمشق کی جامع مسجد بنوائی۔ قتیبہ بن مسلم کے ماتحت ماوراءالنہر[1] کی 705ء سے 715ء تک تسخیر مکمل ہوئی۔ بخارا 709ء میں فتح ہوا۔ سمرقند 712ء میں فتح ہوا۔ فرغانہ 714ء میں فتح کیا۔ تاریخ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ 713ء کے قریب قتیبہ بن مسلم نے چین پر بھی حملہ کیا اور وہ کاشغر تک پہنچ گیا۔ محمد بن قاسم نے 708ء سے 715ء کے درمیان سندھ نیز پنجاب کے ایک حصے کو فتح کیا۔ سلیشیا (710ء سے 711ء) اور غلاطیا پر 714ء میں حملے ہوئے۔ قسطنطنیہ پر زبردست بری اور بحری یورش کی عظیم الشان تیاریاں ہوئیں۔ مغربی بربروں کی تسخیر ہوئی۔ موسیٰ بن نصیر نے 708ء سے 711ء تک افریقہ میں فتوحات حاصل کیں اور وہاں امن و امان قائم کیا۔ ہسپانیہ (اسپین) کی فتح موسیٰ بن نصیر کے بربر غلام طارق بن زیاد کے ہاتھوں 711ء سے 715ء کے درمیان انجام کو پہنچی۔ ان کے عہد میں اموی سلطنت کو بہت وسعت ملی اور اسلامی حکومت کی سرحدیں چین سے جا ملیں۔

## سلیمان بن عبدالملک (715ء،717ء):

ولید کی وفات کے بعد اس بھائی سلیمان جانشین ہوا۔ 716ء میں یزید بن مہلب کے ہاتھوں جرجان[2] اور طبرستان کی تسخیر ہوئی۔ خلیفہ سلیمان کے بھائی مسلمہ نے 717ء، 718ء میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ حر بن عبدالرحمٰن الثقفی نے جبل البرانس[3] سے گزر کر جنوبی فرانس پر حملہ کیا۔

## عمر بن عبدالعزیز (717ء 720ء)

سلیمان کے بعد اس کے چچیرے بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز جانشین ہوئے۔ انھوں نے مالیات کی از سر نو تنظیم کی۔ مفتوحین میں سے جو لوگ حلقہ بگوش اسلام بن چکے تھے انھیں محاصل میں عربوں کے برابر رکھا گیا۔ جنوبی فرانس کے شہر اربونہ [1] کو اسمح بن مالک الخولانی نے فتح کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد عبدالملک کا تیسرا بیٹا منصب خلافت پر فائز ہوا۔

## یزید ثانی (720ء 724ء)

721ء میں طلوشہ (Toulouse) کے سامنے ڈیوک یودو (Duke Eudo) کے مقابلے پر سمح کی شکست اور شہادت ہوئی۔ عراق میں یزید بن مہلب کی بغاوت۔ مسلمہ نے اسے دریا فرات کے کنارے شکست دی۔ بنو کلب اور بنو قیس میں خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ خصوصاً خراسان اور ماوراء النہر میں جہاں عباسیوں (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد) کی خلافت کے لیے دعوت و تبلیغ شروع ہوئی۔ یزید کا جانشین اس کا بھائی ہشام بنا۔

## ہشام بن عبدالملک (724ء 743ء)

727ء سے 733ء کے درمیان خزروں کی شکست اور جارجیا کی تسخیر ہوئی، عبدالرحمٰن الغافقی، حاکم ہسپانیہ نے جنوبی فرانس پر حملہ کیا۔ اسے چارلس مارٹل نے پوئیٹرز (Tours, Poitiers) (تورز) کے مقام پر شکست دی۔

737ء میں خوارج کی بغاوت عراق میں ختم کی گئی۔ اہل سغد [2] اور عربوں کی بغاوت خراسان میں، ماوراالنہر کے ترکمان بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ خالد بن عبداللہ القسری حاکم خراسان نے اسے فرو کیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کربلا کے پوتے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (امام زین العابدین) کے فرزند حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر قیادت شیعوں نے عراق میں علم آزادی بلند کیا۔ 740ء میں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکست ہوئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔

## ولید ثانی اور یزید ثالث (743ء 744ء):

ہشام کے بعد اس کا بھتیجا ولید ثانی خلیفہ بنا۔ شمالی افریقہ میں خارجیوں اور بربریوں کی سرکشی ہونے لگی، جسے نائب السلطنت نے فرو کیا۔ ولید ثانی یمنیوں کی بغاوت میں مارا گیا، جن کا رئیس و قائد اس کا چچیرا

بھائی یزید تھا۔ وہی یزید ثالث کے لقب سے خلیفہ بنا لیکن چند ماہ بعد فوت ہو گیا تو مروان ثانی تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ بنی اُمیہ خاندان کا آخری حکمران تھا۔

## مروان ثانی (744ء750ء)

یہ مروان اوّل کا پوتا تھا۔ حمص (شام) اور فلسطین میں بغاوتیں رونما ہوئیں۔ 745،746ء میں عراق نیز عرب میں خوارج کی سرکشی عروج پر پہنچی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر باغیوں کا قبضہ ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت شیعوں نے عراق و ایران میں بغاوت کر دی۔ 745ء سے 747ء تک خارجی اور عباسی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ 747ء میں ابو مسلم خراسانی نے خراسان میں عباسیوں کا سیاہ پرچم بلند کیا۔

مروان کی طرف سے نصر خراسان کا گورنر تھا۔ اس نے نیشا پور اور جرجان میں ابو مسلم کے سپہ سالار سے شکستیں کھائیں۔ پھر اموی فوجوں نے نہاوند اور کربلا کے معرکوں میں زک اٹھائی۔ آخر خود مروان نے جنگ زاب میں شکست فاش کھائی اور بوصیر کی طرف بھاگا۔ مصر جا رہا تھا کہ 750ء میں مارا گیا۔ خاندان اُمیہ کے بہت سے افراد کو قتل کر دیا گیا اس خاندان کے بہت تھوڑے سے لوگ بچے، انھیں میں خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن ابن معاویہ بھی تھا جس نے قرطبہ (ہسپانیہ) پہنچ کر 755ء میں نئی اُموی سلطنت کی بنیاد رکھی۔

# ہسپانیہ (اسپین) میں اِسلامی حکومت
## 711ء سے 1031ء تک

### فتوحات کا دور (711ء-715ء):

711ء میں عربوں اور بربروں کا ایک مخلوط لشکر' طارق کی سرکردگی میں' جو خود بربر تھا' افریقہ سے ہسپانیہ[1] پہنچا۔ جس مقام پر یہ لشکر اترا تھا' اس کا نام جبل الطارق (جبرالٹر) پڑ گیا۔ مغربی گاتھوں کے آخری بادشاہ راڈرک نے وادی لکہ (وادی برباط) کی جنگ میں شکست فاش کھائی[2] اور اس کی سلطنت کا قصر دھڑام سے زمین بوس ہوگیا۔ مسلمانوں نے قرطبہ (Cordova) اور ہسپانیہ کے دارالحکومت طلیطلہ (Toledo) پر قبضہ کرلیا۔ طارق کے بعد 712ء میں اس کا آقا موسیٰ بن نصیر بھی ہسپانیہ پہنچ گیا اور اس نے مدینہ شذونہ (Medina Sidonia)' اشبیلیہ (Seville)' ماردہ (Merida) اور سرقسطہ (Saragossa) فتح کرلیے۔ بہت جلد مسلمان جبل البرانس (Pyrenees) کے دامن میں پہنچ گئے اور بچے کھچے عیسائی شمال اور مغرب کے پہاڑوں میں چلے گئے۔[1] پھر مسلمان فرانس میں داخل ہوگئے۔ چارلس مارٹل اور فرینکوں[2] نے انھیں جنگ تورز (Tours) میں فیصلہ کن شکست دی۔ 759ء تک وہ فرانس سے بالکل خارج ہو چکے تھے۔

### اُموی قرطبہ میں (756ء-1031ء):

امیر عبدالرحمٰن (756ء-788ء) دمشق کے اُموی خلیفہ ہشام کا پوتا تھا۔ اسی نے ہسپانیہ میں اسلامی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ عیسائیوں کے ساتھ جزیہ ادا کرنے پر رواداری کا برتاؤ کیا گیا۔ یہودیوں سے بہت عمدہ سلوک ہوا۔ البتہ عرب اُمراء نے عبدالرحمٰن کی سخت مخالفت کی۔ باہر سے پیپن اور شارلیمن ان کو امداد دے رہے تھے۔



### شارلیمن کا حملہ (777ء):

شارلیمن نے حملہ کیا لیکن سرقسطہ کے جوانمردانہ دفاع نے اسے ناکام بنادیا۔ اس کی فوج کا عقبی حصہ 778ء میں رون کس والس[3] میں کاملاً تباہ کرڈالا گیا۔ فرینکوں کے ساتھ لڑائیاں اس صدی کے آخر تک جاری رہیں۔ انجام کار شارلیمن نے شمالی ہسپانیہ کو دریائے ابرہ (Ebro) تک فتح کرلیا۔ (برشلونہ (Barcelona) کی تسخیر 711ء میں ہوئی۔

### ہشام اور حکم (788ء۔822ء):

عبدالرحمٰن کے بعد اس کا بیٹا ہشام امیر بنا۔ اس کے عہد میں ہسپانیہ کے اندر فقہ مالکی جاری ہوئی۔796ء میں اس کا بیٹا حکم تختِ امارت پر بیٹھا۔ طلیطلہ (814ء) اور قرطبہ (805ء اور 817ء) میں بغاوتیں ہوئیں۔ قرطبہ کے باغیوں کو ہسپانیہ سے نکال دیا گیا۔ وہ پہلے اسکندریہ پہنچے اور وہاں سے جزیرہ کریٹ چلے گئے' جسے انھوں نے دوبارہ فتح کر لیا[1]۔

### عبدالرحمٰن ثانی (822ء۔852ء):

حکم کے بیٹے عبدالرحمٰن ثانی کے عہدِ حکومت میں الفانسو دوم والی لیونش (Leaon) (لی اون) نے ارغون â(Aragon) ایراگون) پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی اور اس کی سلطنت تباہ ہو گئی۔ فرینکوں کو بھی قیطلونیہ â(Catalonia) کیٹالونیا) سے نکال دیا گیا۔ نارمنس سب سے پہلے اسی دور میں سواحل پر نمودار ہوئے۔ طلیطلہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کی بغاوت فرو کر دی گئی (837ء) لیکن مسیحیت کے مذہبی جنونیوں کی سرگرمیاں جاری رہیں' خصوصاً قرطبہ میں۔

### محمد اوّل (852ء۔886ء):

قرطبہ میں مسیحی سرکشوں کی سرکوبی لیونش' جلیقیہ â(Galicia) گلیشیہ) اور نبر (Navarre) (نوارا) کی مسیحی ریاستوں کے خلاف وسیع پیمانے پر فوجی کارروائیاں ہوئیں۔ 861ء میں بنبلونہ â(Pampeluna) پمپی لونا' نوارا کا دارالحکومت) پر قبضہ ہوا۔ محمد اوّل کے بعد منذر نے دو سال (886ء۔888ء) تک حکمرانی کی۔ پھر منذر کا بھائی عبداللہ چوبیس سال (888ء۔912ء) تک برسرِ حکومت رہا۔



### عبدالرحمٰن ثالث (912ء961ء):

یہ امویانِ اندلس میں سب سے بڑھ کر قابل اور خاص خداداد صلاحیتوں کا مالک تھا۔ 929ء میں اس نے خلیفہ اور امیر المومنین کے القاب اختیار کیے' اس طرح بغداد کے عباسی خلفاء کے مقابلے میں اپنی مذہبی برتری بحال کی۔ اس کے عہدِ حکومت کی بنیادی خصوصیتیں یہ ہیں: ملک میں امن کی بحالی' نظامِ حکومت کی تکمیل (مرکزیت)' بحری سرگرمیاں' زراعت کا فروغ و توسیع' صنعت و حرفت کی ترقی' قرطبہ (آبادی کا پانچ لاکھ) یورپ کا سب سے بڑا علمی مرکز بن گیا۔ وہاں کاغذ کی تجارت بہت وسیع پیمانے پر پہنچ گئی۔ بڑے

بڑے کتب خانے اور ممتاز ترین درسگاہیں قائم ہوگئیں۔ (طب ٗریاضیات ٗفلسفہ وحکمت ٗشعروادب ٗموسیقی) یونانی اور لاطینی زبان کی کتابوں کے بکثرت ترجمے کیے گئے۔

مسلمانوں کے درمیان بلند ترین مقام ابن رشد (یورپی اسے Averroes کہتے تھے) نے حاصل کیا۔ (تقریباً 1126ء-1198ء) جو بہت بڑا فلسفی ٗ طبیب اور افلاطون و ارسطو کا شارح تھا۔ مسیحی متکلمین کا استاذ الاساتذہ بھی وہی تھا[1]۔

اس زمانے تک پرانا طبقہ امراء تقریباً ناپید ہوگیا اور اس کی جگہ دولت مند متوسط طبقے اور جاگیردارانہ سپہ گری نے لے لی۔ مسیحی اور یہودی وسیع روادارانہ حسن سلوک سے بہرہ اندوز رہے۔

## عبدالرحمٰن ثالث کے عہد کی جنگیں:

عبدالرحمٰن نے لیونش اور نبرہ کے خلاف جنگیں بھی جاری رکھیں ٗ جو اس کے عہد حکومت کے بڑے حصے پر پھیلی ہوئی تھیں۔ 955ء میں لیونش کے حاکم اردون ثالث (Ordone III) کے ساتھ معاہدہ صلح ہوا۔ اس کے مطابق لیونش اور نبرہ کی آزادی تسلیم کرلی گئی اور اسلامی سرحد دریائے ابرہ پر آگئی۔ ساتھ ہی لیونش اور نبرہ نے خلیفہ کی سیادت تسلیم کرلی اور خراج ادا کرنے لگے۔ 957ء میں اردون کے بھائی شنشو (Sancho) نے یہ صلح توڑ دی ٗ لیکن شکست کھائی اور رعایا نے اسے سلطنت سے خارج کردیا۔ 959ء میں خلیفہ نے اسے بحال کردیا۔

## حکم ثانی (961ء-976ء):

قشتلہ (Castile) (کیسٹیل) لیونش اور نبرہ کے خلاف لڑائیاں (961ء-970ء) جاری رہیں ٗ یہاں تک کہ ان کے حاکم صلح پر مجبور ہوگئے۔ ساتھ ساتھ مراکش میں فاطمیوں کے خلاف جنگ ٗ 973ء میں فاطمی مراکش سے نکالے گئے اور یہ ملک امویوں کے قبضے میں آگیا۔

## ہشام ثانی (976ء-1009ء):

اس کے عہد میں اُمیہ خاندان کا زوال شروع ہوگیا۔ تمام اختیارات حکومت محمد بن ابی عامر نے سنبھال لیے اور حاجب المنصور (The Victorious Chamberlain) کا لقب اختیار کیا۔ اسے فوج اور نظم ونسق دونوں کی اصلاحات میں امتیازی درجہ حاصل تھا۔ لیونش ٗ نبرہ ٗ قیطلونیہ ٗ ماری ٹانیا[1] کے خلاف کامیاب مہمیں ٗ مذہبی اور نسلی اختلافات کو عارضی طور پر روکا جو انجام کار اُموی خلافت کی تباہی کا سبب بنے۔

1002ء میں المنصور کی وفات پر اس کا بیٹا عبدالملک المظفر مختار سلطنت بنا۔ اس نے بارہا مسیحیوں کو

شکستیں دیں۔ پھر اس کے بھائی عبدالرحمن نے کاروبار حکومت سنبھالا۔ وہ شنشول (Sancho) کے لقب سے مشہور تھا۔ شنشول نے ہشام ثانی کو مجبور کر کے اپنی ولی عہدی کا پروانہ حاصل کر لیا۔ شاہی خاندان کے ایک فرد محمد کی سرکردگی میں قرطبہ کے اندر بغاوت ہوئی۔ ہشام ثانی' محمد کے حق میں دست برداری پر مجبور ہو گیا۔ شنشول کو قتل کر دیا گیا۔ اس اثناء میں بربروں نے سلیمان کو خلافت کے لیے نامزد کیا۔ ملک میں خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا۔ ہسپانیہ تقریباً بیس چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گیا سلطنت میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہو گیا اور مسیحیوں کے لیے اسے دوبارہ مسخر کر لینا سہل ہو گیا۔ ہشام ثالث ہسپانیہ کا آخری اُموی خلیفہ تھا۔ ہشام ثانی 1027ء سے 1030ء تک حکمران رہا۔

# عباسی خلافت

## 750ء۔ 1100ء

### ابوالعباس السفاح (750ء 754ء):

ابوالعباس جو السفاح کے لقب سے مشہور عباسی خاندان کا پہلا خلیفہ تھا۔ امویوں نے شام اور عراق میں بغاوت کی۔ رومیوں نے شمالی صوبوں پر حملے کیے۔ السفاح کا بھائی جانشین ہوا۔

عباسی خلافت اگرچہ 750ء سے 1258ء تک قائم رہی' لیکن ہسپانیہ اور مراکش نے اسے کبھی تسلیم نہ کیا' البتہ صوبہ افریقہ[1] کے اندر 761ء میں عباسیوں کا اقتدار الجزائر تک قائم کر دیا گیا' لیکن یہ تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو گیا۔

### خلیفہ ابو جعفر المنصور (754ء 775ء):

خلیفہ ابو جعفر المنصور کو عباسی خلافت کا اصل بانی سمجھا جاتا ہے۔ منصور کے چچا عبداللہ حاکم شام نے بغاوت کی جسے ابو مسلم خراسانی نے فرو کر دیا۔ 754ء میں ابو مسلم کو منصور کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ ابو مسلم کے حامیوں نے 755ء میں خراسان میں بغاوت کی آگ بھڑ کائی۔ رومیوں کا ایک حملہ شدید خونریزی کے بعد پسپا کر دیا گیا۔ کپاڈشیا (Cappadocia) پر دوبارہ قبضہ' ملطیہ (Malitia)' المصیصہ (Mopusestia) اور دوسرے شہروں کی از سر نو تعمیر اور رومیوں کی یورشوں کے مقابلے کی غرض سے استحکامات کا بندوبست (758ء) طبرستان کا الحاق 759ء میں ہوا۔ عراق میں شیعوں کی بغاوت' مدینہ منورہ 762ء میں سید محمد اور سید ابراہیم آل حسن کے قبضے میں چلا گیا[1]۔ بغداد کی تاسیس 762ء میں ہوئی۔ گرجستان (جارجیا) پر قبیلہ خزر کا حملہ ناکام بنا دیا گیا۔ خراسان اور سیستان میں 767ء میں استاذ سیس کی بغاوت ہوئی۔ 752ء تا 803ء میں برامکہ کا عروج اور حصول وزارت قائم رہا۔ منصور کا بیٹا جانشین بنا۔

### المہدی اور ہادی (775ء 785ء):

مہدی کے عہد حکومت کو مندرجہ ذیل کارناموں کی وجہ سے خاص امتیاز حاصل ہے:

1۔ سلطنت کے وسائل حمل و نقل کی اصلاح۔

2۔ اہم مرکزوں میں قلعہ بندیاں۔

3۔ علوم وفنون کی حوصلہ افزائی۔

775ء 778ء خراسان میں نبوت کے جھوٹے مدعی مقنع[2] نے بغاوت کی۔ یہ اپنا چہرہ چھپائے رکھتا تھا۔ خراسان' مغربی ایران اور عراق میں زنادقہ کا ظہور۔ ان میں سے بعض اشتراکیت کے قائل تھے اور بعض انارکی کے خواہاں تھے۔ رومیوں کی شکست قسطنطنیہ کے خلاف مسلمانوں کی پیش قدمی۔ 783ء 785ء میں قیصرہ آئرین صلح کی درخواست پر مجبور ہوگئی۔

مہدی کے بعد اس کا بیٹا ہادی مسند نشین ہوا اور اس نے ایک ہی سال میں وفات پائی۔

## خلیفہ ہارون الرشید (785ء۔809ء):

یہ وہی خلیفہ ہے جس نے الف لیلہ کی کہانیوں میں نمایاں شہرت حاصل کی۔ کابل و سنہار کا الحاق 787ء میں اسی کے عہد میں ہوا۔ 799ء میں آرمینیا پر خزر قبیلے کا حملہ' 803ء میں برامکہ کا زوال اور خوارج کی بغاوت اس عہد کے مشہور واقعات ہیں۔

رومیوں سے لڑائیاں۔ نقفور[1] کی شکست' ہرقلیہ[2] یا درالیہ (Dorylacum) میں (798ء) اس کے بعد جو معاہدہ صلح ہوا اُسے نقفور نے توڑا۔ ایشیائے کوچک پر مسلمانوں کی یورش' جس کی قیادت خود خلیفہ نے کی۔ طوانہ (Tayana) پر قبضہ' انقراء[3] پر پیش قدمی۔ اسی اثناء میں اسلامی بیڑے نے قبرص (805ء) اور روڈز (807ء) میں تباہی پھیلائی۔

قونیہ[4]' انی سوس (Ephesus)' ذوالقلاع (Sidiropolis)' اندرسوس اور نیقیہ[5] کی تسخیر بحیرہ اسود کی بندرگاہ ہرقلیہ کو حملہ کر کے فتح کر لیا۔ نقفور نے 808ء میں پھر اسلامی علاقے پر یورش کی' لیکن خراسان کے ہنگاموں نے ہارون کو مشرق کی طرف آنے پر مجبور کر دیا۔ وہیں اُس نے وفات پائی۔ ہارون کے عہد میں حنفی فقہ نے منظم شکل اختیار کر لی۔

## خلیفہ الامین (809ء 813ء):

خلیفہ ہارون کا بیٹا امین مسند نشین ہوا' لیکن اس کے بھائی مامون نے امین کی خلافت منظور نہ کی اور ایران میں مامون کی خلافت کا اعلان ہوا۔ مامون کے سپہ سالار طاہر نے 813ء میں بغداد کا محاصرہ کر لیا۔ امین نے بعض شرائط پر اپنے آپ کو حوالے کر دیا۔ مگر بعد میں اس کو قتل کر دیا گیا۔

## خلیفہ مامون اعظم (813ء۔833ء):

مامون کا عہد حکومت خلافت عباسی کا سب سے زیادہ شاندار دور ہے۔ علوم وفنون کی فراخدلانہ

سر پرستی۔ دو رصدگاہیں تعمیر ہوئیں۔ ایک بغداد کے قریب' دوسری دمشق کے پاس۔ بغداد کی رصدگاہ کے ساتھ دارالعلوم کا انتظام اور اس کے لیے اعلیٰ درجے کے کتب خانے کا بندوبست۔ ادب' سائنس اور فلسفے کی کتابوں کا ترجمہ یونانی' سریانی' فارسی اور سنسکرت سے عربی میں۔ مذہب میں روادارانہ مسلک کی پیروی۔ اعتزال حکومت کا مسلمہ مشرب بن گیا۔ اُمویوں کے دور آخر کے قدریوں کی طرح معتزلہ کا بھی عقیدہ تھا کہ انسان اپنے افعال کا مختار ہے اور انسانوں کے لیے خدائی احکام عین حکمت و انصاف پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان دونوں نظریوں کو بعد کے راسخ العقیدہ اشاعرہ نے مسترد کر دیا تھا۔

## دارالخلافہ کی تبدیلی:

چونکہ عرب' عراق اور دوآبہ دجلہ وفرات[1] میں بغاوتیں شروع ہوگئی تھیں' اس لیے مامون نے دارالخلافہ مرو (ترکستان) کی بجائے بغداد میں منتقل کر لیا۔ نازک صورت حال کے مقابلے کے لیے اس نے حضرت امام علی الرضا کی ولی عہدی کا 817ء میں اعلان کر دیا۔ حضرت امام موصوف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔

## جزیرہ کریٹ اور سسلی کی تسخیر:

جن عربوں کو ہسپانیہ سے اُمویوں نے نکالا تھا اُنہوں نے مصر پہنچ کر وہاں سے جزیزہ کریٹ پر حملہ کیا اور اسے 827ء میں فتح کر لیا۔ شمالی افریقہ سے اغالبہ نے سسلی[2] پر 825ء میں یورش کی۔ 831ء میں پلوسر[3] پر قبضہ کیا گیا۔ صرف سرقوسہ (Syracuse) اور طبرمین (Taormine) رومیوں کے زیر اثر رہ گئے۔

## آخری دور:

816ء۔833ء میں بابک مجوسی نے اپنے مرکز واقع آذر بائیجان سے اُٹھ کر خلافت کے شمالی صوبوں میں دہشت پھیلائی۔ یہ شخص خرمی فرقے کا قائد تھا' جو کمیونسٹ مسلک کا پیرو تھا۔ 829ء۔833ء میں رومیوں نے بابک کی حمایت میں جتنے حملے کیے مامون نے بذات خود انھیں ناکام بنایا۔ مامون کی وفات۔ اس کے عہد حکومت (820ء۔872ء) میں خراسان کے طاہری عملاً آزاد و خود مختار ہو گئے۔

## معتصم باللہ (833ء۔843ء):

مامون کے بعد اس کا بھائی معتصم جانشین ہوا۔ 836ء میں دارالحکومت کی تبدیلی بغداد سے سامرہ

ہیں۔ مستقل فوجی جیوش کا قیام جو تر کی غلاموں اور تنخواہ دار سپاہیوں پر مشتمل تھے۔ بعد کے خلفاء انھیں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے رہے۔

834ء میں دجلہ کی وادی زیریں میں گروہ زط (جاٹ) کی بغاوت۔ 837ء 838ء میں بابک کو افشین نے شکست دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دریائے الس (Halys) پر بمقام انزن رومیوں کی شکست اور انقرہ کی تباہی' حکمران رومی خاندان کے اصل وطن عموریہ (Amorium) پر قبضہ (838ء)' قسطنطنیہ کے محاصرے کی تیاریاں' عربوں کا بحری بیڑا ایک طوفان میں تباہ ہو گیا۔ 842ء میں معتصم فوت ہو گیا۔

## خلیفہ واثق باللہ (844ء 847ء):

معتصم کے بعد اس بیٹا واثق مسند خلافت پر بیٹھا۔ اس نے عربوں اور ایرانیوں کے بجائے ترکوں کا اقتدار بڑھانے کی وہ پالیسی جاری رکھی جو معتصم نے شروع کی تھی۔ رومی اور مسلمان اسیران جنگ کا مبادلہ۔ واثق کے عہد حکومت سے خلافت کے زوال کا آغاز ہوتا ہے۔

## خلیفہ متوکل (847ء 861ء):

واثق کا بھائی متوکل جانشین ہوا۔ اُس نے مسنون اسلامی عقائد کے اجراء کی کوشش کی۔ معتزلی عقائد سے دست برداری اور معتزلی علماء کی تعذیب۔ شیعوں' یہودیوں اور مسیحوں پر سختیاں' حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقبرے کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ رومیوں نے مصر میں دمیاط (Damietta) پر قبضہ کر لیا اور سیلشیا میں تاخت و تاراج۔ متوکل کو اس کی ترک محافظ فوج نے قتل کر دیا۔

## منتصر' مستعین' معتز اور مہتدی (861ء 870ء):

متوکل کا بیٹا منتصر صرف چھ ماہ حکمران رہا۔ پھر ترکمان سرداروں نے اسے معزول کر کے معتصم کے ایک پوتے مستعین کو خلیفہ بنایا۔ (822ء۔866ء) وہ سامرہ سے بھاگ کر بغداد پہنچا تا کہ ترکوں کے حلقہ اقتدار سے نکل جائے لیکن ترکوں نے اسے خلافت سے دست برداری پر مجبور کر دیا۔ بعد ازاں وہ اپنے جانشین خلیفہ معتز (866ء 869ء) کے ایک قاصد کے ہاتھ سے مارا گیا۔ معتز کے زمانے میں مصر نے احمد بن طولون' بانی خاندان طولونیہ ماتحت خود مختاری حاصل کر لی۔ خلیفہ کو سرکش فوجوں نے موت کے گھاٹ اُتار دیا اور واثق کا بیٹا مہتدی [1] جانشین ہوا۔ اسے بھی ترکوں نے دو سال میں دست برداری پر مجبور کر دیا۔

## معتمد علی اللہ (870ء،892ء):

متوکل کے بیٹے معتمد نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی دربار کو سامرہ سے بغداد منتقل کرلیا۔اس کے عہد میں اور بعد کی دو حکومتوں میں ترکوں کے اقتدار کی کامیاب روک تھام۔

کلدانیہ(Chaldea) میں صاحب الزنج کی وفات (869ء،883ء) پندرہ سال تک یہ علاقہ تاخت و تاراج کا مرکز بنا رہا۔آخر خلیفہ کے بھائی موفق نے یہ بغاوت فرو کی۔شام پر رومیوں کی یورش طرسوس(Tarsus) کے طولونی گورنر نے انھیں شکست دی۔

## مشرقی صوبوں میں خود مختار حکومتیں:

معتمد کے عہد میں مشرقی صوبے مرکز خلافت کے ہاتھ سے نکل گئے۔صفاری خاندان کے بانی یعقوب بن لیث نے سیستان میں قدم جمائے طاہریوں کو خراسان سے نکالا اور خود اس علاقے کا حاکم بن گیا جسے ہم عہد حاضر میں ایران کہتے ہیں۔صفاری حکومت 870ء سے 903ء تک قائم رہی۔اس کا چراغ ماوراالنہر کے سامانیوں نے گل کیا جو ماوراالنہر میں طاہریوں سے جانشین ہوئے تھے۔(872ء) اور جنہوں نے صفاریوں کا تختہ اُلٹ دینے کے بعد حدود ہند سے بغداد تک اور صحرائے ایشیا سے خلیج فارس تک حکمرانی کا سکہ چلایا۔سامانیوں کی فرمانروائی کا شیرازہ ماوراالنہر کے ایلک خانیوں نے 999ء میں درہم برہم کیا۔بخارا ان کا مرکز حکومت تھا اور وہ ماوراء النہر کا شغر اور مشرقی تاتاریوں پر حکمران رہے(932ء سے 1165ء تک)۔سامانیوں کے عہد حکومت میں بخارا اسلام کا علمی مرکز رہا۔

## معتضد اور مکتفی (892ء۔908ء):

معتمد علی اللہ کے بعد اس کا بھتیجا معتضد باللہ خلیفہ بنا۔اس کے عہد میں مصر دوبارہ خلافت کے ماتحت آ گیا۔معتضد نے قانون میراث کی اصلاح کی۔اس کے جانشین مکتفی باللہ (902ء۔908ء) نے مصر کو براہ راست قبضے میں لے لیا۔رومیوں کی شکست اور اوالیہ (Adalia) پر یورش کی۔

قرامطہ کی بغاوت (891ء۔906ء)۔ان کیمونسٹ باغیوں نے عرب، شام اور عراق کو پامال کر ڈالا۔مکہ معظمہ پر قبضہ کیا اور حجر اسود کو اُکھاڑ کر لے گئے۔

## زیاری اور آل بویہ:

مکتفی کے بعد مقتدر باللہ (908ء۔932ء) کے عہد میں شمالی افریقہ پر عبیداللہ المہدی فاطمی کا قبضہ

اس نے زیادۃ اللہ کو مصر سے نکالا جو اغلبی خاندان کا آخری حکمران تھا۔ 928ء سے 1024ء تک طبرستان' جرجان' اصفہان اور ہمدان میں زیاریوں کی خود مختار حکومت قائم ہو گئی۔

932ء سے 1055ء تک زیاریوں کی سرپرستی میں آل بویہ کو حاصل عروج ہوا۔ خاندان بویہ کے تین بھائیوں عماد الدولہ' رکن الدولہ اور معز الدولہ نے ایران و عراق کو فتح کر کے آپس میں تقسیم کر لیا۔ خلیفہ مستکفی باللہ نے معز الدولہ کو 945ء میں امیر الامراء کا منصب عطا کیا گیا۔ خلفاء امیر الامراء کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ خاندان بویہ کے حکمرانوں میں کشمکش۔ ان کے مقبوضہ علاقے یکے بعد دیگرے غزنویوں' کردستان کے کاکویہ حکمرانوں اور سلجوقیوں کے قبضے میں چلے گئے۔

## غزنوی سلاطین (962ء۔1186ء):

غزنوی خاندان کا بانی سبک تگین تھا جو الپ تگین کا ترقی غلام تھا۔ خود الپ تگین سامانیوں کا غلام تھا۔ وہ پہلے خراسان میں سامانی افواج کا سپہ سالار اعظم مقرر ہوا۔ پھر اس نے کوہستان سلیمان میں غزنی[1] نام ایک چھوٹی سی ریاست میں خود مختاری حاصل کر لی۔ سبک تگین نے راجپوتوں[2] کو شکست دی اور سامانیوں نے اسے 994ء میں خراسان کی حکومت دے دی۔ اس کا جانشین محمود تاریخ ایشیائے وسطی کی ایک نہایت عظیم الشان شخصیت تھی۔ خراسان کا مالک (1000ء)' ہندوستان پر متعدد حملے۔ اس کا دربار مشہور علماء و شعراء کا مرجع تھا' مثلاً بیرونی' فردوسی' غزنویوں کی حکومت کا تختہ سلجوقیوں نے اُلٹا۔

## 929ء سے 1096ء کا عہد:

اس دوران میں شام و عراق کے اندر چار عرب خاندانوں اور ایک کرد خاندان نے حکومت کی۔

موصل اور حلب (Aleppo) کے حمدانی (929ء۔1003ء)۔ اس خاندان کا سب سے مشہور حکمران سیف الدولہ تھا۔ جس نے مصر کے انشیدیوں سے 944ء میں حلب فتح کیا اور رومیوں کے خلاف کامیابی سے رزم آرا رہا۔ اس کا دربار دسویں صدی میں اسلام کا سب سے شاندار علمی مرکز تھا۔ مشہور عربی شاعر متنبی اسی کے دربار کی زیب و زینت تھا۔ اس خاندان کا بانی عربوں کے قبیلہ تغلب میں سے تھا۔ اس کے مقبوضات فاطمیوں اور خاندان بویہ نے سنبھال لیے۔

حلب کے مرداسی (1023ء۔1079ء) عربوں کے قبیلہ بنو کلاب میں سے تھے۔ یہ فاطمیوں اور خاندان بویہ سے مسلسل جنگیں کرتے رہے۔ ان کا اقتدار موصل کے عقیلی حکمرانوں (996ء۔1096ء) نے ختم کیا۔ جو بنو کعب میں سے تھے۔ یہ حمدانیاں موصل کے جانشین تھے۔ مسلم بن قریش کے ماتحت ان کے

حدود حکومت بغداد سے حلب تک پھیل گئے تھے۔ان کے مقبوضات انجام کار سلجوقیوں کی سلطنت میں ضم ہو گئے۔

دیار بکر کی مروانی حکومت (990ء-1096ء) کا بانی ابوالعلی ابن مروان کرد تھا۔ جو آمد میا فریقین 1 اور حلب پر حکمران تھا۔ یہ حکومت بھی سلجوقی اقتدار کے سیل کی نذر ہوئی۔ حلہ کے مزیدی (1012ء-1050ء) بنو اسد میں سے تھے۔اس خاندان کا چوتھا حکمران سیف الدولہ صدقا تاریخ عرب کا بہت بڑا ہیرو ہے۔ یہ دولت انجام کار زنگیوں کے قبضے میں چلی گئی۔

# اِسلامی سپین

## 1037ء 1492ء

### طوائف الملو کی کا دور (1037ء 1086ء):

اموی خلافت کے کھنڈروں پر جن چھوٹی چھوٹی حکومتوں کی بنیاد پڑی' انھیں طوائف الملو کی کہتے ہیں۔

مثلاً 1۔ مالقہ (Malaga) (1016ء سے) اور جزیرہ الخضرا[1] (1039ء سے) کے بنو حمود۔

2۔ اشبیلیہ (Seville) کے بنو عباد (1031ء سے)۔

3۔ غرناطہ[2] کے بنو زیر (1012ء سے)۔

4۔ قرطبہ[3] کے بنو جہوز (1031ء سے)۔

5۔ طلیطلہ (Toledo) کے بنو ذوالنون (1035ء سے)۔

6۔ بلنسیہ Valencia کے بنو عامر (1021ء سے)۔

7۔ سرقسطہ (Saragossa) کے بنو تجیب اور بنو ہود (1019ء اور 1031ء سے)۔

ان سب میں امتیازی حیثیت بنو عباد کو حاصل تھی۔ زیادہ تر حکومتوں پر انھیں نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہی تھے جنھوں نے الفانسو[4] ششم والی قشتلہ (Castile) کے مقابلے کے لیے مرابطیوں کو افریقہ سے بلایا۔

### مرابطین (1056ء۔1147ء):

مرابطیوں کا خاندان حکومت نسلاً بربری تھا اور اس کی عظمت کا بانی عبداللہ بن تاشفین تھا' جسے سب لوگ ایک بہت بڑا ولی اللہ مانتے تھے۔ مرابطیوں نے پہلے مراکش کو فتح کیا' پھر الجزائر کے ایک حصے پر قبضہ جمایا۔ بعد ازاں بنو عباد کی دعوت پر مسیحیوں کے مقابلے کے لیے ہسپانیہ پہنچ گئے۔ انھوں نے زلاقہ[1] کے مقام پر 1086ء میں الفانسو والی قشتلہ کو خوفناک شکست دی۔ اس کے بعد طلیطلہ اور سرقسطہ کے سوا پورے اسلامی ہسپانیہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

## موحدین (1130ء1249ء):

خاندان موحدین کا سنگ بنیاد بربروں کے مشہور بزرگ محمد بن تومرت نے رکھا[2]۔ اس کے خلیفہ عبدالمومن نے مرابطیوں کی فوج 1144ء میں تباہ کر دی۔ بعد ازاں 1116ء میں مراکش کو مسخر کر لیا۔
1145ء 1150ء میں موحدین نے اسلامی ہسپانیہ پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ پھر 1152ء الجزائر کی تسخیر ہوئی۔ تیونس کی تسخیر 1158ء میں ہوئی۔ آخر ہسپانیہ کے مسیحی بادشاہوں نے موحدین کو تلسہ[3] کے میدان میں 16 جولائی 1212ء میں فیصلہ کن شکست دی۔ اس جنگ کے بعد ہسپانیہ کے مختلف حصوں میں چھوٹی چھوٹی اسلامی حکومتیں باقی رہ گئیں، جن میں سے غرناطہ کے بنونصر (1232ء1492ء) نے مسیحیوں کو سخت مقابلہ کیا، یہاں تک کہ مسیحی حکومتوں کے اتحاد سے بنونصر کی شکست کا بندوبست ہو گیا۔

## سلاطین غرناطہ:

غرناطہ کے بنونصر میں سے پہلا بادشاہ محمد الغالب باللہ الاحمر تھا جو 1232ء میں تخت نشین ہوا اور اس کے جانشین دو سو ساٹھ سال حکمران رہے۔ اس زمانے میں غرناطہ نے علم و فضل اور جاہ و حشمت میں وہی درجہ حاصل کر لیا جو ایک زمانے میں قرطبہ کو حاصل تھا۔ غرناطہ کا مشہور قصر الحمرا اسی خاندان نے تعمیر کیا تھا۔ جو اب تک باقی ہے اور اپنے بانیوں کی عظمت و شوکت کا مرقع دنیا کے سامنے پیش کر رہا ہے۔
ہسپانیہ کی مسیحی ریاستیں مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئی تھیں۔ اسلامی حکومتوں میں کوئی اتحاد نہ تھا اور وہ ایک ایک کر کے مسیحیوں کے تصرف میں چلی گئیں۔
بنونصر کا آخری بڑا بادشاہ سلطان علی ابوالحسن تھا۔ اُس نے اپنے بھائی عبداللہ الزغل کو مطمئن کرنے کی غرض سے مالقہ کو حکومت دے دی۔ اس طرح غرناطہ کی قوت دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ پھر علی ابوالحسن نے ایک مسیحی کنیز ازابلا سے نکاح کر لیا جس کا اسلامی نام زہرہ رکھا گیا۔
سلطان کی ہم خاندان بیگم عائشہ کو اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اب شاید اس کا بیٹا ابوعبداللہ محمد تاج و تخت سے محروم ہو جائے۔ عائشہ اور محمد نے ہم خاندان اُمراء کو ساتھ ملا کر ایسی حالت پیدا کر دی کہ سلطان کو اپنے بیٹے کے حق میں دست بردار ہونا پڑا اور وہ اپنے بھائی عبداللہ الزغل کے پاس مالقہ چلا گیا۔
ادھر مسیحی قوت فرڈی نند شاہ قشتلہ اور ازابلا ملکہ ارغون کے ماتحت ہو چکی تھی۔ ابوعبداللہ محمد کو مقابلے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مالقہ سے والد کو بلایا۔ سلطان علی ابوالحسن اور عبداللہ الزغل دونوں غرناطہ پہنچے۔ مسیحیوں کے مقابلے کا جتنا بندوبست جلدی میں ہو سکتا تھا کیا اور دونوں میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ ابو

عبداللہ محمد نے جنوری 1492ء میں غرناطہ صلح کے ذریعے سے فرڈی ننڈ اور ازابلا کے حوالے کر دیا۔ یوں سات سو اکاسی سال کے بعد ہسپانیہ میں اسلامی حکومت ختم ہوئی۔ قمری حساب سے یہ مدت آٹھ سو چھ سال بنتی ہے۔ (592ھ تا 898ھ)۔

# سلجوقی ترک

## ترکوں کا ظہور و عروج:

سلجوقی ترک غزوں کی ایک شاخ تھے۔ 1037ء میں اُنہوں نے دو بھائیوں طغرل بیگ اور چغر بیگ کی سرکردگی میں خراسان پر حملہ کیا اور غزنویوں کو شکست دی۔ پھر بلخ، جرجان، طبرستان اور خوارزم فتح کر لیے۔ 1056ء میں طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا جہاں اُسے ''سلطان المشرق والمغرب'' کا خطاب دیا گیا۔ رومیوں کے صوبوں کپاڈوشیا اور فرجیا (Phrygia) پر حملہ کیا۔

## الپ ارسلان (1063ء-1073ء):

طغرل کا وارث اُس کا لائق بھتیجا الپ ارسلان ہوا۔ اُس نے جارجیا اور آرمینیا کو مسخر کر لیا۔ پھر قیصر روم دیو جانس رومانوس (Diogenes Romanus) کو 1071ء میں ملاذ کرد[1] کے مقام پر ایسی خوفناک شکست دی کہ ایشیائے کوچک میں رومی سلطنت کے قصر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔

## ملک شاہ (1073ء-1092ء):

ملک شاہ الپ ارسلان کا فرزند تھا۔ اُس کے وزیر نظام الملک جیسا قابل منتظم ایشیائے کوچک نے پیدا نہ کیا۔ نظام الملک علوم کا بھی مربی اور سرپرست تھا۔ اس نے بغداد (نظامیہ) نیز دوسرے بڑے شہروں میں دارالعلوم قائم کیے۔ اس کی سرپرستی میں مشہور شاعر عمر خیام نے تقویم کی اصلاح کی۔ سلجوقیوں کا قبضہ انطاکیہ (Antich) (1084ء) پر نظام الملک کے ہم درس[2] اور فاطمیوں کے داعی حسن بن صباح اسماعیلی کی سرکردگی میں فدائیوں[1] کا ظہور (1090ء) میں ہوا اس نے مازندران میں کوہستان البرز کے مشہور پہاڑی قلعے الموت پر قبضہ کر لیا۔ بعدازاں فدائی شمالی ایران، عراق اور شام کے متعدد پہاڑی قلعوں پر مسلط ہو گئے۔ صلیبی جنگجوؤں نے فدائیوں کی شامی شاخ سے تعلق پیدا کر لیا تھا۔ فدائیوں کے خلاف دو مہموں کی ناکامی کے بعد حسن بن صباح کے آدمیوں نے 1091ء میں نظام الملک کو شہید کر ڈالا۔

## رکن الدین برکیارق:

رکن الدین برکیارق، ملک شاہ کا فرزند 1092ء میں مسند نشین ہوا۔ برکیارق اور اس کے بھائی محمد کے درمیان، ایران و خراسان کے بارے میں خانہ جنگی۔ سلجوقیوں کی مختلف شاخیں سلطنت کے مختلف حصوں

میں عملاً خود مختار بن گئیں۔ اگرچہ مرکزی شاخ کی سیادت برائے نام 1157ء تک برقرار رہی۔

## سلجوقی سلطنت کا شیرازہ:

1187ء میں سلجوقیوں کی مشرقی سلطنت انجام کار خوارزم شاہ کے قبضے میں آ گئی۔ کرمانی سلجوقیوں (1041ء-1187ء) کا تختہ غز ترکمانوں نے اُلٹا۔ سلجوقیانِ شام (1094ء۔1117ء) کی جگہ بوریوں اور ارتقیوں نے حکومتیں قائم کر لیں اور سلجوقیان عراق و کردستان (1117ء۔ 1194ء) کے علاقے خوارزم شاہیوں کے قبضے میں چلے گئے۔ سلجوقیان روم â2 قونیہ) اناطولیہ کے بیشتر حصے پر قابض تھے۔ اُنہوں نے دانشمندی سے کپاڈوشیا کی ریاست پر بھی قبضہ کر لیا۔ لیکن تاتاریوں[3] اور عثمانی ترکوں نے ان سلجوقیوں کو اقتدار سے محروم کر دیا۔

## 1100ء سے 1200ء کے واقعات:

بارہویں صدی میں روم کے سوا سلجوقیوں کی پوری سلطنت فوجی سالاروں کے ہاتھ آ گئی جنہیں اتابک (نائب) کہتے تھے۔ دمشق کے بوری خاندان (1103ء-1154ء) کا بانی طغ تگین تھا۔ عراق و شام میں زنگی خاندان کی حکومت عماد الدین زنگی نے قائم کی، جس کے فرزند نو الدین کو صلیبی جنگجوؤں کے مقابلے میں امتیازی شہرت حاصل ہوئی۔ زنگیوں نے پوری ریاست پر قبضہ کر لیا (1154ء)۔ دیار بکر کے ارتقی خاندان کا بانی ارتق بن اکرب[1] تھا۔ جس کے بیٹوں سکمان اور ایل غازی نے فلسطین کے مسیحی بادشاہوں سے جنگیں کر کے ناموری حاصل کی۔ یہ خاندان 1312ء تک حکمران رہا۔ شاہان آرمینیا (1100ء-1207ء) میں سے پہلا سکمان قطبی تھا۔ اتابکان آذر بائیجان (1136ء-1225ء) کے حکمران خاندان کا بانی ایلدکز تھا، جس کا بیٹا محمد عراق کی سلجوقی سلطنت کا مختار کل رہا۔ سلغری فارس پر (1148ء-1287ء) اور ہزار اسپی لرستان پر (1148ء-1339ء) تک قابض رہے۔ انوشتگین غرجی کے بلک تگین کا تر کی غلام تھا۔ اس کا پوتا اتسز خوارزم کی خود مختار سلطنت کا تاجدار بنا۔ ایک وقت میں خوارزم شاہی سلطنت کے حدود قریباً سلجوقی سلطنت کے برابر پہنچ گئے تھے۔

## 1095ء کے واقعات:

صلیبیوں نے سلطان روم کی سلطنت پر حملہ کر کے انطاکیہ فتح کر لیا اور خوفناک قتل و خونریزی کی۔ یروشلم پر یورش اور قبضہ (1099ء) اور وہاں مسیحی حکومت کا قیام۔ 1109ء تک قیساریہ i(Caesaria) طرابلس الشام[1] صور (Tyre) اور صیدا (Sidon) فتح کر لیے گئے۔ مسلمانوں اور صلیبیوں کے درمیان مسلسل لڑائیاں (مسلمانوں میں فاطمی، بوری، زنگی، ارتقی اور سب سے آخر میں صلاح الدین سلطان مصر شامل ہیں)۔

# صلیبی جنگوں کا آغاز

## مقدمات:

صلیبی جنگوں کے مقدمات یہ ہیں:

(1) گناہوں کے کفارے میں مقامات مقدسہ کی زیارتیں۔ ان زیارتوں کا آغاز قیصر قسطنطین کی والدہ ملکہ ہیلنا کے زمانے سے ہوا 1۔ عربوں نے قدس شریف 2 کو فتح کر لیا (638ء) تو یہ مقدس مقام مسیحیوں اور مسلمانوں کی مشترک زیارت گاہ رہا۔ مقامات مقدسہ (مسیحیہ) پر شارلیمن کا حق حمایت 3 (جسے ہارون الرشید نے 807ء میں تسلیم کیا)، خلیفہ حاکم فاطمی کے ہاتھوں اس کی تنسیخ (1010ء)۔

(2) ہسپانیہ کو مسلمانوں سے واپس لینے کے لیے شارلیمن کی جنگ[4]۔

(3) کلونیائی مذہب 1 کا احیاء اور زیارتوں پر خاص زور۔ یوں زائرین کی تعداد میں مستقل اضافہ (گیارھویں صدی میں صرف ایک سو سترہ زائرین کا علم) مسلمان رواداری سے کام لیتے تھے اور کوئی قابل ذکر روک ٹوک نہ ہوتی تھی۔ سلجوقیوں کے ظہور تک یہ حالت قائم رہی۔

(4) مغربی اسلامی مقبوضات کو مسلمانوں سے چھیننے کے لیے مسیحیوں نے جو لڑائیاں شروع کیں ان کی وجہ سے اسلامی دباؤ کے خلاف یورپ میں رد عمل کا آغاز 2۔ پاپائی امداد سے پیسا (Pisa اٹلی) نے سردانیہ 3 کو مسلمانوں سے واپس لے لیا (تقریباً 1016ء)، ہسپانیہ کی بازیافت کے لیے قشتالہ (Castile) اور ارغون (Aragon) کا اتحاد (1050ء) نارمنوں کے ہاتھوں سقلیہ کی تسخیر 4 (1060ء، 1090ء)۔

## جنوآ اور پیسا:

جنوآ اور پیسا نے افریقہ کی بندرگاہ مہدیہ پر قابض ہو جانے کے بعد مغربی بحیرہ روم میں اقتدار مسلمانوں سے چھین لیا (1071ء)۔ قسطنطنیہ کے قیصر نے ملاذ کرد کی شکست (1071ء) کے بعد پوپ گریگوری ہفتم سے امداد کے لیے اپیل کی[5] اس اپیل پر اہل قسطنطنیہ کی امداد کے کے لیے فوج کی تیاری (1074ء) اور راجر گیسکار (Roger Guiscard) سے اتحاد۔

پوپ اربن دوم (UrbanII) نے قسطنطنیہ کے لیے امداد کو ایک نئی وضع کی مقدس جنگ میں تبدیل کر دیا (ایک نوع کا کلیسائی سامراج)، یہ سب کچھ پاپائیت کی سرپرستی میں ہو رہا تھا، جس میں زندگی کی نئی روح

اور نیا جوش پیدا کر دیا گیا تھا۔

## مذہبی جوش و خروش:

پیاسنزا (Piacenza) کی مذہبی مجلس میں قیصر قسطنطنیہ کی طرف سے اپیل کلرموں (Clermont) کے مذہبی اجتماع میں اربن کی طرف سے دعوت عام۔ اس کا تعلق کلونی کی مذہبی خانقاہ سے رہ چکا تھا اور وہ فرانس کا باشندہ تھا۔ اس نے ہم وطنوں کے روبرو تقریر کرتے ہوئے ان کے شاندار کارنامے بیان کیے۔ مسلمانوں کے ظلم و جور کے افسانے سنائے۔ ساتھ ہی نفع و ترقی کے مواقع کی طرف کھلم کھلا اشارے کیے۔ خود فرانس میں بھی جاگیردارانہ تشدد کی مذمت کی۔ ان تدبیروں سے حاضرین میں بے پناہ جوش و خروش پیدا کر دیا۔ پھر صلیبی یورش کے لیے تیار ہونے والوں میں اپنے ہاتھ سے صلیبیں بطور نشان تقسیم کیں۔



اربن کے دعوتی سفروں اور پیٹر راہب [1] نیز دوسروں نے مغربی مسیحی ممالک میں ہنگامے کا سامان فراہم کر دیا، لیکن سب سے بڑھ کر فرانس اور لورین متاثر ہوئے، جہاں کلونیائی خانقاہ کا اثر زیادہ تھا۔ بڑے بڑے حکمران یا تو پاپائیت سے بگڑ بیٹھے تھے۔ یا خانگی معاملات میں الجھے ہوئے تھے۔ یورپ کے باقی حصے بے پروا تھے، لہٰذا صلیبی مہمیں جس طرح فرانس کی سرپرستی میں شروع ہوئی تھیں، اسی طرح فرانس ہی کی سرپرستی میں جاری رہیں۔

## پہلی صلیبی مہم:

پانچ عوامی مگر بے مقصد گروہوں کا خروج (1096ء)۔ گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے۔ اکثر لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہوتا یا سامیوں کے خلاف شورشیں اٹھتیں۔ ان میں سے صرف دو گروہ (پیٹر راہب کی سرکردگی میں شاید سات ہزار اور والٹر بے درم [2] کی سرکردگی میں شاید پانچ ہزار) ایشیائے کوچک پہنچے اور وہاں تباہی کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ اب نارمن فرانسیسی امراء صلیب کی حمایت میں سرگرم عمل ہوئے اور تین لشکر لے کر مختلف راستوں سے قسطنطنیہ پہنچے۔ اہل لورین بوئیلاں (Bouillon) کے گاڈ فرے (Godfrey) اور اس کے بھائی بالڈون کی سرکردگی میں، ہنگری کے راستے، پراونس کے باشندے کونٹ ریمان (Count Raymond) ساکن طولوز اور پوپ کے نائب ایڈہیمار ساکن پوئی (Adhemar of Puy) کے زیر قیادت البیریا کے راستے۔ نارمن لشکر کا سردار بوہی منڈ (Bohemund) ساکن اترانتو تھا جو درازو کے راستے آیا۔ اس آخری لشکر نے کچھ سفر خشکی میں کیا اور کچھ سمندر میں۔ ان تینوں لشکروں کی مجموعی تعداد شاید

تیس ہزار تھی۔

قسطنطنیہ کا شہنشاہ ایلکسی اس کامنی نس (Alexius Comnenus) امید لگائے بیٹھا تھا کہ یورپ سے تنخواہ دار فوجیں آئیں گی۔ وہ صلیبیوں کی پیشوائی کے لیے بالکل تیار نہ تھا۔ لیکن اس نے سب کے لیے خوراک اور بدرقے کا انتظام کر دیا۔ جن صلیبیوں نے لوٹ مار کی انھیں سزائیں بھی دیں۔ ساتھ ہی لشکروں کے سرداروں سے حلف وفاداری اٹھوایا، تاکہ سلطنت کا حق ان پر قائم رہے۔ ریمان نے حلف اٹھانے سے انکار کر دیا۔

## مسلمانوں کی کیفیت:

مسلمانوں نے صرف شام میں فوج رکھ چھوڑی تھی اور مقامی آبادی دل سے ان کی حامی نہ تھی۔ ایشیائے کوچک میں اسلامی اتحاد ملک شاہ سلجوقی کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو چکا تھا (1092ء)۔ شام سیاسی، نسلی اور مذہبی اختلافات کا شکار تھا (سنیوں اور شیعوں کے درمیان اختلافات، نیز فاطمیوں نے 1098ء میں یروشلم کو شیعوں کے قبضے سے چھین لیا تھا)۔

## دوسری اور تیسری مہمیں:

صلیبی جنگوں میں سے دوسری مہم (1147ء-1149ء) اور تیسری مہم (1189ء-1192ء) کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ سلجوقیوں کے بعد صلیبیوں کے خلاف قوت کی تنظیم اور مقابلے کا زبردست آغاز زنگی حکمرانوں سے ہوا جن میں سے سلطان نور الدین محمود (1146ء-1173ء) بطور خاص قابل ذکر ہے۔ پھر یہ کام سلطان صلاح الدین ایوبی نے سنبھال لیا (1173ء-1193ء) جو ابتداء میں نور الدین محمود کی جانب سے مصر کا گورنر تھا۔

صلاح الدین نے پیش قدمی شروع کی (1184ء)۔ فلپ دوم شاہ فرانس اور ہنری دوم شاہ انگلستان کو یروشلم کا تاج پیش کیا گیا، دونوں نے انکار کیا، لیکن صلاح الدین کے مقابلے کے لیے خاص ٹیکس لگا کر رعایا سے روپیہ وصول کر لیا۔ آخری جنگیں (1187ء-1189ء)، یروشلم پر صلاح الدین کا قبضہ (1187ء)۔ عیسائیوں نے فتح یروشلم کے بعد مسلمانوں پر سخت ظلم کیے تھے۔ صلاح الدین نے عیسائیوں سے بے حد شفیقانہ سلوک کیا۔ اس کے بعد عیسائیوں کے پاس صرف چند شہر رہ گئے، مثلاً انطاکیہ، صور، طرابلس الشام، عکہ وغیرہ۔

تیسری مہم کے لیے بھی عیسائیوں نے خاص اہتمام کیا۔ اس میں رچرڈ اول شاہ انگلستان اور فلپ دوم

شاہ فرانس خود شریک ہوئے۔ دونوں کے درمیان اختلافات۔ صلاح الدین نے عکہ فتح کر لیا (1191ء)۔فلپ واپس۔رچرڈ نے صلاح الدین سے مصالحت کر لی(1192ء)رچرڈ کی ہمشیرہ جونا کا نکاح سلطان الدین کے بھائی سے۔سلطان عیسائیوں کو یافا اور عکہ کے درمیان تھوڑا سا علاقہ اور یروشلم تک راستہ دے دیا۔

اس کے بعد بھی کئی مرتبہ صلیبی مہمیں بھیجی گئیں،لیکن ان کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں۔

# بغداد اور مصر

## تاتاریوں کی یورش:

منگولیا کے متفرق گروہوں کو تموجین نے متحد کر کے ایک خوفناک طاقت بنا دیا اور خود چنگیز خان کا لقب اختیار کیا۔ اس کے ماتحت تاتاری[1] فتوحات کا سلسلہ دور دور تک پہنچ گیا۔ چنگیز خان نے دنیائے اسلام کے اکثر بڑے بڑے شہر برباد کر ڈالے، مثلاً بخارا، سمرقند، مرو، نیشاپور، ہرات، اور بہت وسیع سلطنت کا مالک ہو گیا جس میں شمالی چین،، شمالی ایران، آذربائیجان اور جارجیا بھی شامل تھے۔ پھر اس کے جانشینیوں نے ایران، عراق، تبت، چین، ایشیائی روس اور مشرقی و جنوبی یورپ میں بھی اپنی حکومتیں قائم کر لیں۔ ان میں سے ایران جو سلطنت قائم ہوئی وہ ایل خانی کہلاتی ہے۔ اس کا بانی چنگیز خاں کا پوتا ہلاکو تھا۔

## بغداد کی تباہی: (1258ء)

ہلاکو کا حملہ بغداد پر۔ فتح کے بعد شہر کو لوٹا۔ عباسی خاندان کے آخری خلیفہ معتصم باللہ کو قتل کرا دیا۔ بے شمار لوگ مارے گئے۔ صدیوں کی جمع کی ہوئی دولت فاتحوں کے ہاتھ آئی۔ بڑے بڑے کتب خانے تباہ کر ڈالے گئے۔ درسگاہیں ویران ہو گئیں۔ جو شہر پانچ سو سال تک علم و فضل اور جاہ و حشمت کا سب سے بڑا مرکز چلا آتا تھا، وہ اپنی عظمت کا مرثیہ بن کر رہ گیا۔

## مصر میں خلافت کا احیاء:

تاتاریوں نے شام پر حملہ کیا اور حلب لے لیا۔ مصر کے مملوکوں نے سلطان بیبرس کی سرکردگی میں تاتاری فوجوں کو عین جالوت کے مقام پر شکست فاش دی (1260ء)۔ اس کے بعد تاتاریوں کی پیش قدمی رک گئی اور مصر انکے دستبرد سے محفوظ ہو گیا۔ یہی ملک اسلامی ثقافت کا آخری مامن رہ گیا۔

بیبرس نے عباسی خاندان کے ایک فرد احمد ابوالقاسم کو قاہرہ بلا کر خلافت کا احیاء کیا اور اسے مستنصر کے لقب سے خلیفہ بنایا گیا۔

ایران کے ایل خانی حکمرانوں میں سے آخری کا نام نوشیرواں تھا (1344ء-1349ء)۔ اس کے بعد مختلف حصوں کی حکومتیں متفرق خاندانوں نے سنبھال لیں۔

## مصر کی اسلامی حکومتیں:

جو خاندان حکمران رہے ان کی اجمالی کیفیت یہ ہے:

(1) طولونی خاندان (768ء-905ء) (2) اخشیدی خاندان (935ء-969ء)

یہ دونوں خاندان مصر کے علاوہ شام پر بھی حکومت کرتے رہے۔

## فاطمی خاندان: (968ء-1171ء)

یہی خاندان ہے جس کے ماتحت مصر اسلامی ثقافت کا شاندار مرکز بن گیا۔ یہ خاندان حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (بنت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اولاد ہونے کا مدعی تھا۔ ان کے عروج کی ابتداء یوں ہوئی کہ 894ء کے قریب بربروں میں یمن سے اسماعیلی شیعیت کے لیے دعوت کا سلسلہ جاری ہوا۔ ایک اسماعیلی داعی ابوعبداللہ نے کتامہ قبیلے کو اپنا ہم نوا بنالیا اور 1909ء میں اغلبی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ امام غائب اسماعیل کی اولاد میں سے عبداللہ بروئے کار آگیا اور وہ مہدی کے لقب سے قیرواں میں خلیفہ بن گیا (910ء)۔ 912ء میں عبداللہ نے ادریسیوں کی حکومت ختم کردی لیکن تسخیر مصر کی سعی ناکام رہی۔

## القائم اور المنصور:

عبیداللہ مہدی کا بیٹا القائم 734ء میں مسند نشین ہوا۔ اس نے بار بار شکستیں کھائیں۔ بالآخر ابویزید مخلد خارجی نے دارالحکومت میں اس کا محاصرہ کرلیا۔ القائم کے فرزند المنصور نے ابویزید کو فیصلہ کن شکست دی (947ء)۔ اس کے عہد میں شمالی افریقہ، صقلیہ اور کیلبر یا فاطمیوں کے زیر نگیں آگئے لیکن مراکش پر ہسپانیہ کے اموی حکمران قابض ہوگئے۔

## المعز، العزیز اور الحاکم:

المنصور کا فرزند المعز 952ء میں خلیفہ بنا۔ اس نے مراکش کو دوبارہ فتح کرلیا اور رومیوں کے آخری عساکر صقلیہ سے نکال دیئے (966ء)۔ تسخیر مصر (968ء)۔ فاطمی مرکز حکومت مہدیہ کے بجائے قاہرہ میں منتقل ہوگیا، جس کی بنیاد 969ء میں رکھی گئی۔ المعز کے بیٹے العزیز نے شام کے علاوہ عراق کا بھی کچھ حصہ فتح کرلیا اور وہ دریائے فرات سے اٹک تک حکومت کرتا رہا (975ء-996ء)۔ العزیز کا فرزند الحاکم (996ء-1020ء) عام طور پر دیوانہ سمجھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے آپ کو خدا بتایا۔ شیعیت کو

مصر کا عام مذہب قرار دینے کی کوشش کی۔ الحاکم کی خدائی کا عقیدہ اب صرف شام کے دروزیوں میں موجود ہے۔

## الظاہر، المستنصر اور المستعلی:

الظاہر (1020ء-1035ء) کے عہد سے فاطمیوں کا زوال شروع ہوا۔ شام کا بڑا حصہ چھن گیا۔ مستنصر (1035ء-1094ء) کے عہد میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے فاطمیوں کی اطاعت کا حلقہ اتار دیا (1047ء) اور شمالی افریقہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس خلیفہ کی وفات پر اس کے دو بیٹوں نزار اور احمد کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔ نزار نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ احمد المستعلی کے لقب سے خلیفہ بنا (1094ء-1101ء)۔ یروشلم پر صلیبیوں کا قبضہ (1099ء)۔ فاطمی حکومت کا اثر و اقتدار زائل ہوتا رہا۔

1167ء میں سلطان نور الدین زنگی نے اپنے ایک سالار شیرکوہ کو فاطمی خلیفہ العاضد کی امداد کے لیے مصر بھیجا۔ شیرکوہ نے وزارت کا منصب سنبھال لیا۔ وہ فوت ہوا تو اس کا بھتیجا صلاح الدین وزیر بنا۔ وہ سلاطین کے ایوبی خاندان کا بانی ہوا۔

## ایوبی خاندان: (1169ء-1250ء)

صلاح الدین پہلے سلطان نور الدین کے نائب کی حیثیت میں حکمران رہا۔ سلطان نور الدین کی وفات (1173ء) پر خود مختار بن گیا اور مصر میں اپنی حکومت کی بنیادیں مستحکم کیں، پھر نوبیا کے ایک حصے کے علاوہ حجاز اور یمن بھی فتح کر لیے۔

صلاح الدین کے ہاتھوں طرابلس الغرب سے نارمنوں کا اخراج (1172ء)، شام پر حملہ اور دمشق کی تسخیر (1174ء)، حلب پر قبضہ (1173ء)، موصل پر قبضہ اور عراق کی تسخیر (1185ء-1186ء)، حطین کی جنگ (1187ء) اور یروشلم کی صلیبی بادشاہی کا خاتمہ۔ تیسری صلیبی مہم کے مقابلے میں مقبوضات کا دفاع (1190ء-1193ء)۔

# سلطنتِ عثمانیہ

## 1300ء 1481ء

### ابتدائی دور:

وسط ایشیا میں ترکوں کے وجود کا سراغ کم از کم چھٹی صدی مسیحی تک لگایا جا سکتا ہے۔(ارحانی کتبات جن میں 630ء-680ء) تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں)۔ ان ترکوں کو جن کا تعلق غز قبیلے سے تھا 745ء میں اویغوروں نے فتح کر لیا اور 840ء تک حکمران رہے۔ پھر اویغور کر غزوں کے ہاتھوں مسخر ہو گئے، جو مغربی سمت سے آئے تھے۔ نویں اور دسویں صدی میں ترک حلقہ بگوش اسلام بنے۔ گیارہویں صدی میں انھوں نے جنوبی و مشرقی روس اور ایران میں پیش قدمی کی اور رومی سلطنت پر حملے شروع کر دیے۔ ترکوں کو سلجوقی شاخ نے 1055ء میں بغداد لے لیا۔ بعد کی دو صدیوں میں اناطولیہ اور مشرق وسطیٰ میں ایک عظیم الشان سلطنت کی بنیادیں استوار کر دیں۔ 1243ء میں تاتاریوں نے کوئی داغ کے مقام پر سلجوقیوں کو شکست دی اور اناطولیہ پر اپنی سیادت قائم کر لی۔ متعدد علاقوں میں مقامی حکمران خاندانوں کا ظہور، خصوصاً بحیرہ ایجیہ کے ساحل پر۔ ترکوں نے نیم افسانوی قائد و سردار طغرل کے انتقال کا روایتی سال 1289ء ہے۔ وہ رومی سلطنت کی سرحد پر ایک حفاظتی گارد کے طور پر مقیم تھا۔

### عثمان اول:(1290ء-1326ء)

یہی سلطان سلطنت عثمانیہ کا روایتی بانی ہے۔ اس نے اپنے والد کا شروع کیا ہوا کام جاری رکھا۔ رومی سلطنت سے کچھ علاقے چھین کر اپنے حلقہ اقتدار میں بلقان بھیج دیا تھا، اس وجہ سے وہ اناطولیہ میں کمزور ہو چکے تھے۔ ترک عام تصور کے خلاف زیادہ مہذب اور کم خانہ بدوش تھے۔ ایسی شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عثمان کے پاس نہایت منظم لشکر تھے۔ (’گنجی‘ ایک نیم مذہبی اور غالباً تجارتی فوجی سوسائٹی)۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کی پیش قدمی نے براہ راست فتوحات کی بجائے تدریجی تداخل کی شکل اختیار کی۔ بروصہ کا محاصرہ (1317ء-1326ء)۔ رسد کی بندش سے مجبور ہو کر شہر نے اطاعت قبول کر لی۔

## ارخان اول: (1326ء-1329ء)

عثمانی ترکوں کا پہلا، حکمران، جس کے مصدقہ ظاہراسی نے سلطنت کی تنظیم کی۔ رومیوں نے شاہنشاہ اینڈرو نیکس کی سرکردگی میں مال تیپ (Maltepe) کے مقام پر ترکوں سے شکست کھائی (1329ء)۔ نیقیہ[1] پر ترکوں کا قبضہ (1331ء)۔ شہنشاہ جان کنتا کوزین (Cantacuzane) نے ملکہ آنا (Anna) کے خلاف ترکوں سے امداد طلب کی اور 1345ء میں ترک سمندر کو عبور کر کے پہلی مرتبہ یورپ میں پہنچے۔ سلطان ارخان نے کنتا کوزین کی بیٹی تھیوڈورا سے شادی کر لی۔ 1349ء میں کنتا کوزین نے تیسری مرتبہ ترکوں کو سروی فاتح سٹیفن دوشان کے خلاف امداد کے لیے طلب کیا۔ اس کے بعد گیلی پولی میں ترکوں کی پہلی نو آبادی (1354ء بمقام ازمپی (Izympe) ساحل گیلی پولی) پھر وہ تیزی سے تھریس میں پھیل گئے ارخان کی وفات تک سلطنت کا انتظام بہت اعلیٰ پیمانے پر پہنچ چکا تھا۔ عثمانی سکے رائج ہو چکے تھے اور رومی[2] شہنشاہوں کے لیے ترک سلطانوں کا احکام ماننے کے سوا چارہ نہ رہا تھا۔

## سلطان مراد اول: (1359ء-1389ء)

ادرنہ[3] پر قبضہ (1365ء)۔ سلطان مراد نے بروصہ کی جگہ ادرنہ ہی کو دارالحکومت بنالیا۔ (1366ء)۔ ینی چری[4] فوج کی تنظیم (تاریخ آغاز تنظیم غیر یقین)۔ یہ فوج ابتداء میں اسیران جنگ پر مشتمل ہوتی تھی۔ بعدازاں اس میں مسیحی نوجوان شامل ہونے لگے۔ ترکوں سے اگوسا کا تجارتی معاہدہ اور وعدہ ادائے خراج (1365ء)۔ سیوائے کے امادی اس (Amadeus) کی صلیبی مہم (1366ء)۔ گیلی پولی پر قبضہ کیا لیکن جلد دست برداری پر مجبور ہو گیا۔ ہنگری کے لوئس کی کامیابی ویڈین (Vidin) کے مقام پر۔ کوہستان بلقان تک بلغاریا کی تسخیر (1369ء-1372ء)۔ بلغاریا کا حکمران شیش مان ترکوں کا باجگزار بن گیا۔ دریائے مارتزا کے کنارے سرنومن (Cernomen) کے مقام پر ترکوں کے ہاتھوں سرویوں کی شکست (1371ء)۔ مقدونیا کی تسخیر، البانیا اور یونان پر ترکتازیں۔ رومیوں کے معاملات میں ترکوں کی مسلسل مداخلت۔ صوفیہ (دارالحکومت بلغاریا) پر ترکوں کا قبضہ (1385ء)۔ نش (Nish) پر قبضہ۔ سرویا کا حاکم لزار ترکوں کا باجگزار بن گیا۔ جنوآ[1] کا معاہدہ سلطان مراد سے (1387ء)۔ وینس کا معاہدہ (1388ء)۔ جنگ قوصوہ[2] 20 جون 1389ء (روایتی تاریخ 15 جون)۔ سلطان مراد نے اس جنگ میں سرویا، بلغاریا، ولاشیا اور البانیا کی متحدہ طاقت کو ہزیمت دی۔ لزار جنگ میں مارا گیا۔ ایک سروی نے سلطان کو بعداز جنگ شہید کر دیا[3]۔

## سلطان بایزید اول: (1389ء-1402ء)

تخت نشین ہوتے ہی بایزید نے حکم دے دیا کہ اس کے بھائی یعقوب کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ اہل سرویا سے نرمی کا برتاؤ انوطولیہ پر بایزید کی توجہ۔ وہاں کی ممتاز امارت قرامان (Karaman) پر یورش اور اس کی تسخیر (1391ء)۔ متعدد دوسری امارتوں کو جنگ کے بغیر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ 1395ء میں سلطنت عثمانیہ کی حد سیواس تک جا پہنچی۔

قسطنطنیہ کا پہلا ترکی محاصرہ (1391ء، 1398ء)۔ بایزید (قسطنطنیہ وغیرہ میں) جسے چاہتا تخت پر بٹھاتا، جسے چاہتا معزول کر دیتا اور بھاری نذرانے وصول کرتا۔

نکوپولیس کی صلیبی مہم (1396ء) جس کا سر عسکر ہنگری کا جسمنڈ (Sigismund) تھا۔ بلقان کے تمام حکمران، فرانس، جرمنی اور انگلستان کے فوجی سردار، رومہ اور ایوی نان[1] کے پوپ اس مہم کے حامی اور یاور تھے۔ وینس اور جنوآ نے فریقین سے گفت وشنید جاری رکھی۔ فوجی سردار بڑی شان وشوکت سے بوڈا کے مقام پر جمع ہوئے اور دریائے ڈینیوب کے کنارے کنارے پیش قدمی شروع کی۔ ساتھ ساتھ قتل و غارت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ 25 ستمبر کو نکوپولیس سے چار میل جنوب میں ترکوں کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوئی۔ مسیحی سردار تمام نیک مشوروں کو پس پشت ڈالتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ ابتدء میں انھیں کسی قدر کامیابی بھی ہوئی۔ پھر کاملاً مغلوب ہو گئے۔ ان میں سے بہتیرے پکڑے گئے۔ فریقین میں سے ہر ایک کی فوجیں تقریباً بیس بیس ہزار تھیں۔

ترکوں کا حملہ یونان پر (1397ء)۔ وہ کارنتھ تک بڑھتے چلے گئے، اگر چہ ایتھنز پر قبضہ نہ کیا۔ تیمور کا حملہ اناطولیہ پر (1400ء)۔ سیواس پر قبضہ۔ بایزید کی اشتعال انگیز روش۔ جنگ انگورہ (موجودہ انقرہ) 20 جولائی 1402ء۔ بایزید کے بہت سے باجگزاروں نے بے وفائی کی اور اسے چھوڑ دیا۔ تیمور کے ہاتھوں شکست فاش اور اسیری۔ تیمور نے متعدد پرانی امارتیں بحال کر دیں۔ نیقیہ اور بروصہ کی طرف پیش قدمی۔ سلطنت عثمانیہ کا شیرازہ بکھرنے کے قریب پہنچ گیا۔ بایزید کے بیٹوں میں تخت نشینی کے لیے جھگڑے۔

## شہزادوں کی آویزش:

محمد نے اپنے بھائی موسیٰ کو شکست دی (1402ء) اور آبائی سلطنت کے جو ایشیائی علاقے باقی رہ گئے تھے، انھیں سنبھال کر بیٹھ گیا (اناطولیہ سے تیمور کی مراجعت 1403ء)۔ شہزادہ سلیمان یورپی مقبوضات کا حاکم بن گیا۔

سلیمان نے اناطولیہ پہنچ کر محمد کو پہاڑوں میں بھگا دیا (1405ء)۔ جن امارتوں کو تیمور نے بحال کیا تھا، ان میں سے اکثر دوبارہ مسخر کر لی گئیں۔ سلیمان یورپ چلا گیا تو محمد نے پھر اناطولیہ پر قبضہ کر لیا اور موسیٰ کو ولاشیا بھیج دیا کہ شمالی سمت سے سلیمان یورش کرے (1406ء)۔ موسیٰ نے ادرنہ لے لیا۔ بعد ازاں سلیمان سے شکست کھائی (1410ء)۔ پھر سلیمان اناطولیہ پہنچا لیکن گرفتار ہو گیا اور اسے گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔ اس کی جگہ موسیٰ یورپی مقبوضات کا حاکم بن گیا۔

## محمد اول: (1413ء-1421ء)

آخر محمد یورپ گیا۔ موسیٰ کو شکست دے کر قتل کر دیا اور پوری سلطنت پر اپنا اقتدار بحال کر لیا۔ تاریخ میں وہ محمد اول کے لقب سے مشہور ہے۔ اس نے اپنی توجہ استحکام اقتدار پر مبذول رکھی۔

وینس سے پہلی جنگ (1416ء)۔ یہ جنگ دراصل بحیرہ ایجہ میں ترکوں کی سرگرمیوں کے باعث چھڑی۔ وینس کے حاکم لوریڈانو (Loredano) نے گیلی پولی کے باہر ترکی بیڑا تباہ کر دیا۔ محمد نے عقل مندی سے کام لیتے ہوئے صلح کر لی۔

## مراد ثانی: (1421ء-1451ء)

مصطفیٰ نامی ایک شخص نے مراد کی فوجوں کو ادرنہ کے قریب شکست دی (1423ء) لیکن اناطولیہ سے اسے کوئی امداد نہ ملی۔ یہ شخص اپنے باپ کو سلطان بایزید اول کا بیٹا بتاتا تھا[1] اور قسطنطنیہ کا بادشاہ مینوئل دوم (MENUELII) اس کا حامی تھا۔ انجام کار مصطفیٰ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔ مراد نے انتقاماً قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا، لیکن جلد پیچھے ہٹ گیا۔ حکومت وینس نے یونانیوں کے ساتھ مل کر ترکوں کے خلاف متحدہ محاذ بنا لیا اور اس سلسلے میں سالونیکا (Saloniki) یونانیوں سے لے لیا۔

## وینس اور ترکوں کی جنگ: (1425ء-1430ء)

وینس اور ترکوں میں جنگ چھڑ گئی۔ ترکی بیڑے نے بحیرہ ایجہ میں وینس کے تمام بحری مراکز تباہ کر ڈالے اور 1430ء میں سالونیکا پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد البانیا اور ایپرس (Epirus) کے بڑے حصے پر تسلط۔ اس اثناء میں حکومت وینس کو میلان (Mialn) سے جنگ پیش آ گئی، لہٰذا اس نے ترکوں سے صلح کر لی۔

## ترکوں کے خلاف متحدہ محاذ:

ترکوں نے ہنگری پر حملہ کیا (1442ء) لیکن جان ہنیاڈی (John Hunyadi) نے جو ایک سرحدی امیر تھا انھیں شکست دی۔ اس کی اصل مشتبہ ہے کہ لیکن ترکوں کے خلاف لڑنے والوں میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔ اب پوپ نے مسیحی قوتوں کو ترکوں کے خلاف متحد کر کے ایک صلیبی مہم کا انتظام کر دیا۔ اس محاذ میں ہنگری، پولینڈ، بوسنیا، ولاشیا اور سرویا شامل تھے (1443ء)۔ ہنیاڈی ان کا سپہ سالار تھا۔ نش پر قبضہ اور صوفیہ پر پیش قدمی۔ مراد نے ہنگری کے ولاڈسلاف (Vladislav) کے ساتھ دس سال کے لیے متارکہ کر لیا جو متارکہ زیجی ڈین (Szegedin) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے رو سے سرویا کو آزادی دے دی گئی اور ولاشیا ہنگری کے حوالے کر دیا گیا۔

## جنگ وارنا: (1424ء)

1444ء میں مراد اپنے بیٹے محمد کے حق میں بہ طیب خاطر تاج وتخت سے دست بردار ہو گیا۔ محمد کی عمر اس وقت چودہ سال کی تھی۔ شاہ ہنگری نے پوپ کی انگیخت پر متارکہ توڑ دیا اور جنگ از سر نو شروع کر دی (ستمبر 1444ء)۔ متحدہ مسیحی فوج بلغاریہ میں سے ہوتی ہوئی وارنا[1] پہنچی، جہاں سے وینس کے جہاز اسے قسطنطنیہ پہنچانے والے تھے۔ لیکن وینس کا بیڑا گیلی پولی میں ٹھہرا رہا اور اس نے سلطان مراد کو اناطولیہ سے یورپ جاتے ہوئے بھی نہ روکا۔ مراد نے پھر تاج وتخت سنبھال لیا اور متحدہ مسیحی لشکر کو وارنا کے مقام پر شکست فاش دی (10 نومبر 1444ء)۔ ولاڈسلاف اس جنگ میں مارا گیا۔

17 اکتوبر 1448ء کو قوصوہ میں دوسری مرتبہ لڑائی ہوئی۔ اس میں سلطان مراد نے ہنیاڈی کو ہزیمت دی جو دوبارہ سرویا پر حملہ آور ہوا تھا۔

## سلطان محمد ثانی (فاتح): (1451ء-1481ء)

تخت نشینی کے وقت سلطان محمد کی عمر اکیس سال کی تھی۔ اس نے تعلیم غیر معمولی طور پر اچھی پائی تھی اور ابتدائی دور کے ترک سلاطین کی طرح یہ اعلیٰ علمی مذاق کا آدمی تھا۔ شروع ہی سے اس کی توجہ فتح قسطنطنیہ پر جمی ہوئی تھی۔ اس لیے کہ ترکوں کے خلاف تمام سازشوں کا مرکز یہی شہر تھا۔ سلطان محمد نے رومیلی حصار (حصار یورپ) کو مکمل کیا جو آبنائے باسفورس کے کنارے اس مقام پر تھا جہاں یہ آبنائے بہت تنگ تھی۔ یہ قلعہ اناطولی حصار (قدیم ایشیائی حصار) کے عین بالمقابل واقع تھا[2]۔ اس حصار کی تکمیل کے بعد یورپ اور اناطولیہ کے درمیان آمد ورفت کا سلسلہ محفوظ ہو گیا۔ قسطنطنیہ کے وسائل بہم رسانی اشیاء بھی قبضے میں آ گئے۔

قلعے کی تعمیر ہی پر قسطنطنیہ کے بادشاہ قسطنطین سے جنگ چھڑ گئی۔

## قسطنطنیہ کا محاصرہ اور فتح فروری۔مئی 1453ء:

قسطنطنیہ کی آبادی بہت گھٹ گئی تھی اور شہر میں زیادہ ساز و سامان نہ تھا۔ قسطنطین کے پاس صرف دس ہزار جنگجو تھے۔ چونکہ اس نے مشرقی اور مغربی کلیساؤں کو از سر نو متحد کرنے کی کوشش کی تھی، اس لیے عوام میں وہ ہر دلعزیز ہو چکا تھا۔ وینس اور جنوآ کی حکومتوں نے اسے کسی قدر امداد دی، لیکن اس کے دفاع کا انحصار بڑی حد تک شہر کی زبردست فصیلوں پر موقوف تھا۔ ترکوں نے شہر کے باہر ایک لاکھ ڈیڑھ لاکھ کے درمیان فوج جمع کر لی۔ ان کے پاس خاصا طاقتور بیڑا تھا۔ لیکن اسے شاخ زرین (Golden Horn) میں داخل ہونے سے ایک آہنی زنجیر مانع تھی۔ ترکوں کا سب سے کارگر حربہ بھاری توپخانہ تھا، جو ہنگری کے ایک غدار اربن (Urban) نے سلطان محمد کے لیے تیار کرایا تھا۔ فصیلوں پر مسلسل گولہ باری شروع ہو گئی لیکن مدافعین ہر شگاف کی مرمت کر لیتے۔ آخر سلطان محمد نے ستر ہلکے جہاز بنوائے اور باسفورس سے انھیں خشکی پر کھینچتے ہوئے شاخ زرین میں پہنچا دیا۔ اس طرح مدافعین کی توجہ دو طرف بٹ گئی۔ 29 مئی کو ترکوں نے باب روما نوس (Romanus) پر زبردست حملہ کیا اور بزور شہر میں داخل ہو گئے۔ افراتفری میں قسطنطین مارا گیا لیکن مدافعین کا بڑا حصہ وینس اور جنوآ کے جہازوں پر سوار ہو کر بچ نکلا۔ شہر کو تین روز تک لوٹنے کی اجازت دے دی گئی۔

سلطان محمد نے پہلے قسطنطنیہ میں ترکوں کو آباد کرنا چاہا۔ اس میں حسب مراد کامیابی نہ ہوئی تو یونانیوں اور دوسرے مسیحیوں کو لا کر بسایا۔ یہ زیادہ تر اہل حرفہ تھے۔ اس نے یونانی اسقف اعظم کو سلطنت کے مسیحیوں پر خاصے مذہبی اور سول اختیارات دے دیئے۔ اسی طرح کچھ مدت بعد ارمنی اسقف کو ارمنوں پر اختیارات مل گئے۔

قسطنطنیہ (استنبول) تھوڑی دیر بعد ترکوں کا مرکز حکومت بن گیا۔ گرجاؤں کو مسجد میں منتقل کر لیا گیا (خصوصاً ایا صوفیا کو)۔ سلطانی محل تعمیر ہوئے۔ (قدیم سرائے 1458ء میں مکمل ہوئی اور جدید سرائے 1467ء میں)۔ مرکز حکومت کے استحکام کے بعد سلطان محمد نے پورا انتظامی ڈھانچہ مکمل کیا۔ درباری آداب یونانیوں سے مستعار لیے گئے۔ اگرچہ اصل ادارے اساس کے اعتبار سے ترکی تھے۔

### مزید فتوحات:

سلطان محمد نے بلغراد کا محاصرہ کر لیا (1456)۔ ہنیاڈی نے بار بار یورشوں کے بعد محاصرہ اٹھوا دیا

لیکن وہ کچھ دیر بعد فوت ہو گیا (اگست)۔ اس کے بعد سلطان محمد نے سرویا (1456ء-1458ء) بوسنیا اور ہرزی گونیا (1458ء-1461ء) فتح کر لیے۔ طبقہ بالا کے اکثر اشخاص حلقہ بگوش اسلام بن گئے۔ 1461ء میں ترکی بیڑے نے بحیرہ ایجہ میں جنوآ کے زیادہ تر مراکز پر قبضہ کر لیا۔ ایک ترکی لشکر نے موریا کو پامال کر ڈالا۔ وہاں کے آخری حکمرانوں کو حکومت سے ہٹا دیا گیا۔

البانیا میں سکندر بیگ (جارج کیسٹریوٹا) (George Castriota) کے خلاف مہم (1456ء-1463ء)۔ یہ ایک فوجی سردار تھا جس نے ترکی دربار میں تربیت پائی تھی لیکن 1443ء میں دربار سے نکل بھاگا۔ یہ شخص 1458ء تک نیپلز کے حکمران الفانسو کا تنخواہ دار رہا۔ پھر اس نے وینس سے رشتہ جوڑ لیا۔ اگرچہ پے در پے شکستیں کھائیں لیکن اس نے کرویّا (Kroia) کی پناہ گاہ سے مزاحمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس کی وفات (1467ء) پر البانیا کو تیزی سے مسخر کر کے سلطنت میں شامل کر لیا گیا۔

## وینس اور ترکوں کی پہلی بڑی جنگ: (1463ء-1479ء)

جنگ کا سبب یہ ہوا کہ ترک وینس کی تجارت میں مداخلت کرنے لگے۔ نیز یونان اور البانیا کے سواحل پر وینس کے تجارتی مرکزوں کو ترکوں کی طرف سے خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ یونانی علم و ادب کے رسیا پوپ آئی قیاس سلوئیس (Aeneas Silvius) (پاس دوم) (Pius II) نے ایک صلیبی مہم منظم کرنے کی کوشش کی اور ہنگری وینس کا معاون بن گیا۔ لیکن بہت تھوڑی اور متفرق امدادی فوج انکونا (Ancona) کے مقام پر جمع کی جا سکی۔

ترکوں نے ڈیلینیٹیا (Dailinatia) پر ترکتاز کی اور کروایشیا (Croatia) پر حملہ کر دیا (1468ء)۔ جولائی 1470ء میں ترکوں نے ایک زبردست بیڑا تیار کیا اور نیگرو پونٹ (Negroponte) یوبوئیا (Euboea) میں فوج اتار کر اسے وینس سے چھین لیا۔ وینس نے خود اناطولیہ کے سواحل پر حملے کیے اور ایرانیوں کو ترغیب دی کہ وہ ترکوں پر یورش کریں۔ ایرانیوں نے ارزنجان کے مقام پر شکست کھائی (1473ء)۔

(1477ء-1478ء) ترکوں نے البانیا میں کروشیا، الیسیو (Alessio) اور ڈریوسٹو (Drioasto) فتح کر لیے۔ سقوطری کا دو مرتبہ محاصرہ ہوا اور ترکی فوجیں وینس کے بیرونی حصوں تک جا پہنچیں۔ حکومت وینس نے سقوطری اور دوسرے البانوی مراکز سے دست برداری اختیار کر لی لیکن ڈلسگنو (Dulcigno)، انٹی واری (Anitovari) اور دوراز و (Durazzo) پر قبضہ قائم رکھا۔ انھوں نے نیگرو پونٹ اور لیمنوس (Lemnos) بھی چھوڑ دیئے اور بحیرہ اسود میں تجارت کے لیے دس ہزار ڈیوکٹ[1] سالانہ خراج دینا منظور کیا۔ اس پر ترکی اور وینس کے درمیان صلح ہو گئی۔

### اٹلی اور روڈس:

1480ء میں ترکی فوج نے جنوبی اٹلی کی بندرگاہ اٹرانٹو (Otranto) پر قبضہ کرلیا۔
1480ء-1481ء) میں روڈس کا محاصرہ۔ اس جزیرہ پر "سینٹ جان کے بہادر" قابض تھے اور بحیرہ روم میں یہ تسخیر کی آخری چوکی تھی۔ محاصرے کے کامیاب اختتام سے پیشتر سلطان محمد نے وفات پائی۔

# افریقہ عہدِ وسطیٰ میں

## عہدِ قدیم:

افریقہ کی قدیم تاریخ پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شمالی افریقہ کے ابتدائی باشندے کسی سفید فام نسل سے تھے (بربروں کے آباؤ اجداد) لیکن صحرائے اعظم کے جنوب میں پست قامت حبشیوں کی آبادی تھی، غالباً بونے، جنوبی افریقہ کے باشندے (Bushmen) اور ہاٹن ٹاٹ انھیں کے اخلاف میں سے ہیں۔ قیاس ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے تقریباً تیس ہزار سال قبل بحر ہند کے پار سے بلند قامت حبشیوں کا حملہ ہوا۔ وہ لوگ مشرقی ساحل کے وسط میں اترے اور انھوں نے پست قامت حبشیوں کو شمال مغرب اور جنوب کی سمت دھکیل دیا۔ بنٹو انھیں نوواردوں کی اولاد ہیں۔ پھر سمندر پار سے ایک اور بڑا حملہ ہوا جس میں پست قامت حبشیوں کو مزید مغرب کی جانب ہٹنا پڑا۔ اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ خط استوا کے شمال میں نسلوں کے درمیان خاصا اختلاط و امتزاج ہوا۔ اس اختلاط و امتزاج سے مختلف سوڈانی قبیلے پیدا ہوئے۔

شمالی افریقہ میں سامی نسل کا اختلاط بھی بدیہی ہے۔ مغربی سمت سے بھی (قرطاجنہ) (Carthage) اور مشرقی سمت سے بھی (شام)۔ ابتدائی باشندوں کا گزارہ صرف شکار پر تھا، لیکن حملہ آور حبشی ریوڑ پالنے اور کھیتی باڑی کرنے کے پیشے ساتھ لائے اور انھیں سے پالش کیے ہوئے پتھروں اور لوہے کے اوزار بنانے کا آغاز ہوا۔ ابتدائی دوروں کے بہت کم آثار باقی رہ گئے ہیں۔ روڈیشیا (Rhodesia) میں زنبوی (Zimbabwe) کے مقام پر مقبروں کی عمارتوں کے عظیم الشان کھنڈروں کے متعلق اندازہ یہ ہے کہ وہ ایک ہزار قبل مسیح سے پندرھویں صدی عیسوی تک کے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ عمارتیں بنٹو قبیلے نے بنائی ہوں لیکن ماہرین کی غالب رائے یہ ہے کہ یہ عمارتیں یا تو یمن کے سبائیوں (دسویں صدی عیسوی) نے بنائیں یا ہندوستان کے دراوڑوں نے[1]۔

## پہلی سے چھٹی صدی عیسوی تک:

شمالی حبشہ (Ethiopia) میں اکسوم کی سلطنت، جنوبی و مغربی عرب میں اکسوم کا مخروطی مینار، یونانی دنیا سے براہ راست تعلق، فرومنٹی اس (Frumentus) کے ذریعے سے ملک میں مسیحیت کی اشاعت (چوتھی صدی عیسوی کے آغاز میں)۔ عربوں کی فتوحات (640ء) کے باعث مشرقی مسیحیت سے تعلق

منقطع ہو گیا۔

## عربوں کی فتوحات: (640ء-710ء)

عربوں کی فتوحات کا آغاز مصر سے ہوا۔ پھر وہ مغرب کی طرف پیش قدمی کرتے رہے۔ مسقط کے عربوں اور شیراز و بوشہر کے ایرانیوں کی آبادیاں مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب میں راس کورنیٹس (Correentes) تک انھوں نے مغدیشو (Mogdishu) ملندی (Melindi) ممباسا، کلوا (قوئی لوآ) (Quiloa) اور سوفالہ کے شہر آباد کیے۔ اندرون ملک کے باشندوں سے وہ غلام بھی خریدتے، ہاتھی دانت اور سونا بھی۔ جو کچھ خریدتے عرب اور ہندوستان بھیج دیتے۔

## سلطنت غانا کا عہد عروج دسویں صدی عیسوی:

مغربی افریقہ میں اسلامی فتوحات کا آغاز مرابطیوں نے عبداللہ بن یاسین کی سرکردگی میں کیا۔ بہت سے دیسی خاندانوں نے اسلام قبول کر لیا، اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ عوام اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔

مرابطیوں نے غانا کے دارالحکومت کمبی کو 1076ء میں تباہ کیا۔ یہ شہر پھر پہلی حالت پر نہ آ سکا۔ گردو پیش کے خطے کی ویرانی نے اس کے زوال کی رفتار تیز کر دی۔ سلطنت غانا کا شیرازہ بکھرا تو (گیارھویں صدی) میں نئی حکومتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ (دیارا) (Diara) اجو 754ء تک قائم رہی) سوسو (Soso) دوموسی (Mossi) حکومتیں دریائے نائیجر کے موڑ کی جنوبی سمت میں اور مینڈنگ (Manding) مینڈنگ اور سنگھوئی (Soughoy) کے فرمانرواؤں کا قبول اسلام۔ دریائے نائیجر کے وسطی حصے میں ایک بڑی سلطنت کا ظہور (تقریباً 690ء)۔ اس سلطنت اور مینڈنگ کے درمیان مغربی افریقہ تقسیم ہو گیا۔

## باہمی رزم آرائیاں:

1203ء سوسو کے سب سے بڑے فرمانروا سمنگورو (Sumanguru) نے کمبی کو لوٹا (1224ء) سمنگورو نے مینڈنگ کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا، 1235ء۔ مینڈنگ کے طاقتور حکمران سن ڈیاتا نے سوسو کے فرمانروا کو شکست دی اور اپنی آزادی بحال کر لی۔ 1240ء میں اس نے کمبی کو برباد کر ڈالا۔

## مینڈ نگ کی سلطنت کا عروج:(1307ء-1332ء)

اس سلطنت کا عروج گونگو موسیٰ (Gongu Musa) کے زمانہ میں ہوا۔اس نے سنگھوئی سلطنت کو مسخر کر کے (1325ء) پورے جنوبی افریقہ پر تسلط جمالیا۔ٹمبکٹو میں شاندار ثقافت و تہذیب کا دور (بنیاد بارہویں صدی)۔ابن بطوطہ صحرا کو عبور کر کے مینڈ نگ کی سلطنت میں پہنچا (1352ء-1353ء) اور اس کے حالات اپنے سفرنامے میں لکھے۔طوارقوں نے صحرا سے اٹھ کر ٹمبکٹو پر قبضہ کر لیا اور اسے لوٹا (1433ء)

## پرتگیز مکتشفین:(1433ء)

پرتگیزوں نے راس بوجادور (Bojador) کا چکر لگایا اور ساحل کے ساتھ ساتھ مہموں کا طویل سلسلہ شروع کیا۔سنگھوئی کے حکمران نے ٹمبکٹو طوارقوں سے واپس لے لیا (1478ء)۔پرتگیزوں نے کائن کے ساحل پر سان جارج دی المینا (San Georged' el Mina) کی چوکی تعمیر کی (1471ء) اور وہ ساحل سے خشکی کے راستے 1487ء کو ٹمبکٹو پہنچے۔

## بعد کے واقعات:

پرتگیزوں نے دریائے کانگو کے منبع کی طرف دو سو میل کی مسافت طے کر کے سلطنت کانگو کے بادشاہ کو مسیحی بنایا۔(1490ء)۔انھوں نے ساؤ سلواڈار (Soa Salvador) پر ایک چوکی قائم کی اور سولہویں صدی کے آخر تک اس حصے میں وسیع اثر ورسوخ کے مالک بنے رہے۔

سنگھوئی سلطنت نے اسکیا محمد (Askia Mohammad) کے ماتحت بڑی عظمت حاصل کی (1493ء-1529ء) اس نے مینڈ نگ کی سلطنت کا بڑا حصہ فتح کر لیا اور اپنی فتوحات مشرقی سمت میں دریائے نائیجریا سے بھی آگے تک لے گیا۔لیو افریقانس کی سیاحت (1507ء)۔

پرتگیزوں نے عربوں سے صوفالہ اور کلوا چھین لیے اور موزمبیق کی بنیاد رکھی۔1513ء میں انھوں نے دریائے زیمبزی کے اوپر کی طرف جا کر سینا (Sena) اور ٹیٹ (Tate) میں چوکیاں قائم کیں۔غالباً مسیحی مبلغین بہت دور اندر تک چلے گئے۔تاہم اس بارے میں تفصیلات معلوم نہیں۔

# ایران

## ایل خانیوں کے جانشین:

نوشیرواں کا عہد فتنہ اور فسادات انجام کو پہنچنے کے ساتھ ہی ایران میں ایل خانیوں کا دور حکومت بھی انجام کو پہنچ گیا (1349ء)۔ اس کے بعد عراق و آذر بائیجان میں جلائروں کی حکومت قائم ہوگئی (1336ء-1411ء) فارس، کرمان اور کردستان میں مظفریوں کی (1316ء-1393ء) اور خراسان میں سربداروں کی (1337ء-1381ء) مظفریوں اور سرداروں کا تختہ حکومت تیمور نے الٹا، جلائروں کو قراقو نیلی (Turkomans of the black sheep) ترکمانیوں نے ختم کیا (1378ء-1469ء) یہ آذر بائیجان اور آرمینیا پر حکمران رہے۔ پھر ان کی میراث آق قو نیلی (Turkomans of the black sheep) ترکمانوں نے (1387ء-1502ء) میں سنبھالی۔

## امیر تیمور: (1369ء-1405ء)

یہ پہلے تاتاریوں کے چغتائی خان سیور غتمش کا وزیر تھا۔ پھر اس نے اپنے آقا کا اقتدار غصب کرلیا۔ 1380ء اور 1387ء کے درمیان تیمور خراسان، جرجان، مازنداں، بجستان، افغانستان، فارس، آذر بائیجان اور کردستان پر قابض ہوگیا۔ 1391ء میں اس نے تقتمش کو کاملاً مسخر کرلیا جو تاتاریوں کی سب سے اونچی شاخ کا حکمران تھا۔ 1393ء میں بغداد پر قبضہ اور عراق کی تسخیر۔ 1397ء میں اناطولیہ پر یورش اور انگورہ (انقرہ) کے میدان میں عثمانی ترکوں کو ہزیمت۔ تیموری سلطنت 1500ء تک صرف مشرق ایران اور ماوراء النہر تک محدود رہ گئی۔

## شاہ رخ: (1404ء-1447ء)

شاہ رخ تیمور کا چوتھا بیٹا تھا اور اس کا عہد حکومت شان و شکوہ کے لیے ممتاز ہے۔ قراقو نیلی ترکمانوں کے سردار قرا یوسف کے خلاف کامیاب مہمیں (1390ء-1420ء) جو آذر بائیجان، شرواں اور دوسرے شمالی اور مغربی خطوں پر حکمران تھا۔ قرا یوسف تیموریوں کی سیادت تسلیم کر لینے پر مجبور ہوگیا، اگرچہ وہ نیز اس کے جانشین قرا سکندر (1420ء-1438ء) اور جہان شاہ (1435ء-1467ء) پورے شمالی و مغربی ایران میں بڑی شان سے حکومت کرتے رہے۔ جہان شاہ تھوڑی مدت کے لیے (1458ء) ہرات پر بھی قابض رہا۔

## آق قونیلی:

تیموری خاندان کا آخری بادشاہ ابوسعید تھا (1452ء-1469ء)۔ اس زمانے میں آق قونیلی ترکمانوں نے اذون حسن (1453ء-1478ء) کی سرکردگی میں اپنا اقتدار بہت بڑھالیا۔ اس خاندان کی بنیاد حکومت اذون حسن کے دادا عثمان بیگ قرا ایلک نے رکھی تھی اور وہ دیار بکر کے آس پاس فرمانروا رہا۔ اذون حسن بڑی سرعت سے آرمینیا اور کردستان پر قابض ہوگیا۔ عثمانی ترکوں نے 1461ء میں اسے شکست دی۔ اس وجہ سے اس کی توجہ مغرب سے ہٹ کر مشرق کی طرف ہوگئی اور اس نے گرجستان پر پانچ زبردست حملے کیے۔ قراقونیلی خاندان کے آخری بادشاہ جہان شاہ کی ہزیمت اور قتل۔ اس کے مقبوضہ علاقے اذون حسن کے تصرف میں آگئے۔

1469ء میں تیموری سلطان ابوسعید نے اذون حسن کے خلاف پیش قدمی کی لیکن وہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔ اس واقعہ کے بعد اذون حسن آرمینیا، کردستان، آذربائیجان اور ایران کا حکمران بن گیا۔ اس نے عثمانی ترکوں کے خلاف وینس سے عہد نامہ کرلیا، لیکن حکومت وینس نے اس کے لیے جو توپیں بھیجی تھیں، وہ بر وقت مل نہ سکیں اور عثمانی ترکوں کے سلطان محمد فاتح نے ارزنجان کی جنگ (1473ء) میں اذون حسن کو شکست فاش دی۔ اذون حسن کی وفات پر اس کا بیٹا یعقوب مسند نشین ہوا (1478ء-1490ء)۔ وہ والد کے مسلک پر چلتا رہا اور حکومت کا نظم ونسق بہت اچھا رکھا۔ پھر خاندان کے مختلف دعویداران سلطنت میں شدید خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ اس میں رستم شاہ کامیاب ہوا (1492ء-1497ء)۔ اس کی وفات پر افراتفری پھیل گئی۔ آخر شاہ اسماعیل کی سرکردگی میں صفوی خاندان کی حکمرانی کا ظہور ہوا (یعنی اذون حسن کے خاندان کی حکومت ختم ہوگئی۔

# ہندوستان

## غزنوی خاندان: (977ء-1186ء)

غزنوی سلاطین غزنی اور لاہور میں حکمران رہے۔ اس خاندان کا بانی سبکتگین تھا (977ء،997ء) وہ ترک غلام تھا، جو حلقہ بگوش اسلام بن گیا۔ اس نے سلطنت کی حدیں جیحوں سے دریائے سندھ تک بڑھالیں اور ہندوؤں کی متحدہ قوت زیروزبر کر ڈالی، جس میں بھٹنڈا کا راجہ جے پال[1] نیز قنوج کا راجہ اور چندیلہ راجہ شامل تھے۔

## محمود غزنوی: (998ء-1030ء)

اس نے سترہ حملے کیے۔ جے پال کو 1001ء میں شکست ہوئی۔ کانگڑہ پر 1009ء میں یورش کی۔ متھرا اور قنوج پر 1018ء-1019ء) میں، گوالیار پر 1022ء میں اور سومنات پر 1024ء،1026ء میں۔ وسیع تباہی اور دولت سے بھرے ہوئے ہندو مندروں کی لوٹ، ہمہ گیر قتل[2] غزنی میں دولت وثروی کی فراہمی، پنجاب کا الحاق، غزنی شمالی ومشرقی ایران کے سامانیوں کی اعلیٰ فنی میراث کا حامل تھا ہی، اب اسلامی دنیا کا نہایت شاندار دارالحکومت بھی بن گیا۔ خیوا کا البیرونی (973ء-1048ء) اپنے عہد کا ممتاز ترین سائنسدان تھا۔ وہ محمود کے ساتھ پنجاب آیا، سنسکرت سیکھی اور اپنی بیش قیمت کتاب "تاریخ ہند" لکھی۔

## شنسبانی سلاطین: (1151ء-1206ء)

غور کے شنسبانی امیروں نے غزنی کو جلایا (1151ء) غزنوی سلاطین کو پنجاب میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بعدازاں وہاں بھی انھیں حکومت سے بے دخل کر دیا (1186ء) ان میں سلطان غیاث الدین اور اس کا بھائی سلطان معزالدین یہاں قابل ذکر ہیں۔ معزالدین تاریخ میں محمد غوری کے نام سے زیادہ مشہور ہے (1175ء-1206ء)

محمد غوری نے تسخیر ہند کا ارادہ کیا۔ پہلے ملتان میں اور اوچ فتح کیے وہ ابتداء میں اپنے بھائی سلطان غیاث الدین محمد کی طرف سے غزنہ میں بطور نائب حکمران تھا۔ غیاث الدین کی وفات پر 1203ء میں غور کا سلطان بنا۔

## تسخیر ہند:

تراوڑی (تھانیسر سے چودہ میل) کی لڑائی میں اجمیر و دہلی کے چوہان راجاؤں کی متحدہ قوت کی تباہی (1192ء)۔ ہندوؤں کی فوجیں اس لیے شمال ومغرب کے تیر انداز شہسواروں (مسلمانوں) کے مقابلے میں بے بس رہ گئیں کہ ان کی جنگی تدبیریں خاصی پیچیدہ اور مشقت خیز تھیں۔ پھر ان کے کمانڈروں میں اتحاد نہ تھا۔ نیز وہ لوگ ذات پات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ محمد غوری کی فتح کا نتیجہ یہ نکلا کہ دہلی پر قبضہ ہوگیا (1193ء)، بہار کو مسخر کرلیا گیا جہاں بدھ مت کے پیروؤں کی منظم جماعت ختم ہوگئی (1197ء)، بنگال کی تسخیر (1197ء) بندھیل کھنڈ میں چندیلوں کی ریاست پر قبضہ۔

محمد غوری نے اپنے ترکستانی غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستانی مقبوضات کا انتظام سونپا اور اسے صواب دید کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کھلی اجازت دے دی (1192ء مستقل 1295ء)۔

## قطب الدین ایبک: (1206ء-1210ء)

قطب الدین ایبک ہندوستان میں خاندان غلاماں کی حکمرانی کا بانی تھا۔ یہ ان چھ خاندانوں میں سے پہلا تھا جو 1526ء تک دہلی پر حکمران رہے۔ خود ایبک نے 1210ء میں چوگان کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر وفات پائی۔

ابتدائی دور حکومت میں مسلمانوں کی تعداد ہی کم تھی لہٰذا وہ ہندوؤں کو فوج اور دیوانی کے محکموں میں ملازم رکھنے پر مجبور ہوئے۔ ہندو مالکان اراضی کی اطاعت کا خیر مقدم۔ دیسی رعایا کے لیے اسی انداز کے محدود تحفظ (جس میں مذہبی رواداری بھی شامل تھی) نیز بخشش انصاف کا بندوبست جس کے وہ عادی چلے آتے تھے۔ باغیوں کو خواہ ہندو تھے یا مسلمان بڑی بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا۔

## شمس الدین التمش: (1211ء-1236ء)

ایبک کا داماد اور قابل ترین غلام، ابتداء میں صرف وادی گنگا کے مقبوضات کا وارث بنا۔ بعد ازاں بالائی پنجاب پر (1217ء)، بنگال پر (1225ء)، زیریں پنجاب اور سندھ پر (1228ء) اور گوالیار پر طویل محاصرے کے بعد (فروری۔دسمبر 1232ء میں) تصرف بحال۔ اس نے اجین پر بھی قبضے کے لیے پیش قدمی کی (1234ء)۔ عباسی خلیفہ بغداد نے اسے سلطان ہند کا خلعت عطا کیا (1229ء)۔

## اسلامی فن تعمیر:

اسلامی فن تعمیر ہندوستان پہنچا تو اس کی ارتقاء یافتہ حیثیت یہ تھی کہ کنکر چونے سے کھلے، پکے اور ہوادار ایوان ہائے عبادت بنائے جاتے تھے، جن کی قوسی چھتیں محراب دار ستونوں پر کھڑی ہوتی تھیں۔ اوپر گنبد ہوتے تھے اور آرائش کے لیے رنگوں سے سیدھے خط کھینچ دیے جاتے تھے۔ یہاں کے مقامی تعمیری انداز پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں نے اپنے طرز تعمیر کے ساتھ ہندوؤں کے آرائشی نمونوں کی برتری تسلیم کر لی۔ ایبک نے دہلی میں ستائیس مندروں کے مسالے سے ایک مسجد تعمیر کرائی (1193ء-1196ء) جس کا بیرونہ ہندووانہ تھا۔ البتہ اس میں اسلامی محرابوں کا اضافہ کر دیا گیا (1198ء) جو ہندوستانی منبت کاری سے آراستہ ہوئیں۔ اس نے ایک ماذنہ کی بھی بنیاد رکھی (1206ء-1232ء) میں ایلتتمش نے پایہ تکمیل پر پہنچایا اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ کے اسم گرامی پر اس کا نام قطب مینار رکھا گیا۔ ایلتتمش ہی نے خالص اسلامی انداز میں مسجد کی توسیع کی۔

ایلتتمش کی وفات پر اقتدار کی باگ ڈور چالیس ترک سرداروں کے قبضے میں چلی گئی۔ بادشاہی کے سوا انھوں نے تمام عہدے باہم تقسیم کر لیے اور وہی مسند نشینی کا فیصلہ کرنے کے مختار بن گئے۔ انھیں امیران چہل گانہ کہتے ہیں۔

## خاندان بلبن: (1266ء-1290ء)

بلبن (متوفی 1287ء) نے دہلی میں ایک نئے حکمران خاندان کی بنیاد ڈالی۔ وہ ایلتتمش کا ایک غلام تھا۔ (1233ء)۔ حاجب کا عہدہ حاصل کیا (1242ء)۔ سلطان ناصر الدین محمود کا خسر بنا اور وزیر اعظم و نائب السلطنت رہا (1249ء-1252ء)۔ بعد ازاں (1255ء-1266ء) بلبن نے تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد زبردست فوج اور شاہی وقائع نگاروں کی امداد سے امرائے چہل گانہ کا زور توڑا۔ جنوب اور مشرق میں ڈکیتیاں بند کیں۔ بنگال میں بغاوت فرو کی۔ اس کے بیٹے سلطان محمد نے تاتاریوں کی یورشیں روکیں جو 1221ء سے غزنی پر مسلط ہو گئے تھے۔ وہ خود ایک لڑائی میں شہید ہو گیا (1285ء)۔ بلبن کا مقبرہ ہندوستان کی پہلی عمارت ہے جس میں ہندووانہ طرز تعمیر کے بجائے صحیح محرابوں اور کمانوں سے کام لیا گیا۔

## خلجی سلاطین: (1290ء-1320ء)

خلجی خاندان کا بانی فیروز ترکوں سے قبیلہ خلیج میں سے تھا لیکن مدتوں یہ قبیلہ افغانستان میں مقیم رہا۔

فیروز اس درجہ نرم مزاج اور رحم دل تھا کہ اس نے بنگال کے ایک ہزار ٹھگ رہا کر دیئے حالانکہ وہ شیو جی کی بیوی ''کالی'' کے پجاری تھے اور قتل و غارت ان کا پیشہ تھا۔ فیروز کا بھتیجا اور قاتل علاؤ الدین دیوگری (مہاراشٹر) پر حملہ آور ہوا (1294ء-1295ء) اور وہاں سے بے شمار مال غنیمت نیز دستاویز اطاعت لایا۔ وہ 1296ء میں تخت نشین ہوا اور اس نے سلطنت کی بنیادیں خوب مضبوط کر دیں۔

گجرات کی تسخیر اور وہاں کی متمول بندرگاہ کھمبائت کی لوٹ (1297ء)۔ بار بار بغاوتیں ہوئیں۔ انھیں ختم کرنے کے لیے علاؤ الدین کا لائحہ کار اور اس سلسلے میں جاسوسی کا انتظام۔ دولت کی ضبطی (خصوصاً ہندوؤں کے) اوقاف اور جاگیریں واپس لے لیں۔ شراب نوشی اور مجلسی اجتماعات کی ممانعت۔ تاتاریوں کے حملے (1299ء اور 1303ء)۔ کافور کی سرکردگی میں مہمیں جسے ''نائب ملک'' کا خطاب دیا گیا۔

## فتوحات:

علاؤ الدین کی فتوحات: مالوہ (1305ء)، دکن میں دیوگری (1302ء-1307ء، الحاق 1313ء)، وارنگل (1308ء)۔ ہائے سالہ کا دارالحکومت دواء سمدرا اور پانڈیا کا دارالحکومت مدورا (1310ء-1311ء) وسطی دکن (1313ء) بے اندازہ مال غنیمت ہاتھ آیا۔

ایک کی مسجد میں بہت بڑی توسیع کی تجویز۔ اس کا جنوبی دروازہ 1311ء میں تعمیر ہوا جسے علائی دروازہ کہتے ہیں۔ یہ دروازہ دہلی میں مسلمانوں کی ابتدائی فرمانروائی کے آرائشی فن تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ طرز تعمیر گجرات میں رواج پذیر رہا۔

## شعر و ادب:

امیر خسرو (1253ء-1325ء) فارسی زبان میں ہندوستان کا سب سے بڑا شاعر، ایک ترک کا فرزند تھا جو چنگیز خان کی یورش کے وقت بھاگ کر ہندوستان آیا اور پٹیالی میں مقیم ہوا۔ اس نے علاؤ الدین کے درباری شاعر کی حیثیت میں کئی کتابیں تصنیف کیں۔ پھر وہ دنیا سے بے تعلق ہو گیا۔ دوسرا بلند پایہ شاعر حسن دہلوی تھا، جس نے دولت آباد میں وفات پائی (1338ء)۔

## خاندان تغلق: (1320ء-1413ء)

تغلق خاندان کی بنیاد بوڑھے مگر سرگرم اور غیور غیاث الدین تغلق نے رکھی تھی (وفات 1325ء)۔ وہ خالص ترکی الاصل تھا۔ اور اس کا طرہ افتخار یہ تھا کہ تاتاریوں پر انتیس مرتبہ فتوحات حاصل کیں۔ اس نے وارنگل (1323ء) اور مشرقی بنگال (1324ء) کو مسخر کیا۔ زراعت کی حوصلہ افزائی کی۔ محاصل جمع کرنے

میں جو بے قاعدگیاں رونما ہو گئی تھیں، انھیں ختم کر دیا اور ڈاک کا انتظام اتنے اعلیٰ پیمانے پر پہنچا دیا کہ ہرکارے دو سو میل کا فاصلہ روزانہ طے کر لیتے تھے۔ شیخ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ملتان میں ایک شاندار ہشت پہلو مقبرہ ایرانی طرز تعمیر کے مطابق بنوایا۔

## محمد تغلق: (1325ء-1351ء)

محمد تغلق باپ کو دانستہ موت کے گھاٹ اتار کر بہ عجلت تمام تخت نشین ہوا[1]۔ وہ غیر معمولی فوجی ذہانت کا مالک تھا، لیکن عقل سلامت نہ تھی۔ اس کی انتظامی تدبیریں، خود اس کی غیر دانش مندی، غیر معتدل خود رائی، ضد اور خوفناک و بے امتیاز ظلم و جور کے باعث ناکام ہو گئیں[2]۔ دکن میں اس کے ایک عزیز کی بغاوت (1326ء) کے باعث دار الحکومت دیوگری لے جانے کی تجویز (1327ء) جس کا نام دولت آباد رکھا گیا[3] ایک ناقابل تسخیر پہاڑی قلعے کے آس پاس نہایت خوبصورت شہر تعمیر ہوا جس کے استحکامات دور جاگیرداری کے یورپی قلعوں کی مانند تھے۔ 1329ء میں دہلی کے تمام باقی ماندہ ساکنوں کو تعزیراً حکم کہ دولت آباد چلے جاؤ۔ دوآبہ[4] میں محاصل اتنے بڑھا دیے گئے کہ بغاوتیں برپا ہوئیں۔ محمد تغلق نے زمین اور کاشتکار دونوں تباہ کر ڈالے[5]۔



چاندی کا ٹنکہ ایک سو چالیس گرین کا تھا، اس کی جگہ 1330ء میں تانبے کا ٹنکہ چلایا گیا۔ اس میں بدیں وجہ ناکامی ہوئی کہ تانبے کے جعلی ٹنکے بہ آسانی بننے لگے۔

1334ء میں مغربی افریقہ کا مشہور سیاح ابن بطوطہ ہندوستان آیا۔ دوسرے غیر ملکیوں کی طرح، جن سے تسخیر عالم میں امداد کی امید ہو سکتی تھی[1]۔ ابن بطوطہ کا استقبال بھی بیش بہا تحائف سے کیا گیا۔ 1342ء میں اسے سفیر بنا کر چین بھیجا گیا۔

مدورا کی بغاوت اور ہاں ایک مسلمان خاندان کی حکومت (1334ء، 1378ء) جسے بیجا نگر کی ریاست نے ختم کیا۔ 38-1337ء میں ایک لاکھ سوار کانگڑہ کے راستے کوہستان ہمالیہ میں بھیجے گئے تا کہ تبت اور چین کو فتح کیا جائے[2]۔ اس فوج کو بارشوں، بیماریوں اور پہاڑی لوگوں نے تباہ کر دیا۔

1338ء بنگال ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ صوبہ 1539ء تک ایک آزاد مملکت کی حیثیت اختیار کیے رہا۔ اس کے دار الحکومت گور میں مسلم طرز تعمیر کا آغاز۔

محمد تغلق نے مصر سے عباسی خلیفہ سے بادشاہی کی سند منگوائی جو 1342ء میں پہنچی۔

مملکت کی از سر نو ضلع بندی، ذمہ دار ناظموں اور سوار ملیشیا کا تقرر تا کہ خاص تداول سے فصلوں کے بونے کی نگرانی کی جائے اور مقررہ مالیہ باقاعدہ وصول ہوتا رہے۔ یہ طریقہ نادرست تھا۔ بادشاہ کا خیال تھا

کہ اس طرح سابقہ خوشحالی عود کر آئے گی لیکن یہ خیال صحیح نہ نکلا۔ ناظموں کو مقررہ رقمیں وصول کرنے میں دقتیں پیش آئیں۔ بادشاہ نے ان کی اور سپاہیوں بیخ کنی شروع کر دی۔ اس طرح تشدد آخری منزل پر پہنچ گیا۔ گجرات میں بغاوت، جنوبی ہند کا ہاتھ سے نکلنا۔



## کشمیر: (1346ء-1589ء)

شاہ مرزا (1346ء-1349ء) نے کشمیر میں اسلامی حکمران خاندان کی بنیاد ڈالی۔ اس سے پیشتر کے ہندو حکمرانوں نے مالیہ کی شرح بہت بڑھا رکھی تھی۔ شاہ مرزا نے پیداوار کا صرف 1/2 حصہ مقرر کیا۔

## بہمنی خاندان: (1347ء-1527ء)

محمد تغلق کے باغیوں نے اس کی بنیاد رکھی اور بہمن شاہ (1347ء-1348ء) کو بادشاہ چنا۔ وہ ابتداء میں چار صوبوں کا حکمران تھا، ایک گلبرگہ، دوسرا دولت آباد، تیسرا برار اور چوتھا بیدر۔ گلبرگہ میں دارالحکومت کی تعمیر۔ بہت سے نئے قلعے بنائے یا اہل یورپ کے طریق پر انھیں مستحکم کیا، اس لیے کہ شمال مغرب میں گجرات، مالوہ اور خاندیش سے خطرہ تھا، شمال مشرق میں گونڈوں، اڑیسہ اور تلنگانہ کی طرف سے اور جنوب میں بیجے نگر کی طرف سے۔

## فیروز تغلق: (1351ء-1388ء)

(پیدائش 1305ء)۔ نظم و نسق کو درست اصول کے مطابق بحال کیا۔ وصول خراج اڑیسہ سے (1360ء)، کانگڑہ سے (1361ء)، سندھ سے (1363ء)۔ دکن میں بہمنی سلطنت یا اس کے باجگزار وارنگل یا اس کے باغی خوانین خاندیش (مابین نربدا تاپتی) پر حملے سے انکار، خاندیش 1382ء میں خود مختار فیروز نے متعدد شہر آباد کیے، خاص طور پر قابل ذکر جون پور ہے (1309ء)۔ بنارس کے شمال میں بہت سی مسجدوں، محلوں، شفاخانوں، حماموں، تالابوں، نہروں اور پلوں کی تعمیر، لیکن ان میں جو مسالہ استعمال کیا وہ بہت سستا تھا اور ان میں فنی خوبی کوئی نہ تھی۔ اس کے جانشین اتنے کمزور تھے کہ سلطنت کو مزید انتشار سے نہ بچا سکے۔

## محمد اول بہمنی: (1358ء-1375ء)

اس نے نئے طریق سے اپنی حکومت کو استحکام بخشا وارنگل کو مع خزانہ گولکنڈا سے الحاق پر مجبور کر دیا (1363-64ء)۔ بیجے نگر کی بے شمار مگر غیر موثر فوج پر بہمنی کی فتح (1367ء) متعدد فتوحات میں سے یہ

پہلی فتح تھی، جو توپ خانے کی بدولت حاصل ہوئی۔ اس میں فرنگی اور عثمانی ترک ملازم تھے۔ بعد ازاں چار لاکھ ہندوؤں کا قتل اور عہد نامہ صلح جس کے رو سے غیر مضافی آبادی کے بچاؤ کا انتظام ہوا۔ گلبرگہ کی جامع مسجد کے لیے گنبدوں والی چھت کا بندوبست۔

**مالووہ: (1392ء-1531ء)**

مالوہ رسماً 1401ء میں خود مختار ہوا۔ وہاں غوریوں اور خلجیوں کی حکومت۔ ہوشنگ شاہ (1405ء-1435ء) کے دریائے نربدا کے کنارے مانڈو کو مستحکم کیا۔ جو دارالحکومت تھا۔ وہاں ہنڈولہ محل کے نام سے ایک ایوان دربار بنوایا نیز ایک مسجد تعمیر کرائی۔ یہ عمارتیں تزئین کے بجائے تعمیری عظمت کے اعتبار سے زیادہ قابل توجہ ہیں۔

**شرقی سلطنت: (1394ء-1479ء)**

جون پور اور اودھ شرقی سلطنت کے ماتحت خود مختار ہوئے جس کی بنیاد ملک سرور نام ایک خواجہ سرا اور اس کے متبناؤں نے رکھی تھی۔ وہ غالباً افریقی حبشیوں کی نسل سے تھے۔ اس سلطنت کا دوسرا بادشاہ ابراہیم (1402ء-1436ء) بڑا پڑھا لکھا اور علم و فن کا خاص مربی تھا۔

گجرات نے مسلمان راجپوتوں کے ایک خاندان کی حکومت میں اقبال مندی کا درجہ حاصل کیا (1396ء-1572ء)۔

**تیمور کا حملہ: (1398ء-1399ء)**

تیمور (مرکز حکومت سمرقند) ایران، عراق اور افغانستان کو فتح کر چکا تھا۔ اس نے سلطنت دہلی کو بُری طرح تباہ کیا۔ 24 ستمبر کو دریائے اٹک سے پار اترا۔ مفرورین کے تعاقب میں دو روز اسی میل روزانہ کے حساب سے طے کرتا رہا (7,6ء نومبر) بھٹنیر میں انھیں آلیا۔ دہلی کے سامنے ایک لاکھ اسیروں کا قتل (12 دسمبر)۔ دہلی کو لوٹا (17 دسمبر)۔ میرٹھ پر یورش (19 جنوری)۔ ہمالیہ کے دامن کے ساتھ ساتھ لڑتا بھڑتا اٹک جا پہنچا (19 مارچ)۔

**احمد شاہ: (1411ء-1442ء)**

احمد آباد کو دارالحکومت بنایا، اسے ''تین دروازہ'' اور جامع مسجد سے مزین کیا۔ یہ مسجد دنیا کی نہایت عظیم القدر عمارتوں میں شمار ہوتی ہے۔

### سلطنت دہلی: (1414ء-1521ء)

یہ سلطنت وادی جمنا تک محدود رہ گئی۔ پنجاب پر قبضہ محض برائے نام تھا۔ پہلے سید حکومت کرتے رہے، جو سلسلہ نسب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاتے تھے۔ وہ محض زور وقوت ہی سے مالیہ وصول کرتے تھے۔ پھر بہلول افغان (1451ء-1489ء) نے لودھی خاندان کی بنیاد رکھی۔

### زین العابدین: (1420ء-1470ء)

یہ کشمیر کا عالم اور رواداد حکمران تھا۔ جو لوگ کشمیر چھوڑ کر چلے گئے تھے، ان سب کو واپس بلایا۔ برہمنوں کو مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت دے دی۔ قیدیوں سے امور رفاہ عامہ میں کام لیا جانے لگا۔ امن قائم رکھنے کے لیے مختلف فرقوں کو ذمہ دار بنا دیا۔

### احمد شاہ بہمنی: (1422ء-1436ء)

اس نے تین ہزار غیر ملکی تیر انداز سوار ملازم رکھے۔ ان لوگوں کو جب وزیروں کی حیثیت میں کام کرنے کا موقع ملا تو ترکوں، عربوں، تاتاریوں اور ایرانیوں کی طرح اپنے اعلیٰ اوصاف اور دوسروں کی تحقیر کی وجہ سے دکن کے دیسی باشندوں، حبشیوں اور مولدوں کی عدوات کا نشانہ بن گئے (1446ء میں قتل)۔ 1429ء ایران کے آرائشی فن کے مطابق بیدر کی از سر نو تعمیر اور اسی کو دار الحکومت بنالیا گیا۔

### محمود اول: (1458ء-1511ء)

گجرات کا مشہور حکمران جو بیگڑا کہلاتا ہے۔ بیگڑا کے معنی ہیں دو قلعے، چونکہ محمود نے دو مشہور قلعے فتح کیے تھے اول گرنار مع کاٹھیاواڑ 1469ء میں، دوسرا چمپانیر (نزد بڑودہ) 84-1483ء میں۔ آخری قلعے میں سات سو راجپوتوں نے اطاعت کے بجائے جوہر کی رسم ادا کی اور جل مرے۔ محمود نے عالی شان عمارتیں بنوائیں اور ان میں بڑی نفاستیں پیدا کیں۔ مثلاً چمپانیر کی جامع مسجد، سرکھیج کا محل۔ اوالج کی باولی، سید کی مسجد کی سنگیں جالیاں۔ احمد آباد میں رانی سپرائی کی مسجد آرائش فن تعمیر میں توازن کا کمال دکھا رہی ہے۔

### محمد ثالث بہمنی: (1463ء-1482ء)

اس نے کانکن اور تلنگانہ فتح کیے۔ ایک مغربی ساحل پر اور دوسرا مشرقی ساحل پر۔ بکثرت شراب نوشی کے باعث اٹھائیس سال کی عمر میں انتقال۔ شراب نوشی اس خاندان کے اکثر بادشاہوں کے لیے لعنت کا باعث بنی رہی۔ شراب ہی کے نشے میں اس نے اپنے بہترین وزیر محمود گاوان کو قتل کرا دیا جس نے بیدر کا

عالی شان چوکھونٹ دار العلوم بنوایا تھا۔

## بہمی سلطنت میں انتشار:

احمد نگر (1490ء-1633ء) بیجا پور (1492ء-1686ء) اور برار (1490ء-1574ء) سلطنت بہمنی سے یہ عہد محمود (1482ء-1518ء) الگ ہو کر خود مختار بن گئے۔ محمود اپنے وزیر قاسم برید کا قیدی رہا، جس کا خاندان 1527ء سے بیدر کا حکمران بنا اور 1619ء تک قائم رہا۔

# سلطنتِ عثمانیہ

## 1481ء-1656ء

### بایزید ثانی:(1481ء1512ء)

یہ علم دوست آدمی تھا، لیکن پہلے دس عثمانی سلطانوں میں سب سے کم ممتاز حیثیت کا مالک تھا ینی چریوں کی حمایت کے بل پر تخت نشین ہوا اس کے چھوٹے بھائی شہزادہ جم نے بایزید کی فرمانروائی تسلیم نہ کی اور بروصہ میں اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ پھر یہ تجویز پیش کی کہ سلطنت باہم تقسیم کر لی جائے۔ ینی شہر میں جم کی شکست اور فرار۔ وہ پہلے مصر پہنچا پھر روڈس چلا گیا۔ سینٹ جان کے بہادروں نے اسے فرانس پہنچا دیا اور اس خدمت کے بدلے بایزید نے معاہدہ امن حاصل کر لیا۔ شہزادہ جم بڑا بیش قیمت یرغمال تھا لہٰذا بہت سی یورپی سلطنتیں اسے اپنے قبضے میں لانے میں کوشاں تھیں۔ انجام کار 1489ء میں اسے پوپ کے حوالے کر دیا جس نے اول بایزید سے روپیہ وصول کیا، پھر مطالبہ کیا کہ چارلس ہشتم شاہ فرانس کے مقابلے میں امداد دی جائے۔ چارلس نے اٹلی پر حملہ کیا تو جم اس کے قبضہ میں آ گیا۔ 1495ء میں بمقام نیپلز شہزادے نے مشتبہ حالات پر وفات پائی [1]

### وینس اور ترکی:

1489ء میں وینس نے جزیرہ قبرص (سائپرس) عیسائی حاکموں نے لے لیا۔ اور بایزید کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بحیرہ ایجہ میں اپنی پوزیشن مستحکم کر لی۔ ترکوں کے پاس ایک طاقتور بحری بیڑا تھا جس کا امیر البحر کمال رئیس تھا (غالباً یونانی) اس نے وینس کے بیڑے کو موڈوں (Modon) کے قریب شکست دی۔ وینس اور ترکی کی جنگ 1499ء۔ 1530ء تک جاری رہی۔ اس میں ترکوں کو لپانٹو (Lepanto)، موڈون اور کوزون (Koron) لے لیے۔ ترکی رسالے نے وینس کے علاقہ کو وسنزا (Vicinza) تک پامال کر ڈالا۔ صلح میں وینس نے ترکوں کو فتح کیے ہوئے تمام مقامات سے دستبرداری اختیار کر لی البتہ ناپلیوں (Nauplion) اور آئی اونیا (Ionion Islands) کے بعض جزیرے اپنے قبضے میں رکھے۔

## سلیم اول: (1512ء-1520ء)

بایزید کے تین بیٹوں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ سلیم نے باپ کو تخت سے دستبرداری پر مجبور کر دیا۔ 1513ء میں اپنے بھائی احمد کو اناطولیہ میں شکست دے کر قتل کر دیا۔ 1514ء میں شاہ اسماعیل صفوی نے شاہ ایران کے خلاف اس بنا پر جنگ شروع کی کہ اس نے شہزادہ احمد کی حمایت کی تھی۔ جنگ نے اس وجہ سے نازک صورت اختیار کر لی کہ اناطولیہ کے قزلباشوں کے ہمدردیاں شیعہ ہونے کے باعث سراسر ایرانیوں کے لیے وقف تھیں۔ سلیم کٹر سنی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے ایرانیوں کے خلاف قدم اٹھانے سے پیشتر اپنی رعایا کے چالیس ہزار آدمی قتل کرا دیے۔ دریائے فرات کے مشرق میں بمقام چالدیران سلیم نے ایرانیوں کو شکست فاش دی (23 اگست 1514ء)۔ تبریز پر قبضہ اور لوٹ مار۔ ینی چریوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تو سلیم کے لیے پیچھے ہٹنے کے سوا چارہ نہ رہا۔ 1515ء میں ترکوں نے مشرقی اناطولیہ اور کردستان کو مسخر کر لیا۔ ایران کے خلاف سلطان سلیم کی دوسری مہم (1516ء)۔ لیکن مصر کے مملوک سلطان قانصوہ الغوری نے ایران سے عہد نامہ کر رکھا تھا۔ وہ فوج لے کر جلد پہنچ گیا اور سلیم کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

## مزید فتوحات اور خلافت:

24 اگست 1526ء جو حلب کے شمال میں بمقام مرج وابق سلیم اور قانصوہ کے درمیان جنگ ہوئی۔ سلیم نے توپخانے کی مدد سے قانصوہ کو کامل شکست دی اور وہ میدان جنگ میں مارا گیا۔ حلب اور دمشق ترکوں کے حوالے۔ سلیم ایران کے خلاف پیش قدمی کے لیے مضطرب تھا، اس لیے مصر کے نئے سلطان تومان بے کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لینی چاہی کہ مصر سلطان ترکی کی سیادت قبول کر لے۔ تومان بے کا انکار۔ 22 جنوری 1517ء کو سلیم نے قاہرہ فتح کر لیا۔ شریف مکہ نے بہ طیب خاطر فرمانبرداری قبول کر لی۔ خلیفہ متوکل کو قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ سلیم کی وفات پر وہ مصر واپس ہو گیا۔ (مشہور ہے اس نے منصب خلافت سلطان سلیم کے حوالے کر دیا تھا)۔ اہم امر یہ ہے کہ سلیم نے مقامات مقدسہ عرب (حرمین شریفین) کی خدمت اپنے ذمے لے لی۔ تومان بے کو قتل کرا دیا گیا۔ سلیم نے مملوک امراء کا اقتدار بحال رکھا لیکن مصر کے لیے ترک گورنر جنرل مقرر کر دیا۔ یہ افسانہ ہے کہ ترکوں نے مشرقی تجارت کے راستے منقطع کر دیئے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ مشرقی تجارت کے راستے پرتگیزوں نے بند کیے تھے، جو بحیرہ قلزم کے دہانے پر کارفرما بن گئے تھے۔

## سلیمان اول:(1520ء-1566ء)

سلیمان، سلیم کا اکلوتا بیٹا نہایت خوش ذوق، روشن خیال، بلند نظر اور بلند ہمت بادشاہ تھا اسے مصر کا سب سے بڑا سلطان مانا جاتا ہے۔ دراصل اس نے کاروبار سلطنت اپنے مشہور وزیروں کے حوالے کیے رکھا[1]۔ ابراہیم پاشا پارگا کے ایک یونانی کا بیٹا تھا۔ جو 1523ء سے 1536ء تک عملاً سلطنت کا مختار رہا۔ مصر کے ترک گورنر نے 1524ء میں اپنے آپ کو سلطان بنانے کی کوشش کی، اس پر ابراہیم نے حکومت مصر کا نظام از سر نو درست کیا اور ترکی کی نگرانی کا موثر بندوبست کر دیا۔

متعدد حملوں کے بعد 1521ء میں بلغراد پر قبضہ۔ بعد ازاں ترک باقاعدہ ہنگری اور آسٹریا پر یورشیں کرتے رہے اور پورے مرکزی یورپ میں انھوں نے دہشت پھیلائے رکھی۔ جزیرہ روڈس کو کٹیلان اور مالٹا کے بحری قزاقوں نے اپنا مرکز بنالیا تھا اور مصر کے ساتھ ترکی کے وسائل نقل و حمل خطرے میں پڑ گئے تھے۔ سلیمان نے روڈس پر حملہ کیا۔ سینٹ جان کے جنگجوؤں نے بہادرانہ مقابلہ کیا لیکن مغرب کی طرف سے جس امداد کی امید تھی وہ نہ پہنچ سکی لہٰذا 1522ء میں انھوں نے حوالگی ہی کو مناسب سمجھا۔ 1520ء میں چارلس پنجم نے انھیں مالٹا میں بٹھا دیا۔

## جنگ موہاکس:(30,29 اگست 1526ء)

ہنگری کے بادشاہ لوئی کی شکست۔ اس کے غیر منظم جنگجوؤں اور کاشتکاروں میں سے بیس ہزار کا قتل لوئی خود مارا گیا اور ترکوں نے پیش قدمی کر کے آفن (Ofen) لے لیا۔ ہنگری میں مسند نشینی کے لیے جھگڑا۔ ٹرانسلوانیا (Transylvania) میں جان زاپولیا (Zápolya) کا انتخاب۔ پریس برگ (Presspurg) میں فرڈیننڈ ہیپس برگ (Hapsburg) کا انتخاب۔ دو سال کی خانہ جنگی کے بعد زاپولیا کی شکست۔ اس نے سلیمان سے کمک کے لیے التجا کی۔ ہنگری کے خلاف دوسری مہم (1528ء)۔ آفن پر ترکوں کا دوبارہ قبضہ۔

## ویانا کا پہلا محاصرہ ستمبر 1529ء:

متعدد یورشوں کے بعد ترک پیچھے ہٹ گئے۔ (16 اکتوبر)۔ اول اس لیے کہ محصورین نے زبردست مقابلہ کیا، دوم اس لیے کہ موسم بہت خراب تھا اور وہ بھاری توپخانہ نہ لا سکے تھے۔ فرڈی ننڈ نے بار بار درخواستیں کیں کہ میری بادشاہی پر مہر تصدیق لگا دیجئے۔ میں ہنگری کے لیے خراج ادا کرتا رہوں گا۔ سلیمان نے یہ درخواستیں ٹھکرا دیں۔

مشہور ترکی امیر البحر خیر الدین پاشا (وہ اصلاً متی لین کا یونانی تھا)۔ 1512ء تک والی تونس کی ملازمت میں رہا1512ء میں ترکوں کی ملازمت اختیار کرلی [1] اور اس نے الجزائر لے لیا۔

## ہنگری اور ترکی:

1531ء میں ہنگری کے خلاف مہم، ترکوں نے سخت مقابلے کے بعد گونس (Gunos) لے لیا۔ پھر سلیمان نے اس لیے مراجعت مناسب سمجھی کہ ایران کی طرف جنگ کا خطرہ تھا۔ فرڈیننڈ اور سلیمان کے درمیان صلح (1533ء)۔ فرڈی ننڈ کے پاس ہنگری کا اتنا علاقہ رہ گیا، جو فتح نہ ہوا تھا۔ باقی حصے کا بادشاہ زاپولیا بن گیا۔ دونوں ترکوں کو خراج دیتے تھے۔ چارلس پنجم کے ساتھ صلح نہ ہوئی اور بحیرہ روم میں جنگ جاری رہی (خیر الدین اور آنڈریا ڈوریا کے درمیان)۔ خیر الدین نے ہسپانیہ سے نکالے ہوئے ہزاروں مسلمانوں کو بہ عافیت افریقہ پہنچایا۔ اس نے والی تونس کو نکال دیا۔ (1534ء) نیز صقلیہ اور جنوبی اٹلی کے سواحل پر ترکتازیں کیں۔

## ایران اور تیونس:

1534ء میں شاہ طہماسپ کے خلاف جنگ جو چارلس پنجم سے گفت وشنید کر رہا تھا۔ تبریز پر ترکوں کی پیش قدمی نیز بغداد وعراق کی تسخیر۔

جون وجولائی 1535ء میں چارلس پنجم نے بڑی مہم تیونس کے خلاف بھیجی، بیڑے کا کماندار آنڈریا ڈوریا تھا۔ خیر الدین کو شکست دے کر شہر (تیونس) پر قبضہ کرلیا گیا۔ تین روز تک نہایت خوفناک لوٹ مار۔ مولائے حسن والی تیونس کو از سر نو مسند پر بٹھا دیا گیا۔ سلطان سلیمان اور فرانس اول شاہ فرانس کے درمیان ہیپس برگ بادشاہ کے خلاف عہد نامہ دوستی (مارچ۔1536ء)۔ اس کے باب میں 1525ء سے گفت وشنید ہو رہی تھی۔ اس طرح تعاون کی ایک شکل پیدا ہوگئی۔

## وینس کے خلاف جنگ:

ترکوں نے خلیج آدریٹو [1] کی بندش کا خطرہ پیدا کر دیا۔ اس پر وینس اور ترکی کے درمیان جنگ (1537ء-1540ء)۔ سلطان اور خیر الدین نے کارفو کا محاصرہ کرلیا۔ فرانس نے بھی امداد کی لیکن محاصرہ چھوڑنا پڑا۔ اس سلسلے میں چارلس پنجم، پوپ اور وینس نے مل کر ترکوں کے خلاف ایک مقدس لیگ بنائی۔

چارلس پنجم کی جانب سے خیر الدین کو روپیہ دے کر ساتھ ملانے کی ناکام کوشش۔ سمندر میں ایک شکست کھانے کے بعد (جنگ پری ویا)ò□ (Prevesa) حکومت وینس نے صلح کرلی (1540ء)

اس نا پلیون چھوڑ نا پڑا جو مغربی یونان میں اس کا آخری مقبوضہ تھا۔ ساتھ ہی بڑا تاوان ادا کیا۔

## یمن و عراق اور ہنگری:

بحیرہ قلزم کے راستے ہندوستان کے شمالی و مغربی ساحل کے خلاف ترکوں کی مہم۔ بحیرہ قلزم کے پورے مشرقی ساحل (یمن اور عدن) پر قبضہ (1538ء)۔ جان زاپولیا کی وفات۔ ایک کمسن بچہ چھوڑا، سلیمان نے اس کی بادشاہی منظور کر لی۔ فرڈیننڈ کا حملہ ہنگری پر تا کہ پورے ملک پر اس کا حق ثابت ہو جائے (1540ء)۔ سلیمان کی مہم ہنگری کے خلاف (1541ء)۔ وہ بوڈا (ہنگری کا دارالحکومت) پہنچا اور بجسمنڈ زاپولیا (Sigismund) کی کمسنی میں کاروبار سلطنت خود سنبھال لیا۔ اس وقت سے ترکوں کے براہ راست نظم و نسق کا اجرا۔

سلیمان اور فرڈی ننڈ کے درمیان پانچ سال کے لیے صلح (1547ء)۔ ہنگری کا بڑا حصہ ترکوں کے قبضے میں۔ جو تھوڑا سا علاقہ فرڈی ننڈ کے پاس رہ گیا تھا۔ اس کے لیے وہ خراج ادا کرنے لگا۔

## ہنگری اور ایران:

(1548ء) ایران کے خلاف دوسری مہم اور تبریز پر قبضہ۔

فرڈی ننڈ سے جنگ دوبارہ شروع ہوگئی (1551ء-1562ء)۔ یہ بے ترتیبی سے جاری رہی اور زیادہ تر محاصروں پر مشتمل تھی۔ فرڈی ننڈ تخت شاہنشاہی پر بیٹھا تو صلح ہوگئی۔ زاپولیا کو ٹرانسلوینیا مل گیا۔ خاص ہنگری ترکوں کے پاس رہا۔ مغربی حصے کے لیے فرڈی ننڈ حسب سابق خراج ادا کرتا تھا۔

ایرانیوں نے پیش دستی کی اور ارض روم پر قبضہ کر لیا (1552ء)۔ سلیمان نے ایران کے خلاف جوابی کاروائی شروع کی اور ملک کے مغربی حصے کو برباد کر ڈالا۔ 1555ء میں صلح سلیمان عراق میں اپنی فتوحات سے دست بردار نہ ہوا۔

## متفرق واقعات:

خیر الدین پاشا کی وفات (1546ء)۔ اس کے جانشین دراغو نے 1554ء میں مہدیہ اہل ہسپانیہ سے چھین لیا۔ جو تیونس کے ساحل کا مشہور بحری مرکز تھا۔ بعد کے دو سال میں پورے شمالی افریقہ کے ساحل کی تسخیر۔

1565ء میں مالٹا کا محاصرہ۔ یہ جزیرہ ہسپانیہ کے بحری قزاقوں کا مرکز تھا۔ تین بڑے قلعوں میں سے ایک پر قبضہ کر لینے کے بعد ترک مراجعت پر مجبور ہو گئے۔

شاہنشاہ میکسملئن کے زیر ہدایت مسلسل یورشوں کے باعث ہنگری کے خلاف از سر نو جنگ۔

## وفات:

5 ستمبر 1563ء کو سلیمان نے زیجت (Szigeth) کے محاصرہ میں وفات پائی۔ اس کی زندگی کا آخری دور خاندانی تنازعات کے باعث تلخ ہو گیا تھا۔ اس کی بیگم راکسیلنا جو غالباً روسی قیدی تھی اور اس کے داماد وزیر اعظم رستم پاشا نے سلیمان کو فرزند اکبر مصطفیٰ کے خلاف اس درجہ بھڑکا دیا تھا کہ اس نے 1535ء میں شہزادے کا گلا گھٹوا کر مروا دیا۔ راکسلینا کے بیٹوں سلیم اور بایزید کے درمیان جنگ کا آغاز۔ بایزید نے 1559ء میں ہتھیار اٹھائے اور قونیہ میں شکست کھائی۔ وہ ایران چلا گیا اور سلیمان نے بڑی رقم دے کر بایزید اور اس کے بیٹوں کو موت کی سزا دلا دی۔ اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ سلیمان نے ایک ایسی سلطنت چھوڑی جو رقبے کے لحاظ سے عظیم ترین اور انتظامی لحاظ سے بہترین تھی۔ یورپی طاقتوں کا مقابلہ اس کے لیے بہت سہل تھا اس لیے کہ وہ طاقتیں خاندانی اور مذہبی جھگڑوں کے باعث بہت بدحال ہو رہی تھیں۔

## سلیم ثانی:

یہ بڑی سمجھ سوچ والا سلطان تھا، لیکن آرام پسند بہت تھا اور شراب بے حد پیتا تھا۔ مشیروں میں اختلاف محمد صوقو للی وزیر اعظم (1560ء، 1579ء) کی رائے تھی کہ وینس سے خوشگوار تعلقات قائم کر لیے جائیں اور ہسپانیہ کے خلاف جنگ جاری رکھی جائے۔ میکسملئن کے ساتھ 1568ء میں صلح ہو گئی تھی۔ اس کے خلاف ڈان جوزف نسی (Don Josoph Nassi) جو سلیم کا گہرا دوست تھا، چاہتا تھا کہ وینس کے خلاف جنگ شروع کی جائے۔ یہ شخص ان ہزاروں ہسپانوی یہودیوں میں سب سے ممتاز تھا، جو ہسپانیہ اور اٹلی سے اخراج کے بعد قسطنطنیہ، سالونیکا، ادرنہ اور سلطنت ترکی کے دوسرے حصوں میں آباد ہو گئے تھے۔ نسی 1553ء میں قسطنطنیہ پہنچا تھا اور اس نے بایزید کے خلاف جنگ میں سلیم کو مالی امداد دی تھی۔ سلیم نے اس کے بدلے میں سلیمان کو آمادہ کر لیا کہ نسی کو بحیرہ طبریہ کے پاس ایک علاقہ دے دیا جائے، جہاں وہ یہودی پناہ گیروں کو آباد کرنا چاہتا تھا۔ 1566ء میں سلیم نے نسی کو نکساس (Nexos) اور بحیرہ ایجہ کے دوسرے جزیروں کا امیر بنا دیا۔ وینس سے قبرص کی حوالگی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ نسی کو اس مطالبے سے بڑی دلچسپی تھی۔ غالباً وہ یہودیوں کو وہاں بسانے کا خواہش مند تھا۔ وینس کے انکار پر نسی نے 1570ء میں سلیم کو قبرص پر حملے کے لیے آمادہ کر لیا۔

جنگ میں ہسپانیہ وینس کا معاون بن گیا لیکن ان دونوں حلیفوں کے درمیان کامیاب تعاون کی کوئی

صورت نہ تھی اور دونوں بیڑے اس وقت کمک کے لیے تیار ہو سکے جب قبرص کی قسمت کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

**مقدس لیگ:**

20 مئی 1571ء کو پوپ پائیس پنجم ترکوں کے خلاف مسیحیوں کی ایک ''مقدس لیگ'' بنانے میں کامیاب ہوا۔ ایک عظیم الشان بحری بیڑا تیار کیا گیا، جس کی کمان آسٹریا کے ڈان جوآن کے حوالے کی گئی اور یہ بیڑا مسینا میں جمع ہوا۔ ترکوں نے گیارہ مہینے کے محاصرے کے بعد 3۔ اگست کو فاما گستا[1] پر قبضہ کر لیا۔ اس اثنا میں انھیں چھ مرتبہ حملے کرنا پڑے۔ 7۔ اکتوبر 1570ء کو دونوں بیڑوں کے درمیان لپانٹو میں جنگ ہوئی۔ متحدہ مسیحی بیڑے میں دو سو آٹھ جہاز تھے جن میں سے چھ بہت بڑے تھے۔ ترکی بیڑے کے جہازوں کی تعداد دو سو تیس تھی اور علی پاشا اس کا کماندار اعظم تھا۔ تین گھنٹے نہایت خوفناک جنگ جاری رہی۔ ترکوں کے اسی جہاز غرق ہو گئے۔ ایک سو تیس پکڑے گئے اور چالیس بچ نکلے[2]۔ اکٹیم کے بعد یہ سب سے بڑی بحری جنگ تھی۔ یورپ میں جشن اور خوشیاں، لیکن ہسپانیہ اور وینس کے مسلسل جھگڑوں کے باعث اس فتح کے ثمرات ضائع ہو گئے۔ ہسپانیہ چاہتا تھا کہ شمالی افریقہ کو از سر نو فتح کیا جائے۔ وینس کی خواہش تھی کہ قبرص کو ترکوں کے قبضے سے چھڑایا جائے۔

ترکوں نے حیرت انگیز تیزی سے نیا بیڑا تیار کر لیا۔ اور وہ 1573ء میں ایڈریاٹک کے اندر پہنچ گئے۔ ڈان جوآن نے اس پر حملے سے انکار کر دیا۔

**سلیم کا آخری دور:**

- ترکوں نے 1510ء میں تیونس لے لیا تھا۔ ڈان جوآن نے 1573ء میں اس شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ وینس نے ہسپانیہ کا ساتھ چھوڑ کر ترکوں سے صلح کر لی۔ قبرص سے وہ دست بردار ہو گیا اور تین لاکھ دوکات تاوان ادا کیا (مارچ 1573ء)۔ 1574ء میں ترکوں نے ہسپانیہ کو تیونس سے نکال دیا۔ لپانٹو کی شکست کے باوجود ترک مغربی بحیرہ روم کے یورپی سواحل پر مسلسل چھاپے مارتے رہے اور یہ سلسلہ سولھویں صدی کے آخر تک جاری رہا۔ 1574ء میں سلیم نے وفات پائی۔

**مراد ثالث: (1574ء-1596ء)**

ہسپانیہ اور ترکوں کے درمیان صلح (1585ء) دونوں نے اپنے اپنے مقبوضات پر قناعت کر لی سلطانوں کی بے پروائی کے باعث سلطنت میں زوال کا آغاز (1585ء)۔ انھوں نے کاروبار وزیروں پر چھوڑ دیا جو عموماً ان کے خاص آدمی ہوتے تھے۔ خرابیوں میں اضافہ۔ حرم کی طرف سے امور سلطنت

میں مداخلت۔ حکمران گروہوں کا ظلم۔ (یہودی، یونانی وغیرہ) فوجی تنظیم میں ضعف وانحطاط۔ خصوصاً ینی چریوں میں، جن میں اب ترکوں کو بھی داخل کرنے لگے تھے۔ چونکہ سلطنت کی حدیں زیادہ طاقتور یورپی حکومتوں تک پہنچ گئی تھیں، اس لیے فتوحات مشکل ہو گئیں اور فوجی جاگیروں کی تعداد بھی گھٹ گئی۔ اب سپاہیوں کو انعامات اور مراعات سے مطمئن رکھنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ کچھ دیر بعد ینی چریوں نے پریٹورین[1] گارڈ کی حیثیت اختیار کر لی۔ وہی سلطانوں کو تخت پر بٹھاتی، وہی اتارتی۔ اکثر سلطان اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلیاں تھے۔ اس دور میں محاصل بھی بڑھ گئے اور خزانہ انحطاط پذیر ہونے لگا۔ اس کے مقابلے میں انگریزوں، ولندیزوں اور فرانسیسیوں نے مشرقی بحیرہ روم میں وسیع تجارت کا بندوبست کر لیا۔

## مختلف واقعات:

ترکوں اور ایران کے درمیان 1577ء میں جو جنگ شروع ہوئی تھی، وہ بے قاعدگی سے دیر تک جاری رہی۔ 1590ء میں صلح۔ ترکوں نے گرجستان، آذربائیجان اور شرواں لے لیے۔ اس طرح اپنی سرحد قفقاز سے قزوین تک بڑھا لی۔ آسٹریا اور ترکوں کے درمیان جنگ (1593ء-1606ء)۔ جسمنڈ باتھوری (Sigismund Bathory) امیر ٹرانسلوینیا نے اس جنگ میں آسٹریا کا ساتھ دیا۔ 1696ء میں کرسٹیز (Keresztes) کے مقام پر ترکوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ کرسٹیز ارلاؤ کے قریب شمالی ہنگری میں ہے لیکن سلسلہ جنگ باقاعدہ جاری نہ رہ سکا، اس لیے کہ شہنشاہ آسٹریا ٹرانسلوینیا کے معاملے میں الجھا رہا۔ اس نے پہلے اسے باتھوری کے قبضے سے چھڑ لیا پھر مالڈیویا کے مائیکل سے۔ ترکوں نے سٹیفن بوکسکے (Stephen Bocskay) کی حمایت کی کہ آسٹرویوں کو باہر نکال دے لیکن خود ترکوں کو ایران کی پیدا کردہ مشکلات پر متوجہ ہونا پڑا۔

## ایران سے لڑائیاں:

ایران کے شاہ عباس اعظم سے لڑائیاں (1602ء-1618ء)۔ عباس نے اپنی فوج سر انتھونی اور سر رابرٹ شرلے[1] کی امداد سے از سر نو منظم کر لی تھی۔ اور سر انتھونی کو یورپی طاقتوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے کار خاص پر یورپ بھیجا گیا۔ عباس نے پہلے تبریز، پھر اریوان،، شرواں اور قارص کے لیے۔ جھیل ارومیہ پر زبردست قبضہ کر لیا۔ 1612ء میں صلح ہوئی لیکن 1616ء میں دوبارہ جنگ چھڑ گئی۔ 1618ء کے معاہدے کے مطابق ترکوں نے آذربائیجان اور گرجستان چھوڑ دیے۔

## ستواتوروک (Zsitva-Torok) کا عہد نامہ: 1606ء

(یہ پہلا عہد نامہ تھا جس پر ترکوں نے قسطنطنیہ کے باہر دستخط کیے)۔ یہ ترکوں اور آسٹریا کے درمیان ہوا تھا۔ آسٹریا نے ٹرانسلوینیا بوسکیے کے حوالے کر دیا۔ ترکوں نے آسٹرویوں کی برابری کا اقرار کر لیا اور جو خراج وہ ہنگری کے لیے ادا کرتے تھے، اس کا سلسلہ بند ہو گیا۔

## مراد رابع: 1623ء-1640

یہ چودہ سال کا لڑکا تھا جب تخت پر بیٹھا۔ سلطنت میں بغاوتیں ہو رہی تھیں اور وہ خود سرکش ینی چریوں کے رحم و کرم پر تھا۔ انتہائی وحشیانہ سختیوں کے بعد مراد نے اپنا اقتدار بحال کیا۔ بغداد کو واپس لینے کی کوشش اس لیے ناکام ہوئی کہ نئی بغاوتیں پھوٹ پڑیں جنہیں مراد نے حسب معمول بڑی سختی سے فرو کیا۔ (1625ء)۔ اس نے ایرانیوں سے ہمدان لے لیا (1630ء)۔ اریوں اور تبریز کی تسخیر (1635ء)۔ بغداد پر دوبارہ قبضہ (1638ء)۔ صلح ہوئی تو ایرانیوں نے اریوان اور ترکوں نے بغداد اپنے پاس رکھا۔

مراد نے مسیحی بچوں کا خراج منسوخ کر دیا۔ فوجی جاگیرات کا نظام از سر نو ترتیب دیا۔ ینی چریوں کی تعداد گھٹا دی اور فوجی نئی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اصلاح کی پہلی کوشش اس کی موت پر ختم ہو گئی (1640ء)۔

## وینس سے طویل جنگ: (1645ء-1664ء)

یہ جنگ اس لیے شروع ہوئی تھی کہ ترک جزیرہ کریٹ پر قبضہ کرنے کے خواہاں تھے۔ اس جنگ میں وینس نے ترکوں کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ قوت کا مظاہرہ کیا اور اپنا بیڑا آبناؤں (آبناؤں سے مراد ہے دردانیال اور مارموار) میں بھیج دیا۔ ینی چریوں نے بغاوت کی اور سلطان ابراہیم (1640ء-1648ء) کو تخت سے اتار کر اس کی جگہ محمد رابع (1648ء-1687ء) کو سلطان بنا لیا جو دس سال کا بچہ تھا۔ اس پر پھر بد نظمی کا دور شروع ہو گیا۔ 1656ء میں وینس نے دردانیال کے قریب ایک زبردست فتح حاصل کی۔

1652ء میں محمد کو پریلی کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ وہ البانیا کا ایک معمولی پاشا تھا لیکن سرگرمی اور استقامت میں اسے خاص شہرت حاصل تھی۔

# سلطنتِ عثمانیہ

## 1656ء-1793

### محمد کوپریلی: (1656ء-1661ء)

محمد کوپریلی وزیر اعظم نے بے پناہ جبر وتشدد سے سرکش ینی چریوں کو فرمانبردار بنایا۔ نااہل کمان داروں کو قتل کیا۔ دربار سے غیر مناسب عنصروں سے نکالا، مالیات کی حالت بہتر بنائی (محاصل اور ضبطیوں کے ذریعے سے)۔ وینس کے خلاف شدت وقوت سے جنگ جاری رکھی گئی۔ لمناس (Lemnos) اور ٹینے ڈاس (Tenedos) دوبارہ لے لیے گئے۔

جارج ثانی رے کا کزی (Rakoczy) والی ٹرانسلوینیا کی شکست اور معزولی (1657ء)

### احمد کوپریلی: (1661ء-1678ء)

محمد کوپریلی کا فرزند وزیر اعظم بنا۔ نظم وعمل بحال کیا، نرمی اور ملائمیت سے حکومت کا کاروبار چلایا۔ ایک طرف سلطان کو خوش رکھا دوسری طرف دشمنوں کو چکمہ دیا۔ صلح کے ذریعے سے وینس کے ساتھ جنگ ختم کرنے کی ناکام کوشش۔

آسٹریا کے خلاف جنگ (1663ء-1664ء)۔ ویسٹ فیلیا (Westphalia) کے معاہدے کے بعد آسٹریا دوبارہ شرق ادانی پر توجہ کے قابل بن گیا۔

یکم اگست 1664ء کو جنگ سان گاتھرڈ (St. Gotthard) آسٹریا کے جرنیل مانٹی کگولی (Monte Cucculi) نے ترکوں پر فتح پائی۔ وسوار (Vasvar) کے مقام پر بیس سال کے لیے معاہدہ صلح، ترکوں کو کوئی علاقہ چھوڑنا نہ پڑا لیکن انھوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ ٹرانسلوینیا کے والی کا انتخاب مقامی جاگیردار کریں گے۔

طویل محاصرے کے بعد کریٹ کا سقوط (1669ء)۔ وینس کے ساتھ صلح (1670ء)۔ جزیرے کے صرف تین مستحکم مقام وینس کے قبضے میں رہے۔

### پولینڈ کے خلاف جنگ: (1672ء-1676ء)

تاتاریوں اور کاسکوں کی جانب سے بے شمار سرحدی حملوں کے باعث یہ جنگ شروع ہوئی۔ نیز

یوکرین پر اقتدار حاصل کرنے کے لیے رقابت اس کا باعث بنی۔ترکوں نے لیمبرگ(Lemberg) تک ترکتاز کی لیکن شاہ جان سوبیسکی (Sobieski) نے دو مرتبہ انھیں شکست دی۔ذرونا(Zuravna) کے معاہدے کے مطابق (16 اکتوبر 1276ء) ترکوں نے پوڈولیا(Podolia) اور پولستانی یوکرین کے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔اس طرح براہ راست روس سے ان کی سرحد مل گئی۔

## روس کے خلاف پہلی جنگ:(1677ء-1681ء)

یہ جنگ کاسکوں کے حملے کا نتیجہ تھی۔ روزین (Radzin) کے معاہدے کے مطابق (1681ء) ترک مجبور ہو گئے کہ اول یوکرین کے بڑے حصے سے دست بردار ہو جائیں، دوم بحیرہ اسود میں کاسکوں کو تجارتی حقوق دیں۔

## قرہ مصطفیٰ:1678ء

احمد کوپریلی کا بھتیجا بھائی وزیراعظم بنا۔اس میں اہلیت نہ تھی لیکن عزوجاہ کی حرص بہت زیادہ تھی۔ شہنشاہ لیوپولڈ اول کے مقابلے میں اس نے ہنگری کی بادشاہی کے لیے ایمرک توکولی (Emeric Tokolli) کی حمایت کی۔اس پر آسٹریا سے جنگ شروع ہوگئی (1682ء 1699ء) پولینڈ، آسٹریا کی حمایت میں کھڑا ہو گیا۔

قرہ مصطفیٰ نے ویانا کا محاصرہ کرلیا(17 جولائی 1683ء-12 ستمبر 1683ء)۔شہر کی فصیلوں پر زبردست حملے۔سرنگوں کے ذریعے سے وسیع جنگی کاروائیاں۔محصورین نے رود بجر فان سٹہرم برگ (Rudiger von Stahremberg) کی کمان داری میں بہادرانہ مقابلہ کیا۔جرمنی اور پولینڈ کی مشترکہ فوج نے شہر کے لیے کامیاب کمک کا انتظام کیا۔جرمن فوج کا سالار لورین کا چارلس تھا، پولستانی فوج کا سالار جان سوبیسکی۔

1684ء میں وینس بھی آسٹریا اور پولینڈ سے مل گیا۔اس طرح پوپ کی سرپرستی میں ترکوں کے خلاف ایک ''مقدس لیگ'' بن گئی۔ پول، لوئی چہاردہم شاہ فرانس کے زیر اثر اس اتحاد سے باہر نکل گئے۔آسٹروی فوجوں نے تیزی سے بوڈاپسٹ پر پیش قدمی (1686ء)۔حکومت وینس نے جنوبی یونان میں بہت سے قلعوں پر قبضہ کرلیا۔روس نے ایزوو (Azov) کا محاصرہ کرلیا (1687ء 1689ء)۔

## موہاکس کی دوسری جنگ:

12۔اگست 1687ء کو موہاکس کے مقام پر دوسری مرتبہ جنگ ہوئی۔لورین کے چارلس نے ترکوں کو شکست دی، پریس برگ کی پارلیمنٹ نے تخت ہنگری کے حقوق وراثت آسٹروی حکمرانوں میں سے مردوں کے حوالے کر دیئے۔قسطنطنیہ میں افراتفری، محمد رابع کی معزولی، سلیمان ثالث کی تخت نشینی (1687ء-1691ء)

آسٹریا نے پہلے بلغراد پر قبضہ کیا(1688ء) پھر ودین(Vidin) لیا(1689ء)۔

مصطفیٰ کوپریلی جو احمد کا بھائی تھا وزیراعظم بنا۔(1689ء) ترکوں نے آسٹریا کو بلغاریہ، سرویا اور ٹرانسلوینیا سے نکال دیا۔بلغراد پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔سروی بھاگ کر جنوبی ہنگری میں چلے گئے۔

## مختلف جنگیں اور معاہدے:

19۔اگست 1691ء کو ترکوں نے جنگ سلم کمن(Salem Kemen) میں بیڈن کے لوئی سے شکست کھائی۔مصطفیٰ مارا گیا۔جنگ جاری رہی لیکن آسٹریا چونکہ فرانس سے الجھ چکا تھا اس لیے وہ جنگ پورے زور سے جاری نہ رکھ سکا۔

28 جولائی 1696ء کو پیٹر اعظم نے ایزوو ترکوں سے مستقل طور پر چھین لیا۔

11 ستمبر 1697ء جنگ زینٹا (Zenta) میں سیوائے کے یوجین (Eugene) نے ترکوں پر زبردست فتح حاصل کی۔

26۔جولائی 1699ء معاہدہ کارلووٹز (Karlowitz)۔یہ معاہدہ پچیس سال کے لیے ہوا۔پورا ہنگری آسٹریا کو مل گیا۔ٹرانسلوینیا، کروشیا، سلاووینا بھی اسی کے قبضے میں آ گئے۔جنوبی یونان اور ڈلمیشیا کا بڑا حصہ وینس کے حوالے ہو گئے، پولینڈ نے پوڈولیا حاصل کرلیا۔روس نے 1702 تک جنگ جاری رکھی، پھر معاہدہ صلح کے ذریعے سے ایزوو روسیوں کے حوالے ہو گیا۔پیٹر کا نقشہ عمل دور رس تھا۔وہ ممالک بلقان میں اپنے تمام ہم مذہبوں کو آزاد کرانا چاہتا تھا لیکن اسے ملتوی کرنا پڑا۔

## روس سے جنگ:(1710ء-1711ء)

اس جنگ کی آگ فرانس اور سویڈن کے چارلس دوازدہم نے بھڑکائی جو پولٹوا(Poltava) کی لڑائی (1709ء) میں روسیوں سے شکست کھا کر ترکی بھاگ گیا تھا پیٹر بلقانی مسیحیوں کا حامی بن گیا اور اس نے بغاوتیں کرانے کی کوشش کی۔1711ء میں ترکوں کی بہت بڑی فوج نے اسے دریائے پروتھ کے

کنارے نرغے میں لے لیا۔ مجبوراً پیٹر کو اپنی رہائی کی قیمت ادا کرنی پڑی۔ 21 جولائی 1711ء کو پروتھ کا معاہدہ ہوا اور روس نے ایزوو پر قبضہ چھوڑ دیا۔

## متفرق واقعات:

وینس سے جنگ (1714ء-1718ء)۔ ترکوں نے کارتھ بھی لے لیا اور کریٹ میں وینس کے جو مقبوضات تھے انھیں بھی چھین لیا۔ آسٹریا نے ہنگری میں مہم شروع کر دی۔ 5۔ اگست 1716ء کو یوجین نے پیٹروارڈین (Peterwardein) میں فتح پائی اور بلغراد پر قبضہ حاصل کر لیا (1717ء)۔

21۔ جولائی 1718ء کو پساروونز (Passarowitz) کے مقام پر صلح ہوئی اور ترک سرویا اور ولیشیائے کوچک سے دست برداری پر مجبوری ہو گئے لیکن جنوبی یونان پر قبضہ باقی رکھا۔

ترکوں نے روس سے معاہدہ کر کے ماورائے قفقاز کا مغربی حصہ حاصل کر لیا (1725ء، 1727ء) اس پر نادر شاہ ایران سے جنگ شروع ہو گئی۔ اس نے 1730ء میں ترکوں کو مغربی قفقاز سے نکال دیا۔

## روس اور آسٹریا سے جنگ: (1736ء-1739ء)

یہ جنگ ایک حد تک اس امر کا نتیجہ تھی کہ ترکوں نے پولینڈ کے خلاف روس کی کارروائیوں پر احتجاج کیا تھا، نیز فرانس کے دباؤ کے ماتحت یہ شروع ہوئی۔ روسیوں نے ایزوو لے لیا اور کریمیا پر حملہ کر دیا۔ لیکن 1737ء کی مہمات میں ترک، روس آسٹریا دونوں کے خلاف کامیاب ہو گئے۔ روسی جرنیل نے میونخ (Munnich) سے جسی (Jassy) تک نہایت شاندار پیش قدمی کی (1739ء)۔ ان کامیابیوں پر آسٹریا میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی اور اس نے فرانس کی ثالثی قبول کر لی۔ 18 ستمبر 1739ء کو بلغراد کے معاہدے کے مطابق آسٹریا نے شمالی کوریا اور بلغراد چھوڑ دیے۔ آسٹریا کی علیحدگی نے روسیوں کو بھی صلح پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے مان لیا کہ ایزوو میں جو استحکامات کیے گئے ہیں وہ مسمار کر دیے جائیں گے اور بحیرہ اسود میں کوئی بیڑا نہ رکھا جائے گا۔

## ایران سے جنگ: (1743ء-1746ء)

ایران سے غیر فیصلہ کن کن۔ یہ اصل میں طویل کشمکش کا خاتمہ تھی۔ اٹھارویں صدی کے وسط کو بحیثیت مجموعی امن کا دور سمجھنا چاہیے (یورپی طاقتیں آسٹریا کی جنگ تخت نشینی اور جنگ ہفت سالہ میں الجھی ہوئی تھی) یہ ثقافتی ترقی کا بھی دور ہے (راغب پاشا وزیر اعظم 1757ء-1763ء)۔ مرکزی حکومت کی طرف سے جارحانہ اقدام رک جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ نئے حاکم پیدا ہو گئے جنہوں نے اناطولیہ کے مختلف حصوں میں اپنی

حکومتیں قائم کر لیں۔ وہ دراصل نیم خودمختار فرمارواؤں کی حیثیت رکھتے تھے۔

## ملکہ کیتھرائن کی پہلی جنگ عظیم (1767ء-1774ء)

یہ جنگ پولینڈ میں روسی پالیسی کی وجہ سے شروع ہوئی۔ پولستانیوں نے بغاوت کی، پھر وہ بھاگ کر ترکی چلے گئے۔ روسی فوجوں نے ان کا تعاقب کیا، فرانس کی انگیخت پر باب عالی نے جنگ کا اعلان کر دیا۔ ملکہ کیتھرائن جنگ نہ چاہتی تھی لیکن شروع ہوگئی تو اس نے سرگرمی سے اسے جاری رکھا۔ اس کے جرنیلوں نے مالڈیویا (Moldavia) اور ولیشیا کے علاقے پامال کر ڈالے۔ روسی کارندوں نے یونانیوں کو بغاوت پر آمادہ کیا۔ ان باغیوں کے افسر روسی تھے۔

جنگ چزمے (Chesme) (4 جولائی 1770ء)۔ روسی بیڑا جس کے افسر انگریز تھے بالٹک سے ساحل اناطولیہ پر پہنچا اور ترکی بیڑے کو شکست دی۔ 1771ء میں روسیوں نے کریمیا فتح کر لیا۔ فریڈرک اعظم نے روسی فتوحات پر پریشان ہو کر ثالثی کی پیش کش کی اور پولینڈ کی پہلی تقسیم عمل آئی۔ جنگ جاری رہی۔

یہاں تک کہ روسیوں کو پگاشف (Pugachev) کی بڑی بغاوت نے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

## معاہدہ کوچک کنیرجی:

کوچک کنیرجی (Kuchuk Kainarji) دریائے ڈینیوٹ کے کنارے سلسٹریا کے پاس ایک گاؤں ہے۔ جہاں 21 جولائی 1774ء کو معاہدہ ہوا۔ روس نے کریمیا میں کن برن، ینی قلعہ اور کرچ کے لیے نیز ترکی سمندروں میں تجارتی جہازوں کے لیے آزادانہ پھرنے کا حق حاصل کر لیا۔ کریمیا کے تاتاریوں کی خودمختاری اس شرط پر تسلیم کی گئی کہ وہ سلطان کو خلیفہ مانیں۔ مالڈیویا اور ولیشیا اس شرط پر ترکی کو واپس کر دیئے گئے کہ ان پر نرمی سے حکومت کی جائے گی۔ روس نے ان کے باب میں مداخلت کا حق باقی رکھا۔ روس کو غلطہ (قسطنطنیہ کا وہ حصہ جہاں غیر ملکی رہتے تھے) میں ایک یونانی کلیسا بنانے کی اجازت مل گئی۔ ترکوں نے مسیحی کلیساؤں کی حفاظت کا وعدہ کیا اور یہ بھی مان لیا کہ روس غلطہ کے کلیساؤں کی حفاظت کا وعدہ کیا اور یہ بھی مان لیا کہ روس غلطہ کے کلیسا کے لیے یادداشتیں پیش کر سکے گا۔ یہ شرطیں آگے چل کر روس کے لیے بہت زیادہ مداخلت کی بنیاد بن گئیں۔

## روسی اور آسٹروی معاہدہ: 1781ء

کیتھرائن ملکہ روس اور جوزف ثانی شہنشاہ آسٹریا کے درمیان ایک اہم ملاقات (1780ء) کیتھرائن نے اس میں اپنی یونانی سکیم پیش کی جس کا مدعا یہ تھا کہ ترکوں کو یورپ سے نکال کر یونانی سلطنت بحال کی جائے اور کانسٹن ٹائن (پیدائش 1779ء) کو بادشاہ تسلیم کیا جائے۔ آسٹریا کے لیے ممالک بلقان

کا نصف مغربی حصہ تجویز ہوا۔روس نے 1783ء میں اس عذر پر کریمیا کو اپنی سلطنت میں شامل کرلیا کہ وہاں امن قائم کرنا مقصود ہے۔ترکوں کو اس پر بڑا غصہ آیا لیکن انگلستان اور آسٹریا نے انھیں راضی کرلیا کہ جو کچھ پیش آچکا ہے اسے قبول کرلیا جائے۔

## کیتھرائن کو دوسری جنگ:(1787ء-1792ء)

یہ جنگ اس لیے شروع ہوئی کہ ترک کریمیا کے تاتاریوں کے ساتھ روس کے خلاف ساز باز کر رہے تھے اور روس گرجستان پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔آسٹریا، 1781ء کے معاہدے کے مطابق روس کا ساتھی بن گیا (1788ء)۔جنگ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔روس اس کے لیے تیار نہ تھا اور ترکوں کو اناطولیہ کے نیم خود مختار حاکموں سے فوج حاصل کرنے میں مشکلات پیش آئیں۔

## سلیم ثالث:(1789ء،1807ء)

یہ بڑا دانش مند ان حکمران تھا۔اس نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ دشمنوں پر فتح حاصل کرے اور سلطنت کا انتظام درست کردے۔آسٹریا نے بلغراد پر قبضہ کرلیا اور روسی فوجیں پرنس پوٹم کن(Potemkin)اور جنرل سوواروف (Suvorov) کے ماتحت ڈینیوٹ کی طرف بڑھیں۔آسٹریا نے پروشیا کے دباؤ کے ماتحت سسٹووا(Sistova) میں الگ صلح کرلی۔(4۔اگست 1791ء)۔اس صلح کے مطابق بلغراد ترکوں کو واپس مل گیا اور شمالی بوسینیا میں چھوٹا سا علاقہ آسٹریا کے حوالے کردیا گیا۔

## معاہدہ جسی:

(9 جنوری 1792ء)۔روس پولینڈ میں پروشیا کی سرگرمیوں سے پریشان ہو گیا اور آسٹریا کی علیحدگی پر اس نے جنگ ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔مالڈیویا اور بسربیا واپس کردیا، اوکزاکوف(Oczakov) لے لیا اور دریائے نیسٹر کے ساتھ حد قائم ہوگئی۔

# افریقہ

## 1517ء-1800ء

### فتح مصر:

سلیم اول نے مصر فتح کیا اور وہاں ترک گورنر مقرر کر دیا۔ مملوک سردار بدستور موثر اقتدار کے مالک رہے۔ زمینیں انھیں کے قبضے میں تھیں۔ چارلس پنجم نے فلینڈرز کے ایک تاجر کو باقاعدہ بردہ پوشی کی اجازت دے دی (1517ء)۔ حوصہ (حوصہ موجودہ نائیجریا کا ایک حصہ ہے) کی افواج نے سنگھوئی (سنگھوئی نائیجریا کے شمال میں ہے) کے حکمران کو شکست دی اور دریائے نائیجریا کے شمال میں حوصہ سب سے بڑی قوت کے حامل بن گئے (1517ء)۔

### متفرق واقعات:

مسلمان صومالی سردار احمد گران نے آتش بار ہتھیاروں سے کام لے کر حبشہ کو پامال کر ڈالا (1527ء)۔ نجاشی نے پرتگیزوں سے مدد طلب کی۔

ترکوں نے خیر الدین باربروسہ کے ماتحت تیونس پر قبضہ کر لیا (1534ء)۔

ہسپانیہ نے تیونس کو فتح کر لیا (1535ء)۔ اس طرح شمالی افریقہ کے ساحل کی تسخیر مکمل ہو گئی جس کا آغاز 1494ء میں ملیلہ پر قبضہ حاصل کرنے سے ہوا تھا۔

الجزائر کے خلاف چارلس پنجم کی ناکام مہم (1541ء)۔ اسی سال کرسٹوفر داگاما فرزند واسکو کے ماتحت پرتگیزی مہم حبشہ بھیجی گئی۔ پرتگیز احمد گران کو حبشہ سے خارج کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

### 1571ء-1603ء:

ادریس ثالث کے ماتحت سلطنت بورنو (یہ علاقہ نائیجریا کے شمال و مشرقی گوشے میں واقع ہے) کا عہد عروج (تیرھویں صدی سے) جھیل چاڈ کے پاس کا زیادہ تر علاقہ اسی سلطنت کے قبضے میں تھا۔

1574ء میں تیونس ہسپانیہ سے چھن گیا اور یہ ترکی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ اس کے لیے حاکم مقامی لوگ منتخب کرتے تھے۔ اس سال پرتگیزوں نے انگولہ میں آباد کاری شروع کی۔ 1578ء میں مراکش کی خاندانی جنگ میں پرتگال سے مدد مانگی گئی اور پرتگال نے ملک کو فتح کر لینے کا فیصلہ کیا لیکن قصر الکبیر کی

جنگ میں شکست فاش کھائی۔ احمد المنصور نے شریفی خاندان کی حکومت قائم کی۔ 1580ء میں ہسپانیہ نے سبتہ پر قبضہ کرلیا جو 1688ء تک پرتگال کا مقبوضہ سمجھا جاتا رہا۔ 1581ء میں مراکش نے توات لے لیا۔ یہ صحرائے اعظم میں مداخلت کا آغاز تھا۔ 1591ء میں ہسپانیہ اور پرتگال کے مفرورین کی جو جماعت مراکش کی فوج میں ملازم ہو گئی تھی اس نے صحرا کو عبور کر کے آتش بار ہتھیاروں سے کام لے کر سنگھوئی کی فوجوں کو شکست دی۔ کاؤ کی تباہی اور ٹمبکٹو میں مراکش کی حکومت کا قیام۔ حبشیوں کی پوری ثقافت وتہذیب تباہ کر دی گئی اور ملک رقیب پاشاؤں کی جنگ جوئی کا شکار ہو گیا۔ 1612ء میں ان پاشاؤں نے مراکش سے خودمختاری حاصل کر لی اور 1780ء تک ٹمبکٹو میں حکومت کرتے رہے۔

## 1650ء-1732:

علی بے 1650ء میں تیونس کا موروثی حکمران بن گیا۔ 1662ء میں پرتگال نے طنجہ انگلستان کے حوالے کر دیا۔ لیکن 1684ء میں انگریزوں نے یہ مقام سلطان مراکش کو واپس کر دیا۔ اسی سال فرانس نے الجزائر کے قزاق سرداروں کے خلاف فوج کشی کی۔ متعدد ساحلی قصبات پر بم باری۔ سردار بہت سے مسیحی غلام واپس کر دینے پر مجبور ہو گئے۔

پرتگیزوں نے افریقہ کے مشرقی ساحل پر جو چوکیاں بنائی تھیں ان میں سے عمان کے عربوں نے انھیں خارج کر دیا 1698ء۔ ممباسہ پرتگیزوں نے 1730ء میں خالی کیا لیکن موزمبیق پر قبضہ بحال رکھا۔

1705ء میں حسین بن علی تیونس میں حسینی خاندان حکومت کی بنیاد رکھی اور ترکوں کے اقتدار سے آزادی حاصل کر لی۔ 1714ء میں احمد بے طرابلس کا حاکم بن گیا اور اس نے قرہ مانلی خاندان کی بنیاد ڈالی جس کی حکومت 1835ء تک باقی رہی۔ 1732ء میں ہسپانیہ نے وہران پر قبضہ کر لیا۔

## 1757ء-1801ء:

مراکش میں سدی محمد کی فرمانروائی۔ اس نے امن ونظم بحال کیا اور مسیحیوں کو غلام بنانا ممنوع قرار دیا (1777ء)۔

1766ء میں ایک سردار نے مصر میں حکمران بنتے ہی ترکوں سے آزادی کا اعلان کر دیا۔ اس کے جانشین محمد بے نے 1773ء میں پھر ترکوں کی سیادت تسلیم کر لی۔ 1791ء میں ہسپانیہ نے وہران سے دست برداری اختیار کر لی لیکن ملیلہ، سبتہ اور شمالی ساحل کے بعض دوسرے چھوٹے چھوٹے مرکز اپنے قبضے میں رکھے۔ 1801ء میں ایک کولور سردار عثمان دنفودیو نے حوصہ کو فتح کر لیا اور اس پورے علاقے کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا لیا۔ ساتھ ہی مملکت سکوتو (سکوتو بھی نائیجریا کا حصہ ہے) کی بنیاد رکھی۔

# سلطنتِ ایران

## 1500ء-1794ء

### شاہ اسماعیل: (1500ء-1524ء)

شاہ اسماعیل خاندان صفویہ کا بانی تھا۔اور صدیوں کے بعد قومی حکمرانوں کا یہ پہلا خاندان تھا جو ایران میں قائم ہوا۔اسماعیل اپنا سلسلہ نسب صفی الدین اردبیلی (1252ء-1334ء) سے ملاتا تھا۔جو حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ چہارم کی نسل سے تھا۔صفی الدین نے ترک قبیلوں میں درویشی کے ایک سلسلے کی بنیاد رکھی، جس کے طور طریقے صوفیوں کے سے تھے اور مذہب اہل تشیع کا۔اس کا اور اس کے جانشینوں کا اثر و رسوخ شمالی و مغربی ایران نیز مشرق و جنوبی اناطولیہ میں پھیل گیا۔جب شیخ جنید (1448ء-1460ء) اس سلسلے کا سجادہ نشین ہوا تو اس نے دینوی طاقت بھی بڑھانے کی کوشش کی اور وہ اودون حسن کی حمایت وحفاظت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔اس کی ہمشیرہ سے شادی بھی کرلی۔اس کے بیٹے حیدر نے پورے سلسلے کو از سر نو منظم کرلیا اور اس طرح ایک زبردست جنگی کارخانہ اس کے ہاتھ آ گیا۔ان بزرگوں کے مریدوں کو قزلباش کہتے تھے،جس کے لفظی معنی ہیں "سرخ سر" ان کے سر پر ہمیشہ سرخ ٹوپیاں رہتی تھیں۔

حیدر کو آق قویونلی خاندان کے حکمران یعقوب نے شکست دی اور وہ میدان جنگ میں مارا گیا،لیکن اس نے کئی بیٹے چھوڑے جن میں سے ایک اسماعیل تھا۔اس نے کئی سال جگہ جگہ چھپ چھپ کر گزارے۔ جب آق قویونلی خاندان کے حکمران رستم شاہ کے انتقال پر افراتفری پیدا ہوئی تو اسماعیل نے فائدہ اٹھایا اور اسی خاندان کے بادشاہ الوند کو 1501ء میں شکست دے کر جلد تبریز پر قبضہ کرلیا،ساتھ ہی اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا۔اس کے مسند نشین ہوتے ہی شیعیت ایران کا مسلمہ مذہب بن گئی۔

پرتگیزوں نے ہرمز میں مرکز قائم کرلیا (1507ء-1622ء) شاہ اسماعیل نے ازبکوں کو شکست دے کر خراسان سے باہر نکال دیا۔1510ء میں عثمانی سلطان سلیم اول نے ایران پر حملہ کیا اور چالدیراں کی جنگ پیش آئی۔جس میں اسماعیل نے شکست کھائی اور تبریز چھن گیا۔اگرچہ بعد میں ترکوں نے اسے خالی کر دیا۔اسی وقت سے ترکوں اور ایرانیوں کے درمیان مذہبی اختلاف کی بنا پر ایک طویل کشمکش شروع ہوگئی۔

## شاہ طہماسپ اول (1524ء-1576ء)

اسماعیل کا فرزند دس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا۔ ساتھ ہی ماوراالنہر کے ازبکوں کے خلاف حملوں اور مہموں کا سلسلہ جاری ہو گیا۔ ترکوں نے بھی مسلسل حملے کیے اور عراق فتح کر لیا۔ کئی مرتبہ تبریز، سلطانیہ اور اصفہان پر بھی وہ قابض ہو گئے۔ 1555ء میں ترکوں کے ساتھ مستقل عہد نامہ صلح ہوا۔

1561ء-1563ء انگلش مسکوی کمپنی[1] کی طرف سے اینتھونی جنکن سن خشکی کے راستے روس سے ایران پہنچا اور اس نے تجارتی تعلقات کا بندوبست کیا جو 1581ء تک قائم رہے۔

## متفرق واقعات:

طہماسپ کا چوتھا فرزند اسماعیل ثانی نے لقب سے مسند نشین ہوا۔ اس نے اپنے تمام رشتہ داروں کو قتل کرا دیا اور خود صرف ایک سال کی بادشاہی کے بعد فوت ہو گیا۔ پھر طہماسپ کا فرزند محمد خدابندہ بادشاہ ہوا۔ وہ نیم کور تھا اور محض حسن اتفاق سے بھائی کے جوش انتقام سے بچ رہا تھا۔ ترکوں نے از سر نو حملوں کا سلسلہ شروع کیا لیکن اب کے حملے پہلے حملوں کی طرح فیصلہ کن نہ تھے۔

## شاہ عباس اول: (1587ء-1629ء)

اسے عباس اعظم کہتے ہیں۔ ایرانی حکمرانوں میں یہ سب سے زیادہ قابل احترام مانا جاتا ہے۔ یقیناً عباس وسیع النظر اور مضبوط ارادے کا آدمی تھا اگرچہ ساتھ ہی شکی اور بے رحم بھی تھا۔ (اس نے اپنے ایک بیٹے کو مروا دیا اور دو کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی) ابتدائی دور میں عباس کا ملا قزلباش امراء کے زیر اثر تھا، بعدازاں وہ ان کے اثر کو توڑنے میں کامیاب ہو گیا اور "دوست داران شاہ" کی ایک نئی جماعت پیدا کر لی۔ ایک نئی پیادہ فوج اور نیا توپخانہ بھی بنا لیا، جس میں ترکی فوج اور توپخانے کا نمونہ پیش نظر رکھا۔ اس کام میں اینتھونی اور رابرٹ شرلے نے بڑی مدد دی۔ یہ دونوں بھائی 1598ء میں چھبیس رفیقوں کے ساتھ ایران پہنچے تھے۔ عباس کے عہد حکومت میں رابرٹ زیادہ تر ایران ہی میں رہا۔

1590ء میں عباس نے تبریز، شرواں، گرجستان اور کردستان ترکوں کے حوالے کر کے صلح کر لی تا کہ ازبکوں کی سرکوبی بہ اطمینان کی جا سکے۔ یہ لوگ عبداللہ ثانی کی قیادت میں ہرات و مشہد کے علاوہ خراسان کے دوسرے قصبوں پر بھی قابض ہو چکے تھے۔

1597 میں ایرانیوں نے ازبکوں کو سخت شکست دی، جس کے بعد خراسان مدت تک ازبکی یورشوں سے محفوظ رہا۔

## 1602ء سے 1627ء تک کے واقعات:

ترکوں کے ساتھ لڑائیاں، سر اینتھونی شرلے کو اس غرض سے یورپ بھیجا گیا کہ چارلس پنجم شہنشاہ جرمنی وشاہ ہسپانیہ [1] کا تعاون حاصل کیا جاسکے 1603ء میں عباس نے تبریز لیا۔ پھر وہ اریوان، شروان اور قارس پر قابض ہوا۔ جھیل ارومیہ کے قریب ترکوں پر زبردست فتح حاصل کی۔ اس کے بعد عباس نے بغداد، موصل اور دیار بکر بھی فتح کر لیے۔ 1612ء میں صلح ہوئی لیکن چار سال بعد پھر جنگ چھڑ گئی۔ تسخیر بغداد کے لیے ترکوں کی کوشش نا کام رہی (1625ء)۔

1616ء میں برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی نے سورت سے ایران کے ساتھ تجارت شروع کی۔ پرتگیزوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ انھوں نے انگریزوں پر حملہ کر دیا۔ لیکن جنگ جسک میں شکست کھائی (1620ء)۔ انگریز تاجروں نے ایرانی فوج سے تعاون کر کے ہرمز پرتگیزوں سے چھین لیا اور اپنے لیے خاص حقوق حاصل کر لیے۔

## 1629ء سے 1694ء تک کے واقعات:

عباس کا پوتا شاہ صفی تخت نشین ہوا۔ ساتھ ہی حکمرانی میں حرم کی مداخلت شروع ہوئی۔ تیزی سے انحطاط، جس طرح پچاس سال پیشتر ترکی سلطنت میں انحطاط آیا تھا۔ اپنے معاصر سلطان مراد رابع کی طرح شاہ صفی نے بھی وسیع کشت وخون ہی میں امتیاز حاصل کیا۔

1630ء میں مراد رابع نے ہمدان پر قبضہ جمایا اور اسے لوٹا۔ شاہ عباس کے فتح کیے ہوئے علاقوں کو واپس لینے کے لیے یہ پہلا قدم تھا۔ ترکوں نے تبریز اور اریوان کے لیے (1635ء)، بغداد پر قبضہ کیا اور شاہ صفی کو صلح پر مجبور کر دیا (1638ء)۔ بغداد اپنے قبضے میں رکھا اور اریوان ایرانیوں کے حوالے کر دیا۔

صفی کی وفات پر اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی 1642ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی عمر صرف دس سال کی تھی اس نے کسی بھی دور میں کوئی خاص صلاحیت ظاہر نہ کی۔ 1664ء میں پہلا روسی مشن اصفہان پہنچا۔ قفقاز کے محاذ پر کاسکوں کے حملے۔ اسی سال فرانسیسیوں نے ایران سے تجارت کی اجازت حاصل کی۔

1667ء میں عباس ثانی کا بیٹا شاہ سلیمان تخت پر بیٹھا۔ وہ بھی لیاقت سے عاری تھا اور سلطنت کو زوال سے بچانے کے لیے اس نے کچھ نہ کیا۔

## شاہ حسین: (1694ء-1722ء)

شاہ حسین بڑا خدا پرست بادشاہ تھا۔ شیعیت میں اس کے غلو نے سنی ہسپانیوں کے لیے ہنگامہ آرائی

کا بہانہ پیدا کر دیا۔ 1709ء میں غلزئی سردار میرویس کے زیر سرکردگی افغانوں کی بغاوت۔ اس کے خلاف ایران سے جو فوج بھیجی گئی، میرویس نے 1711ء میں اسے شکست دی اور خود مختار افغان سلطنت کی بنیاد ڈال دی۔ 1715ء میں میرویس کی جگہ میر عبداللہ رئیس حکومت بنا۔ اس نے ایران کی سیادت تسلیم کر کے صلح کرنی چاہی تو 1717ء میں اسے معزول کر دیا گیا اور میر محمود قندھار کا حکمران بنا۔ (1717ء-1725ء)۔ 1717ء میں ہرات کے ابدالیوں نے بھی بغاوت کی اور وہاں ایک نئی خود مختار سلطنت قائم ہو گئی۔

1722ء میں میر محمود نے ایک افغان فوج کے ساتھ ایران پر حملہ کیا۔ ایرانی فوج اور اہل دربار بالکل بے ہمت تھے اور مزاحمت کا کوئی بندوبست نہ کر سکے۔ محمود نے انھیں شکست دے کر اصفہان لے لیا۔ حسین تخت سے دست بردار ہو گیا اور محمود، شاہ ایران بن گیا۔ حسین کے بیٹے طہماسپ نے مازندوان پہنچ کر افغانوں کے مقابلے کے لیے قومی تنظیم شروع کر دی۔

پیٹر اعظم نے موقع سے فائدہ اٹھا کر طہماسپ کی امداد کا عذر پیش کرتے ہوئے دربند لے لیا۔ 1723ء میں اس نے باکو اور رشت پر بھی قبضہ کر لیا۔ طہماسپ نے کہا کہ مجھے پوری امداد دیجئے اور اس کے بدلے میں شروان، داغستان، گیلان، مازندران اور استر آباد بھی لے لیجیے۔

## 1723ء-1730ء کے واقعات:

ترکوں نے مال غنیمت میں سے حصہ لینے کے خیال سے طفلس پر قبضہ کر لیا (1723ء)۔ ایران کی تقسیم کے لیے روس اور ترکی کا معاہدہ (1724ء)۔ ترکوں نے تبریز، ہمدان اور کرمان شاہ اپنے لیے مخصوص کرا لیے اور ان پر قابض بھی ہو گئے (1724ء-1725ء)

اصفہان میں خونریزی کا دہشت خیز دور۔ محمود کا دماغ پھر گیا۔ اس نے سپاہیوں اور عام باشندوں کی بڑی تعداد کے علاوہ تمام ایرانی امیروں، رئیسوں اور صفوی خاندان کے تمام افراد کو موت کے گھاٹ اتار نے کا حکم دے دیا۔ اشرف، شاہ محمود کا جانشین بنا (1725ء-1730ء)۔ وہ ذرا صلح پسند تھا لیکن نہ اسے ایرانیوں کی ہمدردی حاصل ہو سکی اور نہ قندھار سے مدد مل سکی۔ ترک اصفہ پر پیش قدمی کر رہے تھے، اشرف نے انھیں 1726ء میں شکست دی۔ 1727ء میں صلح ہوئی۔ سلطان نے اشرف کو شاہ ایران مان لیا اور اس نے تمام مفتوحہ علاقے ترکوں کو دے دیئے۔

طہماسپ نے نادر قلی کی امداد سے جو خراسان کے افشار قبیلے کا ایک زبردست رئیس تھا، مشہد اور ہرات فتح کر لیے۔ پھر افغانوں کو شکست دے کر اصفہان بھی لیلیا (1726ء-1728ء) شیراز کے قریب

افغانوں کی آخری شکست (1730ء)۔اشرف قندھار واپس ہوتا ہوا مارا گیا اور اس کے ساتھی جس طرح بھی ممکن ہوسکا، منتشر ہو کر بچ نکلے۔

## طہماسپ ثانی اور عباس ثالث: (1730ء،1736ء)

طہماسپ ثانی محض برائے نام بادشاہ تھا۔ تمام اختیارات نادرقلی کے ہاتھ میں تھے، جس نے طہماسپ کی ہمشیرہ سے شادی کرلی۔ نادر افغانوں کو شکست دے کر ترکوں کی طرف متوجہ ہوا اور انھیں ایران، تبریز اور کرمان شاہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ پھر نادر ابدالیوں کا فیصلہ کرنے کے لیے نکلا۔ اس اثناء میں طہماسپ نے سوچا کہ ترکوں کے خلاف فتوحات کا سلسلہ مکمل کرلینا چاہیے لیکن سخت شکست کھائی اور جو کچھ نادر نے حاصل کیا تھا سب ہار دیا، بلکہ ترکوں کی پیش کردہ شرطیں بھی مان لیں۔ اس پر نادر نے 1732ء میں طہماسپ کو معزول کر دیا اور اس کے ہشت ماہہ بیٹے کو عباس ثالث کے لقب سے بادشاہ بنا دیا۔ یہ صفوی خاندان کا آخری بادشاہ تھا۔ روسیوں نے معاہدہ رشت (1733ء) کے رو سے مازندران، استرآباد اور گیلان سے دست برداری اختیار کرلی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان علاقوں پر وہ قبضہ پختہ کرہی نہ سکے تھے۔

نادر نے ترکوں کو جنگ کرکوک میں سخت شکست دی اور اپنی حیثیت بحال کرلی۔ ساتھ ہی بغداد کی ناکہ بندی شروع ہوگئی، لیکن یہ کاروائی اس وجہ سے روکنی پڑی کہ قفقاز میں ایک نئی مہم کی ضرورت پیش آگئی تھی (1738ء)۔

## نادرشاہ: (1736ء-1747ء)

عباس ثالث کی وفات پر نادر کی تخت نشینی۔ اس نے تخت اس شرط پر قبول کیا کہ ایرانی شیعیت سے دست بردار ہوجائیں۔ وہ خود نسلاً ترک اور مذہباً سنی تھا، لیکن ایرانیوں سے سنیت قبول کرانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔

نادر اور اس کے جرنیلوں نے بلوچستان اور بلخ لیے (1737ء) قندھار پر قبضہ (1738ء)۔ وہاں سے تسخیر ہند کے لیے روانگی۔ کابل، پشاور اور لاہور پر قبضہ۔ 1739ء میں دہلی کے قریب، کرنال میں مغل شہنشاہ کی بہت بڑی فوج کو شکست دی۔ دہلی پر قبضہ اور وہاں خوفناک قتل عام۔ نادر نے مغل بادشاہ سے تخت نہ لیا، لیکن پچاس کروڑ ڈالر کا تاوان وصول کیا نیز دریائے سندھ کے شمال و مغرب میں جتنے علاقے تھے، وہ اپنی سلطنت میں شامل کرلیے۔

بخارا اور خوارزم (خیوا) کی تسخیر (1740ء) یہ اس کے مقبوضات میں وسعت کی آخری حد تھی اور

یہیں سے اس کی زندگی میں انقلاب شروع ہوا۔ وہ بلاشبہ بہت بڑا سالار تھا، لیکن نہ حقیقی مدبر جانتا تھا اور نہ اس میں کوئی انتظامی قابلیت تھی۔ شیعیت کو ختم کرنے کے لیے اس کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے چینی بڑھنے لگی اور اسے دبانے کے لیے وہ ظلم وجور سے کام لینے کا عادی بنتا گیا۔ انجام کار اس نے اپنے گراں قدر محصولات اور جابرانہ تحصیلات سے ملک کو تباہ کر ڈالا۔

ترکوں سے از سر نو جنگ کا آغاز، اس لیے کہ سلطان نے ایرانیوں کی شرطیں رد کر دی تھیں۔ 1745ء میں نادر نے فارس میں شاندار فتح حاصل کی اور 1747ء میں صلح ہوگئی۔ اس کا ایک مطالبہ یہ تھا کہ ایران کی طرف سے جعفری فرقے کو بھی وہی درجہ دیا جائے جو حرم پاک میں مالکی، حنبلی، حنفی اور شافعی فرقوں کو حاصل ہے۔ یہ مطالبہ چھوڑ دیا لیکن مراد رابع کے زمانے میں ایران وترکی کی جو سرحد تھی وہ متفق علیہ سرحد قرار پائی۔ 1747ء میں نادر شاہ اپنے ہی اہل قبیلہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

## افراتفری کا دور: (1747ء-1750ء)

اس دور میں تخت کے لیے خانہ جنگی۔ احمد خان درانی نے قندھار میں مستقل حکومت قائم کر لی۔ مشہد و ہرات پر قبضے کے علاوہ سندھ، کشمیر نیز پنجاب کے کچھ حصے لے لیے۔ اس طرح ایک طاقتور افغانی سلطنت کی بنیاد پڑ گئی۔

نادر کا بھتیجا عادل شاہ بادشاہ بنا (1747ء، 1748ء) لیکن بہت جلد معزول ہو کر مارا گیا۔ پھر نادر کا پوتا شاہ رخ تخت نشین بیٹھا (1748ء-1751ء)۔ ایک شعبہ حریف نے شکست دے کر اندھا کر دیا۔ انجام کار خراسان میں اس کی حکومت قائم ہوگئی جو 1796ء تک رہی۔ ایران کے باقی علاقوں میں مختلف سرداروں کے درمیان سخت مقابلے ہوتے رہے۔

## کریم خاں (1750ء-1779ء)

کریم خاں ژند نے طاقتور قاجاری لیڈر کے مقابلے میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن اس کا اثر و اقتدار جنوبی حصے تک محدود تھا۔ شیراز اس کا دار الحکومت قرار پایا۔ وہ بڑا منصف مزاج اور رحم دل حکمران تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ملک کی خوشحالی بحال ہوگئی۔

1763ء میں انگریزوں نے بوشہر میں ایک تجارتی کوٹھی قائم کی، پھر 1770ء میں بصرہ میں قدم جمائے۔ کریم خاں نے بصرہ کے خلاف ایک مہم بھیجی۔ (1775ء-1776ء) اور یہ زبردست بندرگاہ لے لی۔ لیکن اس کی وفات کے بعد بصرہ کو رضاکارانہ ترک کر دیا گیا۔

## جانشینی کی جنگ:

کریم خاں کی وفات پر پھر افراتفری کا دور شروع ہوا۔ جس میں کریم خاں کے بھائی جانشینی کے لیے لڑتے رہے۔ اس دور میں قاچار سردار آغا محمد میدان جنگ میں اترا۔ علی مراد شاہ (1782ء-1785ء) نے اصفہان کو دوبارہ مرکز حکومت بنایا جعفر شاہ 1785ء-1789ء) کے عہد میں ہنگامے جاری رہے۔ کشت وخون اور ظلم و جور بھی بہت ہوئے۔

لطف علی خاں (1789ء-1794ء) ژند خاندان کا آخری فرمانروا بڑا قابل اور بہادر شخص تھا لیکن خودرائے اور متکبر بھی تھا۔ وہ اپنے حریف آغا محمد کا مقابلہ نہ کر سکا۔ انجام کار شکست کھائی اور مارا گیا۔ 1794ء سے قاجاری خاندان کا دور حکومت شروع ہوا۔

# ہندوستان

# 1498ء-1798ء

## دکن اور گجرات:

واسکوڈی گاما راس امید کا چکر لگا کر ملیبار پہنچا (1498ء)۔ پرتگیزوں نے کوچین (1506ء) اور سقوطرہ (1507ء) میں قلعے بنا لینے کے بعد مسالوں کی تجارت کا رخ بحیرہ قلزم کی جانب سے پھیر دیا[1]۔ بیجا پور کے بادشاہ یوسف عادل شاہ نے گلبرگہ کا الحاق کر لیا اور سنی اکثریت کے احتجاج کے باوجود شیعیت کا اعلان کر دیا (1504ء)۔

پرتگیزوں نے فرانسسکو ڈی المیڈا (Francisco De Almeida) کے زیر سرکردگی ہندوستانی اور مصری بیڑے کو دیو کے مقام پر تباہ کر ڈالا، جس نے ایک سال قبل چاؤں کے مقام پر پرتگیزی جہازوں کے ایک حصے کو شکست دی تھی (1509ء)۔ انھوں نے گوا لے لیا اور کوچین کے بجائے گوا کو صدر مقام بنا لیا (1510ء)

گولکنڈہ بہمنی سلطنت سے آزاد ہو گیا (1512ء) یہ آزادی 1687ء تک باقی رہی۔

گجرات کے آخری زبردست بادشاہ بہادر شاہ نے خاندیش کی امداد سے مانڈو پر قبضہ کیا اور مالوا کا الحاق کر لیا (1531ء)۔ بعد ازاں چتوڑ لے لیا (1534ء)

## مغلیہ سلطنت:

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کا بانی بابر تھا (1483ء-1530ء)۔ یہ تیمور کی پانچویں پشت میں تھا۔ کابل کی تسخیر (1504ء)، لاہور کی تسخیر (1524ء)۔ یہ فتوحات فرغانہ اور سمرقند کے نقصان کی تلافی تھیں[1]۔ پانی پت میں ابراہیم لودھی کے خلاف فیصلہ کن فتح حاصل کرنے کے بعد دہلی اور آگرہ بابر کو مل گئے۔ ان کی حفاظت کے لیے اس نے 1527ء میں کنواھہ کی جنگ میں رانا سانگا والی چتوڑ کو شکست دی جو راجپوتوں کی متحدہ قوت کا سالار تھا۔

جس مقام پر دریائے گھاگرا دریائے گنگا سے ملتا ہے وہاں 1529ء میں بابر نے ایک اور فتح حاصل کی۔ اس طرح سلطنت دہلی کی تسخیر مکمل ہو گئی اور اس کی سرحد بنگال سے جا ملی۔

بابر کے کارناموں، مشکلات اور شخصیت کا اظہار اس کی تزک میں ہوتا ہے جو ترکی زبان میں لکھی گئی

تھی۔

## ہمایوں اور سُوری افغان:

ہمایوں 1530ء میں تخت نشین ہوا۔ گجرات کے بہادر شاہ کو چتوڑ سے نکالا، مانڈو اور چمپانیر پر قبضہ کرلیا (1535ء) لیکن ایک سال تک کوئی حرکت نہ کرنے کے باعث دونوں مقام چھن گئے۔ کابلی اور بھائیوں کی غداری کی وجہ سے سلطنت بھی گئی۔ شیر شاہ افغان (1539ء-1545ء) ہندوستان کا بادشاہ اور سور خاندان کا بانی بنا۔ اس نے ابتداء میں بہار کے اندر قوت فراہم کی تھی پھر ہمایوں کو ایران میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا، جہاں سے اس نے 1555ء میں واپس آکر دہلی اور آگرہ پر قبضہ کیا لیکن قبضہ پکا نہ ہوا تھا کہ موت کا پیغام آپہنچا۔

پرتگیزوں نے بسین کے معاہدے کے مطابق دیو میں استحکامات کی اجازت لے لی (1535ء)
گجرات کی فوج اور عثمانی بیڑے نے حملہ کیا تو پرتگیزوں نے اس مقام کی کامیاب حفاظت کی (1538ء)
انھیں نکالنے کی کوشش بری طرح ناکام رہی (1546ء)۔

## اکبر: (1556ء-1605ء)

اکبر (پیدائش 1542ء براہ راست حکومت 1562ء) نے شمالی ہند میں سلطنت کو بحال اور مستحکم کر دیا۔ اپنے اتالیق بیرم خاں کے زیر رہنمائی (1560ء تک) افغانوں کو پانی پت کی جنگ میں تباہ کر ڈالا (1556ء)۔

کانسٹنٹائن ڈی بریگنزا نے دمن پر قبضہ کرلیا (1559ء)۔

مالوہ کی تسخیر (1561ء)۔ انبیر کی راجپوت راجکماری (جہانگیر کی والدہ) سے اکبر کی شادی (1562ء)۔ جزیے کی معافی (1564ء) اس وقت سے انصاف اور مصالحت کی نئی پالیسی کا آغاز ہوا۔ گونڈ چنڈیلوں کی تسخیر (دارالحکومت چوراگڑھ 1564ء)۔ آگرے میں سنگین قلعے کی تعمیر کا آغاز۔

احمد نگر، بیجاپور، بیدر اور گولکنڈہ کی متحدہ طاقت نے بجے نگر کو تلی کوٹ کے مقام پر فیصلہ کن شکست دی۔ وہاں کا راجہ مارا گیا (1565ء)۔ 1574ء میں احمد نگر نے برار پر قبضہ کرلیا، جو متحدہ مہم میں مشکلات پیدا کرتا رہا تھا۔ اکبر نے چتوڑ لے لیا اور تقریباً تیس ہزار راجپوت مارے گئے [1] (1568ء)۔ آگرہ کے نزدیک فتح پور سیکری میں نئے شہر کی تعمیر (1571ء) اکبر کی وفات پر اسے ترک کر دیا گیا۔

گجرات کی تسخیر (1572ء-1573ء) سے اکبر کی سلطنت سمندر کے کنارے تک جا پہنچی۔ اسے

نئے محاصل بھی وصول ہوئے اور نئے خیالات بھی ملے۔ اس علاقے کی حفاظت کے لیے اس نے تین ہزار سواروں کے ساتھ ساڑھے چار سو میل کا فاصلہ گیارہ دن میں طے کیا[2]۔

انتظامی ڈھانچے کی ترتیب از سر نو شروع ہوئی۔ تمام زمینیں سرکاری ملکیت قرار پائیں۔ اس سے پیشتر مختلف امراء انھیں عارضی پٹوں پر لے لیتے تھے اب ان کا انتظام براہ راست حکومت کے ہاتھ آ گیا اور سرکاری کارکن مالیہ وصول کرنے لگے۔ تنخواہ دار فوجی افسروں کے نظام کا قیام۔ اس میں ملکی عہدیداروں کو بھی منصب ملتے تھے۔ پہلے پیداوار کا 1/4 حصہ سرکار لیتی تھی لیکن بہت سے دوسرے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے۔ وہ تمام ٹیکس منسوخ کر کے پیداوار کا 1/3 حصہ سرکار کے لیے مخصوص ہو گیا سرکاری ملازمت کے لیے گھوڑوں کا داغ کا سلسلہ شروع ہوا تا کہ کوئی شخص دھوکا اور فریب نہ کر سکے۔

## باقی فتوحات اور متفرق واقعات:

بنگال کی تسخیر (1576ء)۔ خاندیش کو فرمانبرداری پر آمادہ کر لیا گیا (1577ء)۔ دکن کی تسخیر کے سلسلے میں یہ پہلا قدم تھا۔ تسخیر اورنگ زیب کے عہد میں مکمل ہوئی۔ کشمیر، سندھ، کابل اور قندھار بھی مغلیہ سلطنت میں شامل ہو گئے۔

مسلمانوں کے لیے مذہبی بحث و نظر کا آغاز 1575ء میں ہوا۔ پھر ہندوؤں، جینیوں، زرتشتیوں، صابیوں اور عیسائیوں کے لے بھی بحث و نظر میں حصہ لینے کی اجازت مل گئی۔ اکبر نے جانداروں کی جانوں کا احترام شروع کر دیا (جین دھرم کا اہنسا) اسی طرح زرتشتیوں کی دلداری کے لیے آفتاب کی بھی عزت کرنے لگا۔ گوآ سے پرتگیز یسوعی انٹونیو مونسرات (Antonio Monserrate) اور رڈالفو ایکو اوپو (Rodulph Aquaviva) کو بلایا۔ (1579ء میں بلاوا گیا اور 1580ء میں وہ پہنچے) اگرچہ اس مشن اور بعد کے مشنوں (1591ء-1595ء) کا استقبال دوستانہ طریق پر کیا گیا، لیکن یہ ناکام رہے۔

ایک نئے مذہب کا اعلان جو زیادہ تر غیر اسلامی رسوم پر مشتمل تھا۔ اکبر کو محدود حمایت حاصل ہوئی۔ اس کی وفات پر سارا سلسلہ ختم ہو گیا[1]۔

احمد نگر کا وزیر جمال خاں مہدوی تھا۔ اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ سنہ ہجری کی دسویں صدی میں مہدی کا ظہور ہو چکا تھا[1]۔ جمال خاں نے سنی اور شیعہ دونوں پر سختیاں کیں۔

شہزادہ سلیم نے جو آگے چل کر جہانگیر کے لقب سے بادشاہ بنا بغاوت اختیار کی لیکن 1604ء میں باپ سے صلح ہو گئی انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کا نمائندہ جان ملڈن ہال (John Milden Hall) آگرہ پہنچا۔ 1608ء تک وہ کوئی رعایت حاصل نہ کر سکا۔

## جہانگیر: 1605ء-1627ء

تخت نشین ہوتے ہی جہانگیر نے ایک حکمنامہ جاری کیا، جسے دستور العمل کا نام دیا۔ اس کے مطابق کئی محصول معاف کر دیئے۔ نشہ پیدا کرنے والی چیزوں کا بنانا اور بیچنا بند کر دیا۔ شاہراہوں کے آس پاس تمام ضروری مقامات پر مسجدیں، سرائیں، کنوئیں بنوائے اور لوگوں کو وہاں آباد کرنے کا حکم دے دیا تا کہ مسافروں کی حفاظت ہو۔ جاگیرداروں کو لوگوں کی زمینیں چھیننے کی ممانعت۔ شفاخانوں کا انتظام جن میں تمام مریضوں کو سرکار کی طرف سے غذا ملے۔

## شہنشاہ جہانگیر کے عہد کے مشہور واقعات:

بنگال میں بدنظمی کا انسداد، نور جہاں بیگم سے شادی (1611ء): میواڑ کے خلاف مہم اور رانا امر سنگھ کی حوالگی (1614ء)۔ پرتگیزوں نے چار شاہی جہاز پکڑ لیے۔ ان کے خلاف تادیبی کاروائی۔ تمام رعایتیں منسوخ۔ 1615ء میں معافی۔ احمد نگر کے خلاف مہم (1616ء)۔ فتح کانگڑا، فتح کشتواڑ (1620ء) قندھار پر ایرانیوں کا قبضہ۔

ولیم ہاکنس (William Kawkins) (1609ء-1611ء) جیمس اول شاہ انگلستان کے لیے معاہدہ منظور کرانے میں اسی طرح ناکام رہا جس طرح بعد ازاں سر ٹامس رو Sir Thomas Rose (1615ء-1619ء) ناکام رہا۔ انگریزوں نے پرتگیزی بیڑے کو شکست دے کر سورت بھی تجارتی حقوق حاصل کر لیے۔ گلٹی والی طاعون نے 1616ء میں وبا کی شکل اختیار کر لی۔

## شاہ جہاں: (1628ء-1658ء)

شاہجہاں نے احمد نگر کو ختم کیا (1632ء) گولکنڈہ کو شکست دی (1635ء) بیجا پور کو شکست دی (1636ء)۔ بیگم ممتاز محل کے لیے مقبرہ تاج محل کی تعمیر (1632ء-1653ء) جس کے لیے پہلے قلعہ آگرہ میں خاص محل کی شاندار عمارت بنوا چکا تھا۔ مدراس شہر کی تعمیر کے لیے انگریزوں کو جگہ دی (1639ء)۔ بلخ و بدخشاں کے لیے پہلی مہم شہزادہ مراد کی سرکردگی میں۔ دوسری مہم شہزادہ اورنگزیب کی سرکردگی میں (1684ء)۔ صلح پر معاملہ ختم۔ قندھار کے خلاف دو ناکام مہمیں (1649ء 1653ء)۔

پرتگیز جہانگیر کے عہد میں سزا پا چکے تھے وہ پھر لوگوں کو پکڑ کر جبراً غلام یا عیسائی بنانے لگے تھے۔ دریائے ہگلی کے دونوں کناروں پر گاؤں بطور اجارہ لے لیے تھے۔ کسانوں پر سخت ظلم کرتے۔ ہگلی میں پرتگیزی نوآبادی پر یورش۔ دس ہزار سے زیادہ ملکی باشندوں کو قید سے چھڑایا۔

اورنگزیب دوبارہ صوبجات دکن کا گورنر مقرر ہوا (1653ء-1658ء)۔ اس نے بڑے عزم ہمت سے مہمات کا سلسلہ شروع کیا بیجاپور کی قوت حال نہ ہونے دی، لیکن مرہٹوں کے حملوں کا انسداد بوجہ نہ ہو سکا۔ شاہجہاں کی علالت (1658ء)۔ چاروں بیٹوں میں تخت نشینی کے لیے رزم و پیکار۔ شاہجہاں قلعہ آگرہ میں نظر بند ہو گیا (وفات 1666ء) اورنگزیب کامیاب ہوا اور شہنشاہ بن گیا۔

## اورنگ زیب: (1609ء-1707ء)

مغلیہ سلطنت میں اس وجہ سے ایک حد تک کمزوری پیدا ہوئی کہ اورنگزیب نے سیاسی استحکام کو مذہبی حمیت پر قربان کر دیا۔ ماتحتوں پر حد سے بڑھا ہوا شک اور انھیں ضبط و قابو میں نہ رکھ سکا[1□6]

سیوا جی نے بیجاپور کو شکست دی (1659ء)، سورت کو لوٹا (1664ء اور -1670ء)، صرف انگریزوں کی فیکٹری محفوظ رہی 1667ء میں اس نے اورنگ زیب سے راجہ کا خطاب حاصل کیا اور مغل علاقوں کے ٹیکس وصول کرنے لگا (خاندیش 1670ء)۔ دو شاعروں رادس اور تکارام کی رہنمائی میں ہندوؤں کے اصول کے مطابق تنظیم اور خود مختار فرمانروا کی حیثیت سے مسند نشینی (1674ء)[2]۔

بنگال کے گورنر نے چاٹگام کو سلطنت میں شامل کر لیا (1666ء)۔

اکبر کی مسند نشینی کے وقت سے پہلی مرتبہ خالص مذہبی تشدد کا آغاز، ہندو دھرم کو ممنوع قرار دیا گیا، ہندوؤں کے مندر تباہ کیے گئے، غیر مسلموں پر جزیہ از سر نو عاید کر دیا گیا[1] (1679ء)۔ اس دور میں بغاوتیں رونما ہوئیں مثلاً جاٹوں کی بغاوت (1669ء، 1681ء، 1688ء- 1707ء)، ہندوؤں کی سرکشیاں، افغان قبائل کی گڑ بڑ، سکھوں کی ہنگامہ آرائی جو اب جنگجو بن چکے تھے (1675ء 1678ء)[2]۔

راجپوتوں کے خلاف جنگ اور ماڑواڑ کا الحاق (1679ء)۔ جدال و قتال تقریباً تیس سال جاری رہا۔ باپ کے غیر مناسب طریق حکومت کے خلاف شہزادہ اکبر کی ناکام بغاوت[3] (1681ء) اور جلا وطنی میں وفات۔

دکن میں فوجوں کی کمان اورنگ زیب نے خود سنبھال لی (1681ء-1707ء)۔ بیجاپور کی تسخیر (1681ء)۔ گولکنڈہ کی تسخیر (1687ء)۔ مرہٹوں کے انسداد میں ناکامی[1]۔

سورت پر اورنگزیب کا قبضہ (1685ء)۔ انگریزوں کو وہاں سے خارج کر دینے کا ارادہ۔ انگریز چاٹگام پر قبضہ کر لینے کی احمقانہ کوشش کی باعث بنگال میں میں حق مراعات بھی کھو بیٹھے (1688ء)۔ ان کا بحری تفوق مغلوں کی تجارت کے لیے خطرے کا باعث بنا رہا۔ بنگال میں مراجعت کے لیے ان کی حوصلہ

افزائی (1690ء میں کلکتہ کی بنیاد)۔سیواجی کے جانشین سنبھاجی کی گرفتار (1689ء)۔مرہٹے تباہ نہ ہو سکے۔غیر فیصلہ کن کشمکش 1707ء تک جاری رہی۔

## یورپی قومیں:

پرتگیزوں کی قوت ہندوستان میں روبہ زوال، انگریزوں نے بمبئی کے حصول سے (1661ء) اپنی حیثیت مستحکم کرلی۔ولندیزوں کی توجہ زیادہ تر جزائرشرق الہند پر مرکوز رہی۔فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی کی بنیاد حکومت کی کڑی نگرانی میں (1664ء) اور متعدد مقامات پر کوٹھیاں (پانڈی چری 1774ء) ان انگریزوں اور فرانسیسیوں کے درمیان عداوت کا آغاز۔

## ثقافت:

مغل حکمرانوں کی ذہنی جستجو اور پرتکلف مذاق (بہ استثنائے اورنگ زیب[2]) نے نہایت جلیل الشان ثقافتی ترقی کے لیے سروسامان بہم پہنچایا۔تاریخ، تذکرے اور تزک کی کتابیں زیادہ تر فارسی زبان میں لکھی گئیں، جہانگیر نے ایک لغت کی ترتیب کے لیے امداد دی۔تلسی داس (1532ء-1623ء) نے ہندی زبان میں ایسی نظمیں لکھیں، جن پر کوئی سبقت نہ لے جاسکا۔یہ اس عہد کا نہایت اہم علمی ذخیرہ تھا۔ایرانی مصوری کی غلامانہ نقالی میں ہندوؤں نے ترمیم کی۔اس سلسلے میں ایک حد تک فرنگیوں کا اثر بھی کارگر ہوا۔شاہ جہاں کے ماتحت مشاہدے کی تیزی اور اسے نفاست ذوق سے لباس پہنانے کا معاملہ اوج کمال پر پہنچ گیا۔اسی کے عہد میں ہندی و ایرانی طرز کے مطابق محلات، مقبروں اور مسجدوں کی تعمیر نے حددرجہ زیبائی اور خوش نمائی اختیار کرلی۔

## اورنگ زیب کی وفات:

اورنگ زیب کی وفات (1707ء) کے بعد سلطنت کا شیرازہ تیزی سے بکھر گیا۔متعدد صوبائی گورنر عملاً آزاد و خودمختار بن گئے (1722ء) تاج وتخت کے لیے رزم آرائیوں اور بیرونی حملوں نے بدنظمی اور طوائف الملوکی کو آخری منزل پر پہنچادیا۔

## سکھ:

سکھ دھرم کی بنیاد پندرہویں صدی میں خالص مذہبی نظام کے طور پر رکھی گئی تھی۔اس کے اہم اصول یہ تھے۔ہندوؤں اور مسلمانوں کی رفاقت کا اعلان، توحید پر پختگی، ذات پات کی بندشوں اور پروہتوں سے

شدید اختلاف، البتہ یہ فیصلہ کرلیا گیا تھا کہ دنیوی اور دینی اقتدار کا مرکز گرو ہرگوبند ہیں (1606ء) پھر یہ نظام گرو گوبند سنگھ (1666ء-1708ء) کی سرکردگی میں خالص عسکری نظام بن گیا۔ سکھوں نے دکن میں مغلوں کی مفاد کے لیے خطرہ پیدا کر دیا1۔ بہادر شاہ (1707ء-1712ء) نے اس قوت کو کچل کر رکھ دیا۔

## دورِ انتشار:

انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی نے تحفوں اور طبی خدمات کی بدولت محصول معاف کرالیے اور مراعات حاصل کرلیں۔ مرہٹوں نے جو حکومت از سرِ نو منظم کی، وہ ہندوستان میں نمایاں حیثیت اختیار کر گئی۔ پورے دکن میں وصول محاصل کا انتظام (1730ء)۔

نادر شاہ نے ماتحت ایرانیوں کے غارت گرانہ حملے نے شمال کی جانب مرہٹوں کی توسیع روک دی۔ شاہی فوجوں کی شکست۔ ایرانی افغانستان اور دریائے سندھ کے پار علاقے سنبھال بیٹھے۔ نیز دہلی کی دولت سمیٹی اور واپس چل گئے۔ 

## انگریز اور فرانسیسی:

یورپ میں آسٹروی تاج وتخت کے لیے جنگ چھڑی تو فرانسیسیوں نے ہندوستانیوں کے ساتھ ساز باز سے تقوت پاکر دو پلے (Dupleix) کی سرکردگی میں مدراس پر قبضہ کرلیا (1746ء) اور جو نواب کرناٹک ان کے خلاف تھا، اسے شکست دی۔ ایکس لاشپل (Aix le Chapelle) کے عہد نامہ کے مطابق مدراس انگریزوں کو واپس ملا (1748ء)۔

انگریزوں اور فرانسیسیوں کی رقابت جاری رہی۔ دونوں دکن کی نظامت اور کرناٹک کی نوابی کے لے متخاصم فریقوں کی طرف داری کرتے رہے۔ 1751ء میں فرانسیسی اقتدار انتہائی بلندی پر پہنچ گیا۔ جب بسے (Bussy) عملاً دکن اور دو پلے کرناٹک کا حکمران تھا۔ رابرٹ کلاؤ (1725ء-1774ء) نے اس اقتدار پر ضرب لگائی۔ ارکاٹ پر قبضے کا شاندار کارنامہ (12 ستمبر 1751ء)۔ دو پلے کو واپس بلا لیا گیا (1754ء)۔ انگریزی اقتدار مضبوطی سے جم گیا۔

## سراج الدولہ اور انگریز:

سراج الدولہ بنگال کا قبضہ کلکتہ پر (20 جون 1756ء)۔ جو انگریز بچ کر نکل نہ سکے انھیں کال کوٹھڑی میں قید کر دیا[1]۔ کلکتہ پر انگریزوں کا دوبارہ قبضہ۔ فرانسیسیوں کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ لہٰذا چندر نگر بھی لے لیا

(تباہی 1759ء)۔ کلاؤ کے ماتحت انگریزوں نے فرانسیسیوں اوران کے حلیفوں کو جنگ پلاسی میں بے بس کر دیا[2] (22 جون)۔ ساتھ ہی ہندوستان پر فرانسیسیوں کے دعاوی ختم ہو گئے۔

انگریزوں نے جس شخص کو (سراج الدولہ کی جگہ) نواب بنایا تھا، اس سے کلکتہ کی زمینداری کے حقوق حاصل کر لیے (تقریباً 882 مربع میل)۔ لالی کے ماتحت فرانسیسیوں کی مہم بعد از وقت پہنچی اور وہ مدراس پر قبضہ نہ کر سکی۔ (محاصرہ دسمبر 1758ء فروری 1759ء)۔

## پانی پت کی تیسری جنگ:

پنجاب پر مرہٹوں کا قبضہ (1757ء)۔ شمالی ہند میں از سرِ نو سرگرمیوں کا آغاز (1721ء)۔ اس بنا پر مسلمان حاکموں، روہیلہ افغانوں اور نادر شاہ کے افغان جانشین احمد شاہ درانی نے متحدہ مخالفانہ اقدام کا فیصلہ کیا اور درانی کے زیرِ سرکردگی مرہٹوں کی تباہی خیز شکست (بمقام پانی پت 1761ء)۔ بعد ازاں (افغانستان میں) بغاوت کے باعث احمد شاہ کی مراجعت، ہندوستان میں بدنظمی اور اختلافات کا دور دورہ۔

## انگریزی اقتدار:

ہندوستان کے خارجی تعلقات میں انگریزوں کی برتری ولندیزوں کو شکست (1759ء)۔ فرانسیسیوں نے پانڈی چری لے لیا اور معاہدہ پیرس (1763ء) کے مطابق وہ صرف پانڈی چری، چندر نگر اور دوسرے متفرق مقامات کے حقدار رہ گئے۔ انھوں نے فوجی قوت گھٹا دی اور ہندوستان پر تصرف کا منصوبہ درہم برہم ہو گیا (1769ء)۔ انگریزوں نے نواب بنگال کو پنشن دے دی اور وہاں اپنا اقتدار قائم کر لیا، جس میں مزاحمت کا کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔

کلاؤ نے کمپنی کی طرف سے بنگال کا نظم و نسق چلایا۔ بنگال و بہار اڑیسہ کے ایک حصے کے لیے دیوانی کا انتظام۔ کمپنی نے خود دیوانی سنبھال لی (1791ء)۔ کمپنی کی بالائی آمدنی میں تخفیف۔

مغلوں کی عسکریت اور مرہٹوں کے مسلک غارت گری نے جنگ و قزاقی کو اقتدار و دولت کا خاص وسیلہ بنایا۔ صنعت و حرفت، تعلیم اور ثقافتی ترقیات میں انحطاط۔ البتہ بعض وشنو معلموں اور ہندو روایات نے اصلی ترقی قائم رکھی۔ عام اقتصادی بدنظمی کا آغاز، جس میں فرنگی اور ہندوستانی توڑ جوڑ اور سود خواری کے ذریعے سے یکساں فائدہ اٹھاتے رہے[1-6] صرفِ اندور اہلیہ بائی (1765ء-1795ء) کی حکومت میں اسے مصیبت سے محفوظ رہا۔

### حیدر علی:

مرہٹوں کے اتحاد میں اختلافات رونما ہوئے تو حیدر علی (1721ء-1781ء) نے قوت حاصل کر لی ہے۔[1] میسور کے تخت پر غاصبانہ قبضہ (1761ء) انگریز اس کے ساتھ جنگ میں الجھ گئے تھے (1765ء)۔ حیدر علی نے مدراس پہنچ کر انھیں معاہدہ صلح پر مجبور کر دیا، جو باہمی امداد کے عہد پر مشتمل تھا۔

### وارن ہیسٹنگز:

وارن ہیسٹنگز (1742ء-1818ء) بنگال کا گورنر (1772ء-1774ء)، اصلاحات کا آغاز، نظام مالگزاری کی الجھنیں دور کر دیں، سکے کی اصلاح کی، نمک سازی اور افیون سازی پر سرکاری نگرانی قائم کی، دیسی باشندوں کے تعاون سے ڈکیتوں میں تخفیف، مسلمانوں اور ہندوؤں کے قوانین کے مطالعے کا انتظام، ریگولیٹنگ ایکٹ (1774ء) کے مطابق وہ گورنر جنرل بن گیا۔ اس ایکٹ کا مفاد یہ تھا کہ ہندوستان کے تمام انگریزی مقبوضات کا انتظام، گورنر جنرل بہ اجلاس کونسل کرے۔ تاج برطانیہ نے کمپنی کے ڈائریکٹروں کے اختیارات کم کر دیئے۔ سرکاری ملازموں کو نجی تجارت اور ندرانے وصول کرنے کی ممانعت کر دی۔ ہیسٹنگز کا مستعدانہ نظم ونسق حاسد رفیقوں میں الزام تراشی کا موجب بنا۔ ان میں سے فلپ فرانسس بطور خاص قابل ذکر ہے۔ ملازمت سے سبکدوشی (1785ء) کے بعد ہیسٹنگز کے خلاف مقدمہ چلا (1788ء-1795ء) انجام کار وہ تمام الزامات سے بری قرار پایا۔ آئینی کمیشن کا تقرر (1776ء) جس کی سفارشات کے مطابق ریونیو بورڈ (قائم شدہ 1772ء) کی جگہ ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اس نے غیر دانشمندی سے مقامی کنٹرول بالکل ختم کر دیا۔

### حیدر علی، مرہٹے اور انگریز:

ہیسٹنگز نے ایک فوج کلکتہ سے سورت بھیجی جو پورے جزیرہ نما سے گزرتی ہوئی 1779ء میں منزل مقصود پر پہنچی۔ اس نے مرہٹوں، نظام اور حیدر علی کا اتحاد درہم برہم کر ڈالا[1]۔ معاہدہ بمبئی (1782ء) کے مطابق بمبئی کے لیے مرہٹوں کے ساتھ بیس سال کا امن حاصل کر لیا، نیز سالسٹ اور ایلی فنٹا لے لیے۔ فرانسیسیوں اور انگریزوں کے درمیان پھر جنگ چھڑ گئی (1778ء)۔ ہیسٹنگز نے پانڈی چری اور ماہی پر قبضہ کر لیا۔ حیدر علی نے اس اقدام پر مشتعل ہو کر انگریزوں سے لڑائی چھیڑ دی (1780ء-1784ء) اس نے فرانسیسیوں کی امداد سے کرناٹک پر حملہ کر دیا۔ پورٹو نووو میں شکست کھائی (1781ء) یہ دوسری جنگ میسور تھی، جو حیدر علی کے فرزند ٹیپو نے جاری رکھی۔ یہ اس وقت ختم ہوئی جب فرانسیسیوں نے امداد سے دست کشی اختیار کر لی۔

# سلطنتِ عثمانیہ
# 1793ء-1839ء

## اصلاحات:

1793ء میں نئے ضابطے بنے جن کے مطابق فوجی نظام کو کاملاً نئے سرے سے مرتب کیا گیا اور ایک نمونے کی فوج یورپ کے اصول پر قائم کی گئی۔ تجارتی انتظامات پر نظر ثانی ہوئی تا کہ خرابیاں دور ہو جائیں اور غیر ملکی نمائندے من مانی کاروائیاں نہ کر سکیں۔ سلیم ثالث کی ان اصلاحات کی مخالفت ینی چریوں اور مذہبی رہنماؤں دونوں نے کی، اس بنا پر یہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔ البتہ سلیم نے چند ہزار آدمیوں کی نئی فوج یورپی اصول کے مطابق تیار کر لی۔

مصر میں نپولین کی مہم (1798ء)۔ اس نے جنگ اہرام[1] میں مملوکوں کو شکست دے کر قاہرہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر وہ شام کی طرف بڑھا۔ دریائے نیل کے کنارے پر فرانسیسی بیڑے کی تباہی۔ نپولین پیرس واپس گیا۔ تھوڑی دیر بعد فرانسیسی بالکل نکل گئے۔

جارج پٹروِوچ (قرہ جارج) کے ماتحت اہل سرویا کی بغاوت قرہ جارج سؤر کے گوشت کا ایک دولت مند تاجر تھا۔ ابراڈووچ اور راچچ کی تصانیف نے اہل سرویا میں قومی بیداری پیدا کی تھی، لیکن یہ تحریک اتنی ترکی حکومت کے خلاف نہ تھی جتنی کہ بلغراد کی ینی چری فوج کے ظلم و جور کے خلاف تھی۔ دسمبر 1802ء میں ینی چریوں کو نکال دیا گیا۔ 1808ء میں اعلیٰ کمان قرہ جارج کے خاندان میں موروثی بنا دی گئی۔ روس کی انگیخت پر اس تحریک نے خاصی وسعت اختیار کر لی۔

## مصطفیٰ رابع:

جولائی 1807ء میں ینی چریوں کی بغاوت کے باعث سلیم کو معزول کر کے مصطفیٰ رابع کو تخت پر بٹھایا گیا۔ روسچک کے پاشا بیرق دار نے ایک بڑی فوج کے ساتھ قسطنطنیہ پر یورش کی تا کہ اقتدار اپنے قبضے لے اور سلیم کو تخت پر بحال کر دے۔ لیکن پاشا کے مخالفوں نے سلیم کو بحالی سے پیشتر ہی گلا گھونٹ کر مروا دیا۔ بیرق دار نے محمود ثانی کو تخت پر بٹھایا جو سلیم کا بھتیجا اور شاگرد تھا۔ اس نے فوج کا بڑا حصہ ڈینیوٹ کی جانب بھیج دیا۔ اس غلطی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے خلاف بغاوت ہو گئی اور بیرق دار مارا گیا۔ محمود کو اس لیے تخت پر برقرار رکھا گیا کہ عثمانی خاندان میں سے اور کوئی باقی نہ رہا تھا۔

## محمود ثانی: (1808ء-1839ء)

یہ بڑا مغرور اور خود رائے حکمران تھا۔ اس کا خاص مقصد یہ تھا کہ مختلف صوبوں کے باغی پاشاؤں کی سرکوبی کرے اور سلطان کی مطلق العنانی بحال کر دے۔ اس نے اپنے عہد حکومت کے ابتدائی دس سال میں اناطولیہ کے بہت سے نیم خود مختار امیروں کو معزول کر دیا۔

ملوش ابرینووچ کے ماتحت اہل سرویا کی دوسری بغاوت (1815ء-1817ء)۔

معاہدہ بخارسٹ میں روسیوں نے اہل سرویا سے شرمناک غداری کی تھی اور ان کی پہلی بغاوت دبا دی گئی تھی (1813ء)۔ قرہ جارج آسٹریا کی جلاوطنی سے 1817ء میں واپس آیا، لیکن ابرینووچ کے جو ساتھی اس کے مخالف تھے انھوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ابرینووچ اور قرہ جارج وچ کے خاندانوں میں خونریزی کا آغاز۔ ترکوں نے 1817ء میں ملوش کو سرویا کا موروثی والی تسلیم کر لیا۔ اس زمانے میں سرویا کے حدود موجودہ حدود سے بہت کم تھے۔

## جنگ یونان: (1821ء-1830ء)

یونانیوں کی بغاوت اس امر کا نتیجہ تھی کہ اٹھارہویں صدی کے آخری حصے میں انھوں نے بحیرۂ اسود میں غلے کی تجارت سے بڑا فائدہ اٹھایا تھا۔ نیز کرس (Korais) اور ریگاس (Rhigas) کی وجہ سے ان کی ثقافت از سر نو زندہ ہو گئی تھی۔ کیتھرائن کی سکیم کے مطابق روس بھی انھیں انگیخت دے رہا تھا۔ انقلاب فرانس اور نپولین کی سازشوں نے بھی یونانیوں میں بغاوت کا جذبہ پیدا کیا۔ ایک خفیہ انقلابی سوسائٹی حتیریا فلیکی (Hetairia Philike) کی بنیاد 1814ء میں بمقام ادیسہ رکھی گئی۔ اس سوسائٹی کو روسی حکومت سے گہرا تعلق تھا۔ کاؤنٹ کیپو دی استریا (Capo d' Istria) زار الیگزانڈر کا خاص دوست تھا۔ الیگزانڈر ہپسی لانٹی (Hypsilanti) اس بغاوت کا رئیس تھا۔ وہ مالڈیویا کے ایک وسیع الاثر یونانی فزی خاندان کا رکن تھا، اور روسی فوج میں اسے ایک معزز عہدہ حاصل تھا۔

ولاشیا میں ترکوں اور یونانیوں کی حکومت کے خلاف بغاوت (فروری 1821ء)۔ اس وجہ سے یونانیوں کو قبل از وقت قدم اٹھانا پڑا۔

ہپسیلانٹی نے 6□6 مارچ 1821ء کو مالڈیویا میں بغاوت کا اعلان کیا اور زار سے مدد مانگی۔ زار نے میٹرنخ کے زیر اثر بغاوت سے برات کا اعلان کر دیا اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں انقلابی تحریک کو ہرگز اچھا نہیں سمجھتا۔ ہپسیلانٹی نے ہمت ہار دی اور ترکی فوج نے دراگ شان (Dragashan) میں اسے شکست

دی (26 جون)۔ وہ بھاگ نکلا۔ لیکن آسٹرویوں نے اسے پکڑ کر قید کر دیا۔

اس اثناء میں جنوبی یونان کے اندر ایک زبردست بغاوت شروع ہوگئی۔ بعض خوش حال جزیرے بھی اس میں شامل ہو گئے۔ ترک جابہ جا تھوڑی تعداد میں رہتے تھے، انھیں بیدردی سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور بغاوت کی تحریک تیزی سے باقی یونان میں بھی پھیل گئی۔ ترکوں نے بھی یونانی ظلم وجور کے بدلے میں شونانی لاٹ پادری کو پھانسی پر لٹکا دیا اور قسطنطنیہ کے یونانیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ اس پر روس نے احتجاج کیا اور لڑائی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

27۔ جولائی کو روس کا الٹی میٹم کہ مسیحی کلیسا کو بحال کیا جائے اور مسیحی مذہب کی حفاظت کا یقین دلایا جائے۔ ترکوں نے الٹی میٹم مسترد کر دیا اور تعلقات منقطع ہو گئے۔ میٹرنخ اور کیسل ری (Castle Reagh) کی کوششوں سے لڑائی رک گئی۔ ان دونوں نے زار کو آگاہ کیا کہ انقلابی تحریک کی امداد خود اس کے لیے کیسے کیسے خطرے پیدا کر دے گی۔

یونانیوں نے 5۔ اکتوبر کر ٹریپولٹسا (Tripolitsa) پر قبضہ کر لیا۔ جنوبی یونان میں یہ سب سے بڑا ترکی حصار تھا۔ دس ہزار ترک مارے گئے۔

13 جنوری 1822ء کو یونانیوں نے اپی ڈارس (Epidauros) کے اجتماع میں آزادی کا اعلان کیا اور ایک دستور بنا لیا جس کے مطابق نظام حکومت پانچ ڈائریکٹروں اور پارلیمنٹ کے حوالے کیا۔

5۔ فروری کو ترکی فوج نے جینا پر قبضہ کر لیا اور ہاں کے طاقتور پاشا علی کے دور کا خاتمہ ہو گیا۔ اب وہ مطمئن ہو کر یونانیوں کے خلاف مہم کے لیے تیار ہو گئے۔

## یونان کے خلاف اقدامات:

اپریل۔ ایک ترکی بیڑے نے قرہ علی کے ماتحت جزیرہ چیوس (Chios) پر قبضہ کر لیا۔ یونانی یا تو مارے گئے یا غلام بنا کر بیچ دیے گئے۔

19 جون۔ یونانیوں نے کنارس کی سرکردگی میں ترکی بیڑے کو تباہ کر دیا۔

جولائی۔ تیس ہزار ترک فوج کا حملہ یونان پر۔ خلیج کارنتھ کے شمال کا پورا علاقہ پامال کر ڈالا گیا۔ یونانی حکومت جزیروں میں بھاگ گئی۔

جنوری 1823ء ترک اس لیے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے کہ وہ مسولونگھی (Missolonghi) پر قبضہ نہ کر سکے۔ یہ کلیدی قلعہ خلیج کارنتھ کے دہانے پر واقع تھا۔ یونانیوں نے اس مہلت سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا اور وہ ذاتی رقابتوں میں الجھے رہے۔ (کلوکوٹرونس (Kiloktronis) کی رقابت، کنڈوکیوتھیس

(Kondoukiothis) کے خلاف اور ہیئت حاکمہ کا جھگڑا پارلیمنٹ سے )۔

پہلی خانہ جنگی (1824ء)۔ کلوکوٹرونس کی شکست۔ ناپلیا میں قیام حکومت۔ اس اثناء میں سلطان نے اپنے طاقتور باجگزار محمد علی پاشا والی مصر کو امداد کے لیے لکھا، جس کے پاس زبردست فوج اور عمدہ بیڑا تھا۔ اہل مصر کریٹ کو فتح کر چکے تھے۔ (1822ء-1824ء)۔ محمد علی کے بیٹے ابراہیم پاشا نے جنوبی یونان میں فوج اتاری (فروری 1825ء) اور انتہائی تیزی سے پورے جزیرہ نما پر قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی ترکوں نے رشید پاشا کی سرکردگی میں شمالی کی طرف سے حملہ کر دیا اور مسولونگھی کا محاصرہ از سر نو شروع ہو گیا (ترکوں نے اسے 23 اپریل 1826ء کو فتح کر لیا)۔

## یورپ میں جوڑ توڑ:

ترکوں اور مصریوں کی فتوحات نے یورپ میں تشویش پیدا کر دی، جہاں یونانیوں کو ان قدیم مشاہیر کے اخلاف سمجھا جاتا تھا، جنھوں نے بربریوں کے خلاف جنگ شروع کی تھی۔ جرمنی، سوئٹزرلینڈ، فرانس اور انگلستان میں یونانیوں کی حمایت کے لیے تیزی سے تحریک پھیل گئی۔ ان ملکوں کی حکومتیں کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور ہوئیں اور سینٹ پیٹرز برگ میں سفیروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی (1824ء-1825ء)۔ یہ تجویز زیر بحث آئی کہ یونان میں تین خود اختیاری مگر باجگزاری حکومتیں قائم کی جائیں۔ آسٹریا اور انگلستان ترکوں کے خلاف اقدامات میں روس کی پیروی پر آمادہ نہ ہوئے۔

یونانیوں نے اپنے آپ کو برطانیہ کی حمایت میں دے دیا اور مسولونگھی کے سقوط کے بعد برطانیہ سے مداخلت کے لیے اپیل کی۔

4 اپریل 1826ء کو سینٹ پیٹر برگ میں انگلستان اور روس کے درمیان ایک میثاق پر دستخط ہوئے (ولنگٹن کا مشن، سینٹ پیٹرز برگ گیا)۔ دونوں طاقتوں نے ترکوں اور یونانیوں کے درمیان ثالثی پر اتفاق کیا۔ قرار یہ پایا کہ ترکی کی سیادت کے ماتحت یونانیوں کو کامل اندرونی خودمختاری مل جائے۔ کیننگ نے اس امر کی انتہائی کوشش کی تھی کہ روس کو جداگانہ اقدام سے روکے۔ اس نے دوسری طاقتوں کو بھی اس میں شامل کرنے کی کوشش کی۔

روس نے ترکی کو الٹی میٹم دے دیا (5-اپریل)۔ مطالبہ یہ تھا کہ ڈینیوٹ کے علاقوں میں صورت حال بحال کی جائے۔ ایک خاص سفیر روس اور ترکی کے درمیان بڑے بڑے معاملات کے متعلق گفتگو کے لیے بھیجا گیا۔ ترکی نے آسٹریا اور فرانس کے مشورے کے مطابق یہ تجویز مان لیں۔

## ینی چریوں کی تباہی:

سلطان محمود ثانی نے تخت نشینی کے آغاز ہی میں ینی چریوں کی تباہی کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ فوج کی یاس انگیز نالائقی نے اس کے لیے بہانہ پیدا کر دیا اور وہ مذہبی رہنماؤں کو ہم نوا بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ مئی 1826ء میں نئی فوج کی ترتیب کا اعلان ہوا جس میں ینی چریوں کو بھی شامل ہونے کی اجازت دے دی گئی۔ ینی چریوں نے بغاوت کی۔ سلطان کی چھوٹی سی وفادار فوج نے 15 اور 16 جون کو ینی چریوں کی بارکوں پر گولہ باری شروع کر دی۔ عوام نے ہاتھوں ہاتھ انھیں ختم کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ چھ ہزار سے دس ہزار تک ینی چری مارے گئے۔

## یونانی معاملات:

11۔ اپریل 1827ء کو یونانیوں کے جھگڑالو گروہ اس امر پر متفق ہو گئے کہ کپوڈی استریا کو سات سال کے لیے پریزیڈنٹ بنا لیا جائے۔ اس سے پیشتر وہ باہمی رقابتوں میں اپنی تمام تجاویز کو معطل کیے بیٹھے رہے۔

17 مئی کو تروزین (Trozene) کا دستور منظور ہوا جس کے مطابق ہیئت حاکمہ سے تمام اختیارات چھین لیے گئے اور یہ اختیارات اس ایوان کے حوالے کیے گئے جس کا نام سینٹ قرار پایا۔

انگریزوں کی کوشش کے باوجود کوچرین (Cochrane) اور چرچ کا متحدہ اقدام بے نتیجہ ثابت ہوا۔

5۔ جون کو ایکروپولس (Acropolis) نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

## معاہدہ لندن:

6۔ جولائی کو لندن میں ایک معاہدہ ہوا۔ فرانس بھی روس اور انگلستان سے مل گیا۔ یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ اگر ترک متارکہ سے انکار کریں تو تینوں طاقتیں یونان کی امداد کے لیے دھمکی دے دیں اور اپنے بحری بیڑے استعمال کریں۔ اس اثناء میں برطانیہ نے محمد علی پاشا کو جنگ سے الگ کرنے کے لیے سرگرم کوششیں جاری رکھیں۔ (کریڈک (Cradock) کی سفارت)۔

## تین طاقتوں کی یادداشت:

16۔ اگست کو تین طاقتوں نے باب عالی میں ایک یادداشت بھیجی، جس میں جنگ روک دینے کا

مطالبہ کیا گیا۔ ترکی نے انکار کر دیا۔ تینوں طاقتوں نے اپنے اپنے بیڑوں کو ہدایت کر دی کہ باہر سے کوئی فوجی کمک یا رسد یونان نہ پہنچنے پائے۔ 8 ستمبر کو ایک بڑا مصری بیڑا سامان لے کر نوارینو پر لنگر انداز ہوا لیکن امیر البحر کاڈرنگٹن نے ابراہیم پاشا کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اقدامات جاری رکھنے سے پہلے اسکندریہ سے ہدایات کا انتظار کر لیا جائے۔ جب ابراہیم پاشا کو معلوم ہوا کہ یونانی پٹراس میں لڑ رہے ہیں تو اس نے کاڈرنگٹن کے ساتھ وعدے کو پس پشت ڈال دیا۔ 20۔ اکتوبر کو نوارینو میں جنگ ہوئی۔ برطانیہ، فرانس اور روس کے بیڑے بندرگاہ میں داخل ہو گئے جہاں مصری بیڑا جمع تھا۔ قریب سے مصریوں پر گولہ باری شروع ہو گئی۔ زیادہ تر مصری جہاز یا تو غرق کر دیئے گئے یا اڑا دیئے گئے۔ یورپ میں مجنونانہ جوش و خروش۔ ترکوں کا غیظ و غضب اور تلافی کا مطالبہ۔ 28 دسمبر کو متحدہ طاقتوں کے سفیر قسطنطنیہ سے چلے گئے۔

## روس اور ترکی کی جنگ:

26۔ اپریل 1828ء کو روس نے ترکی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ برطانیہ نے اس کی مخالفت کی (ولنگٹن کی وزارت جنوری 1828ء)۔ لیکن فرانسیسی روس کی دوستی کا دم بھر رہے تھے اور آسٹریا کو زیادہ اعتراضات کا حوصلہ نہ ہوا۔ 8 جون کو روسیوں نے دریائے ڈینیوب عبور کر لیا۔ لیکن جنوبی کناروں کے قلعوں کی فوج نے انھیں روکے رکھا (شملا، سلسٹریا اور وارنا)۔

## وارنا:

9۔ اگست کو انگریزوں اور فرانسیسیوں نے محمد علی سے ایک معاہدہ کر لیا جس کا مدعا یہ تھا کہ مصری فوج کو یونان سے نکال کر مصر پہنچا دیا جائے۔ فرانسیسی فوج نے جنرل مائزاں کی سرکردگی میں یہ کام پایۂ تکمیل پر پہنچایا۔ (موسم سرما 1828ء-1829ء) 12۔ اکتوبر کو روس نے وارنا پر قبضہ کر لیا لیکن موسم سرما میں مہم جاری رکھنے کی سکت نہ رہی۔

## میثاق لندن:

22۔ مارچ 1829ء سفیروں کی ایک کانفرنس میں ایک میثاق تیار ہوا جس کا مفاد یہ تھا کہ یونان کا جو حصہ خلیج وولو (Volo) اور خلیج آرٹا (Arta) کے خط کے جنوب میں ہے کہ نیز نیگرو پانٹ (Negroponte) اور سائیکلیڈر (Cyclader) باستثنائے کریٹ اندرونی لحاظ سے خود مختار ہوں گے لیکن سلطان کو خراج ادا کرتے رہیں گے۔ ان کے لیے ایک حاکم تجویز کر دیا جائے گا جو انگلستان، فرانس او رروس کے حکمران خاندانوں میں سے نہ ہوگا۔

جنگ کلوچا (Kulevcha) (12۔ جون)۔ روسیوں نے جنرل ڈیبش (Diebitsh) کی سرکردگی میں بلقانی کوہستانوں کا راستہ صاف کرلیا اور ڈیبش کوہستانوں کو عبور کر گیا (15۔ جولائی)۔ روسی فوج پیشتر کبھی اس حد تک نہ پہنچی تھی۔ روسیوں کا قبضہ آدرنہ پر (20۔ اگست)۔ اس اثناء میں جنرل پیسکی وچ (Paskievich) نے ایشیائی محاذ پر پیش قدمی کرتے ہوئے قارص اور ارض روم لے لیے۔ ترکی سلطنت تباہی کے کنارے پر (فرانس کے وزیراعظم پرنس پالی نیک (Polignac) نے ترکی سلطنت کو بانٹ لینے کی سکیم تیار کی تاکہ یورپ کا نقشہ از سرنو تیار کیا جائے)۔

## عہدنامہ ادرنہ:

یہ عہد نامہ پروشیا کے ایک افسر میجر فان میوفلنگ (Muffling) کی وساطت سے 14 ستمبر 1829ء کو روس اور ترکی کے درمیان ہوا۔ روسیوں کو بیماریوں نے اتنا بدحال کر دیا تھا کہ وہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔ لہٰذا فیصلہ کرلیا تھا کہ سرے سے کوشش ہی نہ کریں۔ انھیں غیرملکی مداخلت کا بھی اندیشہ تھا۔ عہد نامہ کی شرطیں بڑی نرم تھیں۔ روس نے یورپ میں اپنی تمام فتوحات سے دست برداری اختیار کرلی۔ لیکن دریائے پروتھ پر اپنی سرحد کو ڈینیوب کے شمالی دہانے سے جنوبی دہانے تک بڑھالیا۔ روس کو یہ حق بھی دے دیا گیا کہ ڈیڑھ کروڑ دوکٹ کا تاوان دس برس میں ادا ہونے تک وہ ڈینیوبی ریاستوں پر قابض رہے۔ مالدیویا اور ولیشیا کے متعلق طے ہوگیا کہ ان کے لیے مستقل صوبے دار مقرر کیے جائیں، جو تاحیات اپنے عہدوں پر قابض رہیں گے۔ مسلمانوں کو ان صوبوں میں سے نکال لیا جائے گا اور تمام قلعے مسمار کردیے جائیں گے۔ یونان کے متعلق ترک لندن کا میثاق قبول کر لینے پر راضی ہوگئے۔

## لندن کانفرنس:

30۔ نومبر کو لندن کانفرنس منعقد ہوئی جس میں قرار پایا کہ یونان کو کامل آزادی دے دی جائے لیکن سرحد پیچھے ہٹا کر اسپرو پوٹیمو (Aspropotamo) اور خلیج لامیا کے خط پر بہ الفاظ دیگر خلیج کارنتھ پر رکھی گئی۔ یہ فیصلہ لندن کے نئے میثاق میں شامل کر دیا گیا (3 فروری 1830ء) جسے یونانیوں نے ناکافی قرار دیتے ہوئے رد کردیا۔ کانفرنس میں شامل ہونے والی طاقتوں نے سیکس کوبرگ (Saxe-coburg) کے لیوپولڈ کو امیر چنا۔ لیکن اس نے پیش کش اس بنا پر قبول نہ کی کہ نئی ریاست کے حدود بہت تنگ ہیں۔ درمیانی مدت میں کیپودی استریا ڈکٹیٹر کی حیثیت میں حکومت کا کاروبار چلاتا رہا۔ اکتوبر 1831ء میں وہ مارا گیا اور اس کے بھائیوں آگسٹینو (Agostion) اور کولیٹس (Kilettis) میں خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ مارچ

1832ء میں طاقتوں نے بویریا کے شہزادہ آٹو کو یونان کی بادشاہی کے لیے چنا اور سرحدیں بڑھا کر وولو، آرٹا کے خط پر پہنچا دیں۔

## محمد علی اور سلطان میں کشمکش:

محمد علی والی مصر اور سلطان کے درمیان اس بنا پر کشمکش شروع ہو گئی۔ (1832ء-1833) کہ محمد علی یونان میں اپنی کمک کے عوض شام کا علاقہ طلب کرتا تھا۔ سلطان نے انکار کر دیا تو محمد علی نے عکہ (Acre) کے صوبے دار سے جھگڑا کر لیا اور اپنے بیٹے ابراہیم پاشا کو فوج دے ملک پر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ ابراہیم نے عکہ (27 مئی 1832ء)، دمشق (15 جون) اور حلب کو (16 جولائی) کو فتح کر لیے۔ اسکندرونہ (Alexandretta) نے قریب ترکی فوج کو شکست دی (29 جولائی) اور اناطولیہ پر حملہ شروع کر دیا۔ سلطان نے انگلستان سے امداد کے لیے اپیل کی، لیکن وزیر اعظم پامرسٹن (Palmerston) مسئلہ بلجیم میں الجھا ہوا تھا اور اس نے اس خطرے کا بھی صحیح اندازہ نہ کیا تھا جو محمد علی کے عزائم میں پوشیدہ تھا۔

21 دسمبر 1832ء کو قونیہ (Konieh) میں جنگ ہوئی جس میں ابراہیم نے ترکوں کی بڑی فوج کو شکست دی۔ اس کا سالار ترکی کا وزیر اعظم تھا۔ چونکہ مزاحمت ختم ہو چکی تھی، اس لیے ابراہیم پیش قدمی کرتا ہوا بروصہ کے قریب پہنچ گیا۔ یوں عثمانی حکمرانوں کا تختہ الٹنے ہی والا تھا۔ اس اثناء میں روس نے مداخلت کی۔ سلطان کی خدمت میں امداد پیش کی اور محمد علی کو متنبہ کیا (موراویو (Muraviev) کی سفارش قسطنطنیہ اور اسکندریہ کو، دسمبر۔ فروری)۔

20 فروری 1863ء کو روسی بیڑا قسطنطنیہ پہنچ گیا۔ انگلستان اور فرانس میں تشویش اور مداخلت کا آغاز۔ قوطیہ (Kutahia) کے مقام پر 7۔ اپریل 1833ء کو ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں فرانس نے سلطان کو اس امر کی ترغیب دی کہ محمد علی کو شام اور ادرنہ دے دیئے جائیں۔ سلطان نے ادرنہ دینے سے انکار کر دیا۔ روسی فوجیں باسفورس کے ایشیائی ساحل پر اترنے لگیں۔ زبردست کشمکش۔ برطانوی اور فرانسیسی بیڑے سمرنا میں انجام کار سلطان راضی ہو گیا (4 مئی)۔

## انکیارس کلیسی (Unkiarskelessi) کا عہد نامہ:

یہ عہد نامہ ترکی اور روس کے درمیان 8 سال کے لیے منعقد ہوا۔ دونوں فریقوں نے اقرار کیا کہ کسی پر بھی حملہ ہو، دونوں ایک دوسرے کے مدد کریں گے۔ اس عہد نامے میں ایک خفیہ دفعہ رکھی گئی تھی کہ اگر ترک

دروانیال کو تمام غیر ملکی جہازوں کے لیے بند رکھیں گے تو اس کے بدلے میں وہ بحولہ بالا شرط کے واجبات سے آزاد سمجھے جائیں گے۔ روسی قسطنطنیہ سے نکل گئے (10 جولائی)۔ فرانس اور انگلستان کی طرف سے اس معاہدے کے خلاف زبردست احتجاج۔ وہ کہتے تھے کہ آبنائے باسفورس روسی جنگی جہازوں کے لیے کھلی رہے گی اور ترک آئندہ روس کے رحم وکرم پر رہ جائے گا۔

18 دسمبر کو روس اور آسٹریا کے درمیان مونچن گراٹز (Munchengratz) کے مقام پر عہد نامہ ہوا جس میں زار روس نے اعلان کیا کہ میں عثمانی سلطنت کے قیام پر معاون رہوں گا اور اگر کسی موقعہ پر اس سلطنت کی تقسیم ناگزیر ہو گئی تو میں آسٹریا کی رضامندی کے مطابق عمل پیرا ہوں گے۔ انگلستان میں اس عہد نامے کا مطلب یہ سمجھا گیا کہ "مقدس اتحاد" کی از سر نو تصدیق کر دی گئی۔

## کشمکش کا نیا حلقہ:

1835ء میں کپتان فرانسس چزنے (Chesney) ساحل شام سے چلا اور دریائے فرات میں سے خلیج فارس تک اس نے نئی آمد و رفت کے بارے میں چھان بین کی۔ اس سے واضح ہو گیا کہ برطانیہ مشرق کے لیے نئے راستے بنانے کی فکر میں ہے۔ محمد علی برطانوی عزائم میں مزاحمت پر تلا ہوا تھا۔ اس نے قاہرہ سے بحیرۂ احمر تک ریلوے کی تجویز بھی نامنظور کر دی۔ اس پر تعلقات میں بڑھتا ہوا تناؤ۔ محمد علی نے عرب میں اپنی فتوحات جاری رکھیں اور 1838ء میں وہ خلیج فارس اور بحر ہند پر پہنچ گیا۔ برطانیہ نے عدن پر قبضہ کر لیا (جنوری 1839ء)۔ پامرسٹن (وزیر اعظم برطانیہ) کو زیادہ سے زیادہ یقین ہو گیا کہ سلطنت عثمانیہ کو روس اور محمد علی کی دستبرد سے بچانا عمومی مصالح کے لحاظ سے ضروری ہے۔ (ڈیوڈ اور کوہارٹ کا سخت پراپیگنڈہ روسیوں کے خلاف)۔ انگریزوں نے سلطان کو ایک بیڑا تعمیر کرنے میں مدد دی اور اس کے صلے میں محاصل کے متعلق ایک نفع بخش عہد نامہ کر لیا (1838ء)۔ اس کے برعکس فرانسیسی پاشائے مصر یعنی محمد علی کے حامی بن گئے اور اسے اکساتے رہے کہ مصر اور عرب کو ملا کر ایک زبردست سلطنت کی بنیاد رکھ دینی چاہیے۔

## رشید پاشا کی سفارتِ لندن:

چونکہ محمد علی کی طرف سے خطرہ تھا کہ وہ سلطنت عثمانیہ سے آزاد ہونے کا اعلان کر دے گا، لہٰذا سلطان نے رشید پاشا کی سرکردگی میں ایک سفارت لندن بھیجی (دسمبر 1838-اپریل 1939ء)۔ جس نے برطانیہ کے ساتھ جارحانہ اور دفاعی اتحاد کی تجویز پیش کر دی۔ پامرسٹن نے دفاعی معاہدے کے سوا کوئی اور

بات ماننے سے انکار کر دیا۔

ترکی فوج نے دریائے فرات کی جانب سے شام پر حملہ کر دیا (اپریل ۔1839ء)۔ 24 جون کو ابراہیم نے ترکی فوج کو جنگ نصیب میں کامل شکست دی۔ ترکی بیڑا یکم جولائی کو اسکندریہ چلا گیا اور اس نے اپنے آپ کو محمد علی کے حوالے کر دیا۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ بیڑے نے غداری کی یا یہ سمجھنا چاہیے کہ وزیر اعظم خسرو پاشا بیڑے کو روسیوں کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔ اور ترکی امیر البحر کو یہ منظور نہ تھا۔ یکم جولائی کو محمود ثانی نے وفات پائی۔

# سلطانیہ عثمانیہ
# 1839ء-1861ء

## سلطان عبدالمجید ثانی: (1839ء-1861ء)

سلطان عبدالمجید تخت نشین ہوا تو وہ محض ایک طفل تھا۔ وہ مصر کے موروثی پاشا محمد علی اور شام کے والی ابراہیم پاشا سے فوراً عہد نامے کے لیے تیار ہو گیا۔ 27 جولائی کو پانچ بڑی طاقتوں نے ایک مشترکہ یادداشت قسطنطنیہ بھیجی جس میں محمد علی سے تصفیے کا حق اپنے لیے محفوظ رکھا۔ پامرسٹن کا اصرار شروع ہی سے یہ تھا کہ محمد علی سے شام واپس لیا جائے۔ فرانس چونکہ محمد علی کا حامی تھا، لہٰذا ان پر دباؤ ڈالنے میں شرکت سے انکار کر دیا۔ بیرن برونوو (Brunnov) روس کی طرف سے سفیر بن کر لندن گیا (ستمبر۔ دسمبر) زار روس نے فرانس اور انگلستان کے تعلقات ختم کرانے کے لیے یہ تجویز پیش کر دی کہ روس شام کی حوالگی کے لیے محمد علی پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے آمادہ ہے اور وہ اس وقت تک باسفورس میں داخل نہ ہو گا جب تک برطانیہ در دانیال میں داخل نہ ہو گا۔

## خط شریف گل خانہ:

خط شریف گل خانہ [1] اصلاحات کا ایک فرمان تھا، جو سلطان نے رشید پاشا کی تجویز کے مطابق 3 نومبر کو جاری کیا۔ رشید پاشا چاہتا تھا کہ اصلاحات یورپی اصول کے مطابق ہوں تا کہ انگلستان میں ترکوں کی ہر دلعزیزی بڑھ جائے۔ خط میں صرف اصول بیان کیے گئے تھے، جن کے مطابق رعایا کے تمام طبقوں کو زندگی، آزادی اور جائداد کی حفاظت کا یقین دلایا گیا تھا اور وعدہ کیا گیا تھا کہ فوج اور محاصل کے محکموں میں بھی اصلاحات کی جائیں گی۔ اس خط کے جاری ہونے کے بعد دس سال میں بے شمار تجاویز بروئے کار آئیں، جن کے مطابق نظم و نسق کا ڈھانچہ زمانہ حاضرہ کے اصول پر پہنچا دیا گیا۔ ممتاز افراد کی ایک مجلس بنا دی گئی۔ صوبوں میں مشاورتی کونسلیں اور مخلوط عدالتیں بن گئیں۔ ٹیکنیکل سکول جاری ہو گئے، وغیرہ۔

## معاہدہ لندن:

فرانس میں تھیرز (Thiers) کی وزارت قائم ہوئی (فروری۔ اکتوبر 1840ء)۔ اس نے محمد علی کو مجبور کرنے کی تجویز مسترد کر دی اور یہ کوشش کی کہ ترک اور مصری فرمانروا دوسری طاقتوں کے بجائے صرف

فرانس کی ثالثی قبول کرلیں۔ اس بدعہدی کا نتیجہ یہ نکلا کہ پامرسٹن فرانس کو چھوڑ کر روس کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوگیا۔ اگرچہ وزارت اس پر راضی نہ تھی۔

15۔ جولائی کو لندن کا عہد نامہ ہوا۔ انگلستان، آسٹریا، پروشیا اور روس اس بات پر راضی ہوگئے کہ محمد علی کو تصفیے کے لیے مجبور کردیں اور ضرورت پڑے تو سلطان کو امداد دیں۔ تجویز یہ بھی کہ موروثی علاقے کے طور پر محمد علی کے حوالے کیا جائے اور جنوبی شام اسے صرف تاحیات دیا جائے، اس کے بدلے میں وہ کریٹ، شمالی شام، مکہ اور مدینہ چھوڑ دے نیز ترکی بیڑا واپس کردے۔ ساتھ ہی قرار پایا کہ اگر یہ شرطیں دس دن کے اندر اندر پوری نہ کی جائیں تو جنوبی شام کی پیش کش واپس لے لی جائے۔ اگر ترمیم شدہ شرطیں دس دن میں پوری نہ ہوں تو تمام شرطیں واپس لے کر سلطان کو مزید انتظامات کی آزادی دے دی جائے۔ محمد علی نے فرانس کے بھروسے پر یہ شرطیں رد کردیں۔ برطانیہ نے سلطان سے کہا کہ محمد علی کو معزول کردیا جائے معاہدہ برسرعام آیا تو پیرس میں ہراس پھیل گیا۔ فرانسیسی اخباروں اور تھیئرز کی تیز گفتاری۔ دریائے رائن پر جنگ کا خطرہ۔ 9 ستمبر کو برطانوی امیر البحر سٹاپ فورڈ (Stopford) نے بیروت پر گولہ باری کی۔ جنرل نیپئر نے فوجیں اتار دیں۔ شام میں مصریوں کے خلاف بغاوت۔ بیروت پر قبضہ (10۔ اکتوبر)۔ عکہ پر گولہ باری اور قبضہ (3 نومبر)۔ ابراہیم تخلیہ شام پر مجبور ہوگیا۔

20 اکتوبر کو تھیئرز کا استعفیٰ، اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ فرانس کا بادشاہ لوئی فلپ لڑائی کے لیے تیار نہیں۔ 27 نومبر کو اسکندریہ میں نیپئر نے ایک عہد نامہ کیا۔ محمد علی نے ترکی بیڑا بھی واپس کردیا، شام پر تمام دعوے بھی چھوڑ دیئے۔ آخر سلطان نے یہ بات مان لی (13 فروری 1841ء)۔

## آبناؤں کے متعلق معاہدہ:

13۔ جولائی کو پانچ بڑی طاقتوں نے عہد نامے پر دستخط کیے، جس کے مطابق فیصلہ ہوگیا کہ آبنائے باسفورس اور آبنائے دردانیال زمانہ امن میں تمام غیر ملکی جہازوں کے لیے بند رہیں گی۔ فرانس بھی ان طاقتوں میں شامل تھا۔ اس طرح وہ پھر یورپی اتحاد میں داخل ہوگیا۔

1844ء میں زار نکولس لندن گیا تاکہ لارڈ ایبرڈین وزیر اعظم سے سلطنت عثمانیہ کی اضطراب انگیز حالت کے متعلق گفتگو کرے۔ زار کی تجویز یہ تھی کہ اگر ترکی سلطنت ختم ہوجائے تو روس اور انگلستان کو راہ عمل کے متعلق آپس میں مشورہ کرلینا چاہیے اس بارے میں زبانی سمجھوتا۔

ستمبر۔ 1848ء میں ڈینیوب کی ریاستوں میں بغاوت، جو زیادہ تر روسی اثر کے خلاف تھی۔ روسیوں نے ترکوں کی رضامندی سے ان ریاستوں پر حملہ کیا اور 1851ء تک انھیں اپنے قبضے میں رکھا۔

## مختلف جھگڑے:

اکتوبر۔ 1849ء میں اس بنا پر بین الاقوامی صورت حال بہت نازک ہوگئی کہ روس اور آسٹریا نے ترکی سے ہنگری کے پناہ گزینوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ترکوں نے انگلستان سے امداد کے لیے اپیل کی۔ پامرسٹن نے امداد کا وعدہ کرلیا۔ فرانس نے انگلستان کی حمایت کی اور دونوں طاقتوں نے مل کر خلیج بسیکہ (Besika) میں بحری مظاہرہ کیا۔ یکم نومبر کو برطانوی بیڑے کا ایک حصہ آبناؤں میں داخل ہوگیا تاکہ موسم کی خرابی سے محفوظ رہے۔ روس کے احتجاج پر یہ بیڑا واپس چلا گیا۔

1851ء میں فرانس اور ترکی کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ فلسطین کے مقامات مقدسہ میں رومن کیتھولک راہبوں کے حقوق کے متعلق بحث چھڑ گئی تھی۔ یہ راہب، یونانی راہبوں کی زیر اقتدار آگئے تھے جنھیں روس کی امداد حاصل تھی۔ فرانس کے مذہبی حلقوں نے دباؤ ڈال کر، نپولین شاہ فرانس کو اس امر پر آمادہ کیا کہ کیتھولک راہبوں کو یونانی کلیسا کے راہبوں سے آزاد کرائے اس لیے کہ شاہ فرانس ہی کیتھولکوں کا موروثی محافظ تھا۔ فروری 1852ء میں سلطان نے یہ مطالبہ منظور کرلیا اور کچھ حقوق انھیں عطا کردیئے۔ دسمبر میں مزید حقوق دے دیئے گئے۔ زار نے اس پر غیظ وغضب کا اظہار کیا، غیظ وغضب میں زیادہ تیزی اس وجہ سے پیدا ہوگئی کہ اس کے نزدیک فرانس کا بادشاہ محض نو دولتیہ [1] تھا۔

## روس اور برطانیہ کی گفت وشنید:

زار نکولس نے برطانیہ کے سفیر لارڈ سیمور سے بات چیت کی (جنوری وفروری 1853ء)۔ زار کی رائے یہ تھی کہ بیمار یعنی ترکی مرنے والا ہے، لہٰذا اس کے ترکے کا فیصلہ کرنے کے لیے انگلستان اور روس کے درمیان معاہدہ ہو جانا چاہیے۔ روس خود قسطنطنیہ لینا نہیں چاہتا، لیکن اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ کوئی دوسری طاقت اس پر قابض ہو جائے۔ سرویا اور بلغاریہ کو آزاد ریاستیں بنا دیا جائے۔ انگلستان، کریٹ مصر وغیرہ لے سکتا ہے۔ لارڈ ایبرڈین کو انگلستان کے خلاف فرانسیسی تدبیروں کے متعلق خطرہ تھا، لہٰذا اس نے روسیوں کی ان پیش کشوں کو غیر مناسب نہ سمجھا۔

## مینشی کاف کی سفارت:

مینشی کاف (Menskikov) قسطنطنیہ پہنچا (فروری و مئی) تاکہ مقامات مقدسہ کے متعلق مراعات حاصل کرے اور ان کے بدلے میں ایک مغربی طاقت کے خلاف امداد کا وعدہ کرلے۔ (اس سے مقصود فرانس تھا)، نیز قسطنطنیہ اور دوسرے مقامات کے یونانی کلیساؤں پر روسی تحفظ کا اقرار لے لیا

جائے۔مینشی کاف سے سازش، خوشامد اور دھمکیوں غرض ہر ذریعے سے ان مطالبات کو پورا کرانے کی کوشش کی۔

## لارڈ سٹریٹ فورڈ کی آمد:

5۔اپریل کو برطانیہ کی طرف سے لارڈ سٹریٹ فورڈ دی ریڈ کلف (Stratfor de Redcliffe) (مشہور برطانوی سفیر 1842ء-1858ء) جو ''بڑے ایلچی'' کے لقب سے مشہور ہوا۔ترکی پہنچا۔اسے ہدایت کردی گئی تھی کہ مقامات مقدسہ کے مسئلے کا فیصلہ روسی مفاد کے مطابق کرادے۔ اس کا انتظام کر دیا گیا،لیکن 5 مئی کو اسے معلوم ہوا کہ مینشی کاف کے مطالبات بہت وسیع ہیں۔چنانچہ لارڈ سٹریٹ فورڈ نے ان مطالبات کو ٹھکرادینے کا مشورہ دیا اور ترکی کی مجلس عالیہ نے اس کے خلاف ووٹ دے دیے (17 مئی)۔مینشی کاف دھمکیاں دیتا ہوا چلا گیا (21 مئی) جن میں سے بہت سی شرمندہ معنی نہ ہو سکیں۔

## روس اور انگلستان میں کھینچا تانی:

31۔مئی کو زار روس نے سلطان پر دباؤ ڈالنے کی غرض سے ڈینیوب کی ریاستوں کو قبضہ میں لے لینے کا فیصلہ کیا۔اسی دن انگلستان اور فرانس کی حکومتوں نے اپنے بیڑے خلیج بسیکہ میں بھیج دیے۔سٹریٹ فورڈ کو اختیار دے دیا گیا کہ اگر ضرورت سمجھے تو بیڑے کو قسطنطنیہ بلا لے۔برطانوی کابینہ میں اختلاف۔لارڈ ایبر ڈین روس کا حامی تھا،پامرسٹن خارجہ کلارنڈن بیچ بچاؤ کے لیے کوشش کر رہا تھا۔مطلق العنان روس کے خلاف انگلستان میں زبردست رائے عامہ 13 جون کو برطانوی اور فرانسیسی بیڑے خلیج بسیکہ میں پہنچ گئے۔2 جولائی کو روس نے جراً ڈینیوبی ریاستوں پر قبضہ کرلیا۔طاقتوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا،لیکن ترکوں کو اعلان جنگ سے روکے رکھا۔

28 جولائی کو ویانا کے فرانسیسی سفیر نے ایک یادداشت تیار کی جو آسٹریا کے ذریعے سے روس بھیجی گئی۔اصل تجویز کے الفاظ حد درجہ مبہم تھے۔مقصد یہ تھا کہ اصولاً روسی بھی مطمئن ہو جائیں اور ترکوں کو بھی ناراضگی کا موقع نہ مل سکے۔زار نے یہ یادداشت قبول کرلی (5۔اگست)،لیکن ترکوں نے ترمیم پر اصرار کیا (19۔اگست)۔وہ صاف صاف کہتے تھے کہ عیسائیوں کی حفاظت سلطان کے ذمے ہونی چاہیے نہ کہ زار کی سرگرم خواہشات پر اسے موقوف رکھا جائے۔روسیوں نے یہ ترمیم مسترد کردی (7 ستمبر) اور ایک گشتی مراسلے میں صاف صاف کہہ دیا کہ ہم مبہم تراکیب کے بجائے اپنے لیے واضح تحفظات کا فیصلہ کرانا چاہتے

ہیں۔ زار نکولس اور فرانسس جوزف شاہ آسٹریا کے درمیان المتز (Almutz) میں ملاقات۔ آسٹریا نے یادداشت قبول کر لینے کے لیے کوشش جاری رکھی۔ فرانس اور برطانیہ نے اس معاملے کا پیچھا کرنے سے انکار کر دیا۔

## روس کے خلاف:

قسطنطنیہ میں بدنظمی اور مظاہرے (23 ستمبر)۔ برطانوی بیڑے کو قسطنطنیہ بھیج دیا گیا۔ 4 اکتوبر کو ترکوں نے جوش و خروش سے روس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ 6□23 اکتوبر کو ترکوں نے عمر پاشا کی سرکردگی میں دریائے ڈینیوب کو عبور کیا۔ 4 نومبر کو الٹانٹزا میں جنگ۔ ترک روسیوں کے خلاف مزاحمت میں کامیاب رہے۔ 30 نومبر کو ایک ترکی بیڑا اور رسد کے جہاز ایشیائی محاذ کی طرف جاتے ہوئے روسی بیڑے کے قابو میں آ گئے اور سنوپ 1 میں تباہ کر دیئے گئے۔ انگلستان میں زبردست غیظ و غضب۔ 3 جنوری 1854ء کو نپولین شاہ فرانس کی تجویز کے مطابق برطانوی اور فرانسیسی بیڑے اس غرض سے بحیرہ اسود میں داخل ہو گئے کہ ترکی سواحل اور رسد کے جہازوں کی حفاظت کریں۔ روس نے 6 فروری کو فرانس اور برطانیہ سے تعلقات توڑ لیے۔ 27 فروری کو انگریزوں اور فرانسیسیوں کا الٹی میٹم روس کے نام جس میں 30۔ اپریل تک ڈینیوبی ریاستیں خالی کر دینے کا مطالبہ کیا تھا۔ زار نے اس کا جواب تک نہ دیا۔ 12 مارچ کو انگلستان اور فرانس کا اتحاد ترکی کے ساتھ۔ 20 مارچ کو روس نے دریائے ڈینیوٹ عبور کیا۔ 28 مارچ کو انگلستان اور فرانس کا اعلان جنگ روس کے خلاف، باہم عہد نامہ اتحاد کی ترتیب (10 اپریل)۔

## آسٹریا، پروشیا اور روس:

آسٹریا اور پروشیا کے درمیان دفاعی معاہدہ (20 اپریل)۔ دونوں کا اقرار کہ دوران جنگ میں ایک دوسرے کے علاقوں کو محفوظ رکھیں گے اور اگر روس نے ڈینیوبی ریاستوں کو اپنی سلطنت میں شامل کیا یا کوہستان بلقان سے آگے بڑھنے کی کوشش کی تو دونوں اس کی مخالفت کریں گے۔ آسٹریا نے گلیشیا اور ٹرانسلوینیا میں فوجیں جمع کرنی شروع کر دیں۔ 3۔ جون کو آسٹریا کا الٹی میٹم روس کے نام جس میں مطالبہ کیا گیا کہ روس کو جنگ بلقانی علاقوں سے باہر رکھنی چاہیے اور بتا دینا چاہیے کہ وہ کس تاریخ کو ڈینیوبی ریاستیں خالی کرے گا۔ 14 جون کو آسٹریا اور ترکی کے درمیان معاہدہ ہوا کہ جنگ کے اختتام تک آسٹریا ڈینیوبی ریاستوں پر قابض رہے نیز بوسنیا، البانیا یا مانٹی نیگرو میں فتنہ و فساد برپا ہو تو اس کا انسداد کرے۔

روس نے 8۔ اگست کو ریاستیں خالی کر دیں۔ آسٹریا نے ان پر قبضہ کر لیا (22۔ اگست)۔ یہیں سے

روس اور آسٹریا کے درمیان شدید مخالفت شروع ہوئی جو انیسویں صدی گزر جانے کے بعد بھی جاری رہی۔

## ویانا کے چار نکات:

8۔ اگست کو انگلستان اور فرانس نے ویانا کے چار نکات پر رضا مندی کا اظہار کیا جن کے مطابق صلح کی شرطیں قرار پائیں۔

(1) ڈینیوبی ریاستوں اور سرویا کی وضعیت کے لیے مشترکہ ضمانت۔

(2) ڈینیوب کے دھانوں سے آزادانہ حق گزر۔

(3) یورپی توازن قوئی کی غرض سے آبناؤں کے معاہدے پر نظر ثانی۔

(4) روس سلطانی رعایا پر حق حفاظت کے دعوے سے دستبردار ہو جائے۔

پانچوں بڑی طاقتوں نے باہم طے کر لیا کہ ترکی آزادی کو نقصان پہنچائے بغیر عیسائیوں کے لیے خاص حقوق حاصل کر لیں۔ روسیوں نے بڑے غصے سے یہ شرطیں نامنظور کر دیں۔

## جنگ کریمیا:

اسی پر جنگ کریمیا شروع ہو گئی۔ 14۔ ستمبر کو کریمیا کے مقام یوپاٹوریا (Eupatoria) میں متحدہ فوجیں اتاری گئیں۔ بلقانی مہم، جس کا آغاز وارنا سے ہوا تھا، اس وجہ سے چھوڑ دی گئی کہ روسیوں نے ڈینیوبی ریاستیں خالی کر دی تھیں۔ انگریزی فوج کا کماندار لارڈ ریگلین (Raglan) تھا، اور فرانسیسی فوج کا جنرل سان ارناؤ (St. Arnauld) مقصود یہ تھا کہ روسیوں کے مستحکم حصار سباسٹو پول (Sebastopol) پر قبضہ کر لیا جائے۔ 20 ستمبر کو دریائے آلما (Alma) کی جنگ میں جس اتحادی فوجوں نے جنوب کی طرف کوچ کرتے ہوئے چھوٹی سی روسی فوج کو شکست دی۔ ارناؤ نے ہیضے سے وفات پائی۔ جنرل کینرو برٹ (Canrobert) اس کا جانشین ہوا۔ سباسٹو پول پر پہلی گولہ باری (17-19۔ اکتوبر)۔ اتحادیوں کے پاس بھاری توپیں نہ تھیں، اس لیے وہ زیادہ دباؤ نہ ڈال سکے اور محاصرے پر قناعت کرنی پڑی۔ جنگ بلاک لاوا (Balaclava) (25 اکتوبر)۔ اتحادیوں کی ایک اور فتح (لائٹ بریگیڈ کا حملہ)۔

جنگ انکرمان (Inkerman) (5 نومبر) جس میں روسی پھر اتحادی فوجوں کا حلقہ توڑ کر نکلنے میں ناکام رہے۔ اس اثناء میں سباسٹو پول کو مشہور فوجی انجینئر کرنل تادل بین (Todleben) کی کوششوں

سے مستحکم کر لیا گیا۔ موسم سرما میں اتحادی افواج کے لیے خوفناک تکالیف (ایندھن کپڑے اور رسد کی کمی)۔ فلارنس نائٹنگیل نے امداد اور تیمارداری کے انتظامات درست کیے۔

2۔ دسمبر کو آسٹریا نے انگلستان و فرانس سے دفاعی اور جارحانہ اتحاد کر لیا۔ انگلستان اور فرانس نے دوران جنگ میں آسٹریا کے اطالوی مقبوضات کی حفاظت کا اقرار کیا اور وعدہ کر لیا کہ روسی حملے کے خلاف ہر ممکن مدد کی جائے گی آسٹریا نے ڈینیوبی ریاستوں کی حفاظت کا ارادہ کیا اور اتحادیوں کو وہاں من مانی کاروائیوں کی اجازت دے دی۔ نیز اس نے اپنی فوجوں کو تیاری کا حکم دے دیا لیکن لڑائی نہ چھیڑی۔ 26۔ جنوری 1855ء کو سارڈینیا نے اتحادیوں کی امداد کا اعلان کر دیا اور جنرل لمارمورا (Lamormora) کی سرکردگی میں دس ہزار فوج کریمیا بھیج دی۔ 2 مارچ کو زار نکولس کی وفات۔ اس کا جانشین ایلگزانڈر دوم صلح کی طرف زیادہ راغب تھا۔ اس نے مارچ سے جون تک وی آنا میں بے نتیجہ گفت وشنید جاری رکھی۔ اپریل سے جون تک سباسٹوپول پر سخت حملے کیے لیکن وہ روسی مزاحمت کو توڑنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ 8 ستمبر کو فرانسیسی فوجوں نے مالاکوف (Malakof) کے برج پر قبضہ کر لیا۔ جسے کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ برطانیہ نے ردان (Redon) لے لیا لیکن وہاں سے نکلنا پڑا۔ 11 ستمبر کو روسیوں نے اپنے جہاز غرق کر دیئے۔ قلعے اڑ دیئے اور سباسٹول کو خالی کر دیا۔ 21۔ نومبر کو سویڈن نے اتحادیوں سے معاہدہ کر لیا جس میں اقرار کیا کہ وہ نہ روس کو کوئی رعایت دے گا اور نہ اس کے ساتھ کسی علاقے کا تبادلہ کرے گا۔ اتحادیوں نے روس کی طرف سے ایسا کوئی مطالبہ پیش ہونے پر سویڈن کی امداد کا اقرار کر لیا۔ 28 نومبر کو روسیوں نے ایشیائی محاذ پر قارص لے لیا۔ 28۔ دسمبر کو آسٹریا نے روس کے خلاف الٹی میٹم بھیج دیا اور مطالبہ کیا کہ اگر وی آنا کے چار نکات تسلیم نہ کیے گئے نیز بحیرہ اسود کو جنگ سے محفوظ نہ کیا گیا اور بسربیا حوالے نہ کر دیا گیا، تو جنگ چھیڑ دی جائے گی۔ آخر روس کو سر تسلیم خم کرنا پڑا اور وی آنا میں صلح کی ابتدائی شرطیں مان لیں (یکم فروری 1856ء)۔

## خطِ ہمایوں:

یہ خط جو انیسویں صدی میں ترکی اصلاحات کا مشہور ترین فرمان تھا، 18 فروری 1856ء کو جاری ہوا۔ اس کے مطابق مسیحی رعایا کو جان، مال اور آبرو کی حفاظت کا یقین دلا دیا گیا۔ مسیحی کلیساؤں کے پیشواؤں کو جو سول اختیارات حاصل تھے، وہ منسوخ کر دیئے گئے۔ یہ فیصلہ ہو گیا کہ کلیساؤں کا انتظام آئندہ پادریوں کی مجلس اور غیر مذہبی آدمیوں کی قومی کونسل کے ہاتھ میں رہے۔ ضمیر کی کامل آزادی کا اعلان۔ سلطانی رعایا کے تمام طبقوں کے لیے تمام عہدوں کے دروازے کھلے رکھنے کا اعلان۔ مسیحیوں کو فوجی خدمت کا حق دے دیا

گیا، لیکن یہ اجازت بھی مل گئی کہ چاہیں تو اس کے بدلے میں روپیہ ادا کر دیں (جزیہ)۔ تعذیب منسوخ کر دی گئی اور قید خانوں میں اصلاحات کا بندوبست ہو گیا۔ غیر ملکیوں کو خاص حالات میں جائداد حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔

ترکوں نے ان اصلاحات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ بہت دور رس ہیں۔ مسیحیوں نے اصلاحات کی پر زور حمایت کی۔ یہ اصلاحات دراصل برطانیہ، فرانس اور آسٹریا کے سفیروں نے تیار کی تھیں لہٰذا ترکی حکومت کو انھیں نافذ کرنا پڑا تا کہ روس کی مداخلت سے پیشتر ہی تمام باتیں طے ہو جائیں۔

## پیرس کی کانگرس:

25۔ مارچ سے 30 مارچ تک پیرس میں مختلف طاقتوں کی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں فرانس کا وزیر خارجہ ولوسکی (Walewski) صدر تھا۔ انگلستان کی طرف سے کلارنڈن اور کولے (Cowley) شریک ہوئے، آسٹریا کی طرف سے بیوول (Buol) اور ہبنر (Hubner) روس کی طرف سے مرلاف اور برونوو، ترکی کی طرف سے علی پاشا اور محمد جمال، سارڈینیا کی طرف سے کاوور (Covour) نپولین سوم کی خواہش تھی کہ اس کو موقع سے فائدہ اٹھا کر اٹلی اور پولینڈ کے متعلق 1815ء کے معاہدے میں ترمیم کرالے۔ اسے کامیابی کی بڑی امید تھی، لیکن انگلستان نے اس کی سکیم تہس نہس کرا دی اور آسٹریا کے ساتھ مل کر صورت حال بحال رکھنے کی پالیسی پر زور دیا۔ اس پر فرانس نے روس سے مدد لینی چاہی۔ 30 مارچ کو پیرس میں معاہدہ ہوا، جس کے مطابق ترکی کو یورپی طاقتوں کے حلقے میں شامل کر لیا گیا اور سلطنت ترکیہ کی حدود اور آزادی کے احترام کا وعدہ ہو گیا۔ روس نے ڈینیوٹ کا دہانہ اور بسربیا کا چھوٹا سا حصہ واپس کر دیا۔ ایشیا میں روس قارص سے دستبردار ہو گیا۔ ترکی کی مسیحیوں کی حفاظت کا دعویٰ بھی چھوڑ دیا۔ تمام طاقتوں نے خط ہمایوں کی بلند حیثیت کا اعتراف کیا۔ ڈینیوٹ کی ریاستیں طاقتوں کی مشترکہ حفاظت میں دے دی گئیں اور طے پایا کہ ان کی حیثیت کا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔ آبناؤں کے عہد نامے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی، لیکن روس بحیرۂ اسود میں جنگی انتظامات ختم کر دینے پر راضی ہو گیا۔ دریائے ڈینیوب میں کشتی رانی کی حفاظت کے لیے ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کر دیا گیا۔

بین الاقوامی قانون کے چار اصول تسلیم کیے گئے:

(1) غیر سرکاری جہازوں کو مسلح کرنا پہلے ہی ممنوع تھا۔ یہ ممانعت قائم رہی۔

(2) غیر جانب دار جھنڈے کے ماتحت تمام سامان محفوظ رہے گا، البتہ ناجائز سامان چھین لینے کی

اجازت ہوگی۔

(3) ناجائز سامان کے سوا کسی غیر جانب دار ملک کا سامان دشمن کے جھنڈے کے ماتحت بھی گرفتار نہ کیا جائے گا۔

(4) ناکہ بندی لازم ہوگی اور اسے موثر بنانا چاہیے۔

15۔اپریل کو انگلستان، فرانس اور آسٹریا کے درمیان ایک عہد نامہ ہوا، جس میں تینوں نے طے کیا کہ ترکی کی آزادی اور احترام حدود میں کوئی بھی خلل وجہ منازعت بن جائے گا اور اس کے مقابلے کے لیے متحدہ تدابیر اختیار کی جائیں۔

## باقی واقعات:

سلطنت عثمانیہ میں فوجی جاگیروں کی تنسیخ (1858ء)۔ترکی میں امریکی مشتریوں کی طرف سے رابرٹ کالج کی تاسیس۔(یہ مشن 1820ء سے کام کر رہا تھا)۔1845ء میں سائیرس ہملین (Cyrus Hamlin) نے ایک دارالعلوم قائم کیا، پھر لڑکیوں کے لیے ایک سکول کھولا گیا۔1871ء میں قسطنطنیہ میں گرلز کالج قائم کیا گیا۔)

شام میں بغاوت(1860ء۔1861ء) جھگڑا مسلمانوں دروزیوں اور مسیحی مارونیوں کے درمیان شروع ہوا۔ آخر الذکر بہت سارے مارے گئے۔ یورپی طاقتوں نے فرانس کو مداخلت کا مختار بنایا۔(2۔اگست 1860ء) فرانس کی ایک فوجی مہم نے امن قائم کیا۔ فرانسیسی فوج کا انخلاء(جون۔1961)حلقہ لبنان کے لیے خاص دستور۔

# سلطنتِ عثمانیہ
# 1861ء-1908

## عبدالعزیز 1861ء1876ء:

اس کے عہد حکومت کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ مغرب کا اثر تیزی سے پھیل گیا جو جنگ کریمیا میں انگلستان اور فرانس سے میل جول کا نتیجہ تھا (ترکی کو پہلا قرضہ، بحیرہ اسود سے ڈینیوب تک ریلوے لائن کی تعمیر وغیرہ) مغربی اثر کے پھیلنے کا دوسرا ذریعہ یہ تھا کہ آزاد خیالی نے حیرت انگیز ترقی کی (ادب کا احیاو تجدید، پرانا ایرانی اسلوب ترک کر دیا گیا، نامق کمال ایک آزاد خیال ڈرامہ نگار اور محرر سیاسیات، اس کی تاریخ آل عثمان نیز روسو، مونٹسک وغیرہ کی تصانیف کے تراجم، اس کی تاریخ آل عثمان، نیز روسو، مونٹسک وغیرہ کی تصانیف کے تراجم، ترکی کی صحیفہ نگاری کا عظیم الشان ارتقاء) اس عہد کے ممتاز سیاست دان علی اور فواد تھے۔ یہ دونوں رشید پاشا کے پیرو اور وسیع اصلاحات کے داعی تھے۔ تعلیم کی حوصلہ افزائی۔ غلطہ سرائے کا ثانوی مدرسہ (1868ء)۔ قسطنطنیہ کی یونیورسٹی (1869ء)۔ درس گاہ قانون (1870ء) بینک امپیریل عثمانی کی تاسیس (1863ء) قانون ولایات (1864ء) جس کے مطابق بڑے بڑے صوبے متعین ہو گئے، اُن کے لیے گورنر جنرل مقرر کیے گئے اور انھیں سنجقوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر سنجق کے لیے مخلوط کونسلیں اور ٹریبونل بنا دیئے گئے۔ سلطنت عثمانیہ کے قومی قرضے کے انتظام کی غرض سے ایک مجلس قائم کر دی گئی (1865ء)۔

## 1866ء سے-1870ء تک کے واقعات:

کریٹ میں بغاوت (1866ء-1868ء)۔ اہل جزیرہ نے اپنی آزادی اور یونان سے اتحاد کا اعلان کر دیا (2۔ ستمبر 1866ء)۔ ایک سال کی جنگ کے بعد بغاوت فرو کر دی گئی۔ سلطان نے ایک فرمان صادر کیا جس کے مطابق مسیحیوں کے لیے موقع بہم پہنچا دیا کہ وہ ترکی افسروں کی امداد کے لیے معاون مقرر کر دیں نیز انتخابی مجلس کا بندوبست کر دیا گیا۔

سلطان عبدالعزیز کا شمول پیرس کی نمائش میں (1867ء)۔ یہ پہلا ترکی سلطان تھا جس نے ملک سے باہر سیاحت کی۔ وہ لندن اور وی آنا بھی گیا۔

قسطنطنیہ کو ریلوے لائن کے ذریعے سے ہنگری کے ساتھ ملا دینے کی منظوری (آغاز کار 1872ء)

۔عثمانیہ ضابطۂ دیوانی کی مفصل ترتیب (1868ء-1876ء)۔نہر سویز کا افتتاح (1869ء)۔اس کا اثر یہ ہوا کہ سلطنت عثمانیہ پھر ایک مرتبہ مشرق بعید کی بڑی تجارتی شاہراہ پر آ گئی۔شہریت کا نیا قانون (1869ء) بلغاریہ کے لیے ایک نئے عہدے کا قیام (1870ء)۔یونانی آرتھوڈکس کلیسا کی جداگانہ شاخ۔بلغاریہ کی قومی تحریک کے ارتقاء میں یہ ایک اہم مرحلہ تھا۔

فرانس اور جرمنی کی جنگ سے فائدہ اٹھا کر روس نے معاہدہ پیرس کی وہ دفعات منسوخ کر دیں جن کا تعلق بحیرہ اسود سے تھا (31۔اکتوبر)۔انگلستان اور آسٹریا نے اس پر احتجاج کیا۔جرمنی نے روس کی حمایت کی۔لندن میں ایک کانفرنس ہوئی جس میں انجام کار روس کے عمل کو منظور کر لیا گیا (13 مارچ 1871ء) لیکن یہ کہہ دیا گیا کہ بین الاقوامی معاہدات کی یک طرفہ خلاف ورزی ہرگز مناسب نہیں۔

## آخری دور:

علی پاشا نے پوری سلطنت کی تنظیم نو کے لیے ایک مکمل سکیم پیش کی (1872ء)۔اس کے مطابق بلقان کی مختلف قوموں کو ویسا ہی درجہ خود اختیاری دینے کی تجویز تھی جیسا سلطنت جرمنی میں بویریا کو حاصل تھا۔یہ سکیم خود ان قوموں کی مخالفت اور روس کے احتجاجات کی وجہ سے برباد ہوگئی۔

مالی لحاظ سے سلطنت کے لیے نہایت نازک دور (1874ء)۔وجہ یہ ہوئی کہ باہر سے گراں قدر رقمیں قرض لے لی گئیں اور ان کی ادا کاری کا انتظام نہایت ناقص تھا۔قرض پر نصف سود منسوخ کر دیا گیا۔

ہرزی گووینا اور بوسنیا میں بغاوت (جولائی 1875ء) بعد ازاں بلغاریہ میں بھی بغاوت ہوگئی۔سرویا اور مانٹی نیگرو سے جنگ۔روس اور ترکی کی جنگ (1877ء-1878ء)۔برلن میں اجتماع اور معاہدہ۔

نئی وزارت جس میں مدحت پاشا کی شخصیت سب پر فائق تھی (10۔مئی 1876ء) مدحت (1822ء-1884ء) رشید، علی اور فواد کا پیرو اور اصلاحات کا سرگرم داعی تھا۔بلغاریہ میں اس کا شاندار نظم ونسق (1861ء-1869ء)۔پھر بغداد میں (1869ء-1873ء) اس کی تجویز یہ تھی کہ ترکی کو ایک قومی سلطنت بنا دیا جائے اور اس نئی عثمانی قومیت میں مسیحی بھی شریک ہوں۔

مدحت اور اس کے رفیقوں نے عبدالعزیز کو تخت سے اتار دیا (30۔مئی 1876ء) اور اس کے بھتیجے کو مراد خامس کے نام سے سلطان بنا دیا۔کچھ دیر بعد عبدالعزیز نے وفات پائی، نہیں کہا جا سکتا کہ خودکشی کی یا اسے قتل کرا دیا گیا۔ایک چرکسی افسر نے حکومت کے متعدد ارکان کو قتل کرا دیا (15 جون) کامیاب اصلاحی جماعت کا سب سے بڑا رہنما مدحت پاشا تھا۔خلل دماغ کی بنا پر مراد خامس کا عزل (31۔اگست)۔

## عبدالحمید ثانی: (1876ء-1909ء)

مدحت پاشا کی طرف سے دستور کا اعلان (23 دسمبر 1872ء) اس کا مفاد یہ تھا کہ سلطنت عثمانیہ ایک متحدہ سلطنت ہے جس میں ہر فرد کو آزادی کے حقوق حاصل ہیں۔ ضمیر، جرائد، اور تعلیم کی آزادی، محاصل کی مساوات، ججوں کا ناقابل علیحدگی ہونا، عام نمائندگی کی بنا پر پارلیمانی نظام کا بندوبست۔ مدحت پاشا کی برطرفی (5 فروری 1877ء) اور اس کی جلاوطنی۔

پہلی ترکی پارلیمنٹ کا افتتاح (19۔ مارچ)۔ اس نے اپنے فرائض کی بجا آوری کے لیے زبردست کوشش کی لیکن سلطان نے اسے معرض التوا میں ڈال دیا۔ دستور معطل ہو گیا اور سلطان نے مطلق العنانی کا نظام از سر نو قائم کرنے کے لیے اپنی سرگرمیاں مرکوز کر دیں۔ 1881ء میں مدحت اور اس کے ساتھیوں کے خلاف سلطان عبدالعزیز کے قتل کی بنا پر مقدمہ اور ان کی مجرمیت کا اثبات۔ برطانوی حکومت کی مداخلت نے ان لوگوں کو موت کی سزا سے بچایا۔ 

کریٹ میں بغاوت (1878ء)۔ اسے فرو کرنے کے بعد سلطان نے مسیحیوں کو مجلس عام میں اکثریت دے دی اور اہل جزیرہ کو عملاً خود اختیار حکومت مل گئی۔

## 1881ء-1898ء کے واقعات:

ٹیونس پر فرانسیسیوں کا قبضہ (1881ء)۔ مصر پر برطانیہ کا قبضہ (1882ء)۔ مشرقی رومیلیا میں بغاوت (1885ء-1888ء)۔ اس وجہ سے مشرق میں نازک حالات۔ ہنگری سے قسطنطنیہ تک ریل کا افتتاح (12۔ اگست 1888ء)۔ انقرہ تک ریلوے لائن بنانے کے لیے جرمنوں کو ٹھیکہ (6۔ اکتوبر) یہ بغداد ریلوے کی سکیم کی طرف پہلا قدم تھا۔

کریٹ میں بغاوت (1889ء)۔ یہ بغاوت یونان کی انگیخت پر ہوئی۔ بڑی طاقتوں نے اس طرف کوئی توجہ نہ کی اور بغاوت فرو کر دی گئی۔ بعد میں سلطان نے ان حقوق میں تخفیف کر دی جو 1878ء میں دیئے گئے تھے۔ مثلاً مجلس کے اختیارات میں تخفیف اور گورنر کے اختیارات میں اضافہ۔

آرمینیا میں انقلابی تحریک (1890ء-1897ء)۔ یہ تحریک آگے چل کر آرمینیا میں واقعات قتل کا باعث بنی۔ آرمینیا میں قومی تحریک 1840ء میں شروع ہوئی تھی۔ بڑی طاقتیں اناطولیہ کے صوبوں کے لیے اصلاحات حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔

مقدونیہ میں بلغاری انقلابیوں کے چھاپے (1895ء)۔ بلغاریہ، یونان اور سرویا کی انقلابی

جماعتوں کی طرف سے منظم سرگرمیوں کا آغاز۔

کریٹ میں بغاوت (1896ء-1997ء) یہ بغاوت بھی یونان نے بپا کرائی تھی اور وہیں سے اسے امداد ملتی رہی۔اس کے نتیجے میں ترکی اور یونان کے درمیان جنگ کا آغاز (1897ء)۔

## نوجوان ترکوں کی تحریک:(1896ء-1908ء)

یہ تحریک 1866ء کے دستور پر قائم تھی۔نوجوان ترک (جن میں سے زیادہ تر فرانس، سوئٹزرلینڈ اور انگلستان میں جلاوطن تھے) چاہتے تھے کہ سلطان کی بے وقعتی سے فائدہ اٹھائیں۔ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ سلطنت کو انتشار سے بچائیں اور وسیع قومی بنیادوں پر اسے از سر نو ترتیب دیں۔انھوں نے ایک حد تک ارمنوں، مقدونیوں اور دوسری انقلابی جماعتوں سے بھی تعاون کا انتظام کیا(1903ء)۔لیکن اس تحریک میں گروہوں کی تقسیم کے باعث برابر رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔عبدالحمید نے بھی شدید انسدادی تدابیر اختیار کر رکھی تھیں جن کی وجہ سے ترکی میں کوئی تحریک جاری رکھنا غیر ممکن ہو گیا تھا۔

عرب کے مقامات تک حجاز ریلوے کی تعمیر (1900ء-1908ء)۔یہ ریلوے لائن عوام کے چندے سے بنی تھی اور اسے بین الاقوامی قومی منصوبے کے لیے استعمال کیا گیا۔

مقدونیہ میں بغاوت (1902ء-1903ء)۔بڑی طاقتوں کی مداخلت۔اصلاحات کا پروگرام (نومبر و دسمبر 1905ء)۔دیر تک ترکی حکومت اور بڑی طاقتوں کے درمیان گفت و شنید ہوتی رہی کہ مقدونیہ کے جندارمہ میں افسروں کی کتنی تعداد رکھی جائے نیز مقدونیہ میں مالیات کی بین الاقوامی نگرانی کی شرطیں کیا ہوں؟ وغیرہ۔طاقتوں نے بحری قوت کا مظاہرہ کیا اور لمنوس (Lemnos) پر قبضہ کر لیا۔آخر سلطان تجویزیں ماننے پر مجبور ہو گیا۔

فلسطین اور مصر کی سرحد کے متعلق انگلستان سے جھگڑا (عقبہ) برطانیہ کی طرف سے الٹی میٹم پر سلطان جھک گیا۔

## دستور کا بحالی:

نوجوان ترکوں اور مختلف انقلابی گروہوں کا اجلاس پیرس میں (دسمبر 1908ء)۔عمل میں اشتراک کی متفقہ تجاویز۔غیر مطمئن فوجی افسروں کے گروہوں سے تعلق پیدا کرنے کا بندوبست (مجلس آزادی جس کی بنیاد 1905ء-1906ء میں پڑی)۔سالونیکا اور سلطنت کے دوسرے شہروں میں فری میسنوں کے جو حلقے تھے ان سے تعلق کا فیصلہ۔

انگلستان کے شاہ ایڈورڈ اور روس کے زار نکولس کے درمیان ریوال میں ملاقات (9 جون 1908ء)۔ روسیوں نے مقدونیہ میں اصلاحات کی وہ وسیع سکیم منظور کر لی جو برطانیہ نے تیار کر رکھی تھی۔ نوجوان ترکوں کی جماعت انجمن اتحاد وترقی نے اس خیال سے فوری اقدام کا فیصلہ کر لیا کہ مباداتاخیر کے باعث تین مقدونوی صوبے سلطنت سے الگ ہو جائیں۔

ترکی میں انقلابی تحریک کا سب سے بڑا منتظم نیازی بے تھا۔ اس نے مقدونیہ کے مقام رسنہ میں بغاوت کا علم بلند کیا (5۔ جولائی 1908ء)۔ جب سلطان نے سالونیکا میں متعدد افسر گرفتار کر لیے تو دوسرے فوجی افسر بھی نیازی کے ساتھ مل گئے (8 جولائی)۔ ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر انور بے ہے۔ انجمن اتحاد وترقی نے بغاوت کی حمایت کا فیصلہ کر لیا (13 جولائی)۔ اہل البانیہ نے بھی اس کی حمایت کی۔ حکومت کی طرف سے باغیوں کے ساتھ لڑنے کے لیے جو فوجیں بھیجی گئیں وہ خود باغیوں سے جا ملیں۔

مجلس وزراء میں کئی روز کی بحث وتمحیص کے بعد عبدالحمید نے 1876ء کا دستور بحال کر دیا (24 جولائی)۔ اب سلطان نے شفیق باپ کی حیثیت اختیار کر لی اور ظاہر کیا کہ مجھے تو وزیروں نے دھوکا دے رکھا تھا۔ انقلابیوں نے اس کی معزولی کا خیال ترک کر دیا۔ کئی ہفتے تک سلطنت میں اخوت اور بے پناہ شادمانی کے جشن منائے جاتے رہے۔ تمام قوموں نے ان مشترکہ جشنوں میں ترکوں کا ساتھ دیا۔

بلغاریہ کی آزادی کا اعلان (5۔ اکتوبر)۔ آسٹریا نے بوسنیا اور ہرزی گووینا کا الحاق کر لیا (6۔ اکتوبر)۔

# سلطنت عثمانیہ
# 1908ء-1914

## عبدالحمید کا عزل:

پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس (17۔دسمبر)۔اس میں نوجوان ترکوں کی بھاری اکثریت تھی۔ترک قوم پروروں اور ماتحت قوموں کے نمائندوں کے درمیان روز افزوں اختلاف۔قوم پرور ترک انجمن اتحاد و ترقی کے زیر ہدایت کام کر رہے تھے۔اختلاف کا خاص باعث دو امر تھے،اول یہ کہ مختلف اقوام کو زیادہ اختیارات دیئے جائیں،دوم یہ کہ ترکی کو واحد سرکاری زبان قرار دیا جائے۔

کامل پاشا وزیر اعظم کا استعفیٰ (13۔فروری 1909ء)۔وہ آزاد خیال تھا،اصلاحات سے اسے ہمدردی تھی اور اعتدال پسندوں کا پرگرام وہ پورا کرنا چاہتا تھا۔انجمن اتحاد و ترقی نے اسے استعفیٰ پر مجبور کر دیا اور اپنے ایک ہمدرد حلمی پاشا کو وزیر اعظم بنوایا۔

فوج نمبر اول کی بغاوت (13۔اپریل)۔یہ زیادہ تر اہل البانیہ پر مشتمل تھی اور قسطنطنیہ میں مقیم تھی۔قدامت پسند قوتوں اور بعض اسلامی گروہوں نے انجمن و ترقی کے طریق حکومت پر سخت حملے کیے۔باغیوں نے پارلیمنٹ کے ایوان اور تار گھروں پر قبضہ کر لیا۔حلمی پاشا استعفیٰ پر مجبور ہو گیا۔انجمن اتحاد و ترقی نے اس فوج سے امداد کے لیے اپیل کی جو مقدونیہ میں مقیم تھی۔

24۔اپریل کو محمود شوکت پاشا عسکر آزادی،ساتھ لے کر قسطنطنیہ پہنچا،جس کی تعداد پچیس ہزار تھی۔پانچ گھنٹے کی جنگ کے بعد وہ شہر پر قابض ہو گیا۔بغاوت کے سرگروہ موت کی سزا پا گئے۔انجمن اتحاد و ترقی کا تسلط بحال ہو گیا۔پارلیمنٹ کے متفقہ ووٹ سے 26 اپریل کو عبدالحمید کے عزل کا اعلان کر دیا گیا کیونکہ وہ باغیوں کا حامی تھا۔اسے سالونیکا بھیج دیا گیا۔(وفات 10 فروری 1918ء)۔

## سلطان محمد خامس:(1909ء-1915ء)

یہ سلطان عبدالحمید کا بھائی تھا۔اسے ایک کمزور اور بے بس حکمران سمجھنا چاہیے ادرنہ اور آرمینیا کے بعض دوسرے حصوں میں ارمنوں کا قتل۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ارمنوں نے مخالفانہ مظاہروں سے اشتعال پیدا کیا جس نے مسلمانوں کو خبردار کر دیا (اپریل 1909ء)۔

دستور پر نظر ثانی (اگست)۔قرار پایا کہ آئندہ سلطان صرف وزیر اعظم کو نامزد کرے گا اور وزیر اعظم

باقی وزراء کے تقرر کا ذمہ دار ہوگا۔ سلطان کو پارلیمنٹ توڑنے کے اختیارات سے محروم کر دیا گیا۔ کابینہ وزارت پارلیمنٹ کے سامنے ذمے دار بن گئی اور پارلیمنٹ کو بھی مسودات قانون پیش کرنے کا مساوی حق مل گیا۔

البانیہ میں بغاوت (اپریل۔جون 1910ء)۔ اہل البانیہ خود اختیاری حکومت کا مطالبہ کر رہے تھے اور قوم پرور ترکوں نے جبر وتشدد کی پالیسی اختیار کر رکھی تھی۔ بھاری ترک فوج نے خاصی خون ریزی کے بعد بغاوت فرو کر دی۔ عرب میں بھی مستقل بدامنی رونما ہوئی۔

## جنگِ طرابلس:

29۔دسمبر 1911ء کو اٹلی کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی جو 15۔اکتوبر 1912ء تک جاری رہی۔ اٹلی نے جرمنی، آسٹریا، انگلستان، فرانس اور روس کے ساتھ مختلف اوقات میں معاہدے کر کے طرابلس لے لینے کی منظوری حاصل کر لی تھی۔ حملے کے لیے عذر یہ پیش کیا گیا کہ ترک اٹلی کی جانب سے پر امن داخلے میں مزاحمت پیدا کر رہے ہیں۔ 28۔ستمبر کو ایک الٹی میٹم بھیجا گیا جسے ترکوں نے رد کر دیا۔ 5۔ اکتوبر کو اٹلی نے ایک فوج طرابلس میں اتاروی اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ دوسرے ساحلی قبضے بھی تیزی سے لے لیے۔ 5۔نومبر کو طرابلس کے الحاق کا اعلان کر دیا گیا، اگرچہ ملک قطعاً قبضے میں نہیں آیا تھا۔ ترکی فوج نے انور بے کی سرکردگی میں بہادرانہ مقابلہ کیا۔ عرب انھیں امداد دے رہے تھے۔

بحیرہ احمر اور ساحل شام کے خلاف اٹلی کی بحری کاروائیاں (جنوری۔فروری 1912ء)۔ متعدد شہروں پر گولہ باری لیکن کاروائیوں میں اس وجہ سے رکاوٹ ہی رہی کہ آسٹریا نے بلقان اور بحیرا یجہ کے سواحل پر جنگ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا۔ بڑی طاقتوں نے مداخلت کی کوشش کی، ترکوں نے طرابلس چھوڑنے سے انکار کر دیا اور مداخلت ناکام رہی۔

دردانیال کے خلاف اٹلی کا بحری مظاہرہ (6□1916۔اپریل) ترکوں نے آبنائیں بند کر دیں (4 مئی تک) اس سے تجارت کو بہت نقصان پہنچا۔

اٹلی نے جزیرہ رڈوز اور دوسرے جزائر دوازدوگانہ (Dodecanese Isalands) پر قبضہ کر لیا (4۔12 مئی)۔ صلح کے لیے گفت وشنید کا آغاز ماہ جولائی میں۔ کوئی بھی فریق جھکنے کے لیے تیار نہ تھا۔ جب بلقان میں جنگ کا خطرہ پیدا ہوا تو ترک مان گئے۔ 18 اکتوبر کو معاہدہ ہوا، ترکوں نے طرابلس کی سیادت چھوڑ دی۔ اٹلی کے لیے لازم ہو گیا کہ وہ سلطان کی طرف سے، جو خلیفہ بھی تھا ایک نمائندہ قبول کرے۔ اٹلی نے اس کے مقابلے میں یہ شرط قبول کی کہ ترک طرابلس کو خالی کر دیں گے تو جزائر دوازدہ گانہ

ترکی کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

## متفرق واقعات:

انجمن اتحاد و ترقی کی طرف سے حکومت کی پالیسی پر نکتہ چینی میں غیر معمولی اضافہ۔ اس وجہ سے سلطان نے پہلی بار پارلیمنٹ توڑ دی (18 جنوری 1912ء)۔ نئے انتخابات (اپریل میں)، انجمن اتحاد ترقی کو عظیم الشان کامیابی ہوئی۔ سمجھا جا رہا تھا کہ اس نے انتخاب کنندوں پر ہر قسم کا دباؤ استعمال کیا۔ مناستر میں جو افسر غیر متعین تھے وہ اہل البانیہ کی نئی بغاوت میں حکومت کے خلاف شریک ہو گئے 15 جون)۔ غازی احمد مختار پاشا کی کابینہ (12 جولائی) یہ انجمن اتحاد و ترقی کے حامیوں کی حکومت نہ تھی بلکہ اعتدال پسند عناصر انتہا پسند قوم پروروں پر فائق ہو گئے تھے۔ نئی حکومت نے بہ زور پارلیمنٹ توڑ دی اور مارشل لاء کا اعلان کر دیا (5۔ اگست)۔

## جنگ بلقان:

اس جنگ میں بلغاریہ، سرویا اور یونان ایک فریق تھے، ترکی دوسرا فریق۔ تھریس کے ایک مقام کرک کلیسی میں بلغاریوں کی فتح (22۔ اکتوبر 1912ء)۔ کومانووو میں سرویوں کی فتح (24-26 اکتوبر)۔ لولی برغاس میں بلغاریوں کی زبردست کامیابی (28 اکتوبر۔ 3 نومبر)۔ بلغاری فوجیں شتلجہ کے خطوط پر پہنچ گئیں جہاں قسطنطنیہ کے دفاع کے آخری مورچے تھے۔ روس کی طرف سے بلغاریہ کو انتباہ کہ قسطنطنیہ پر قبضہ نہ کیا جائے ورنہ روسی بیڑا مقابلہ کرے گا (3-4 نومبر)۔ اہل سرویا شمالی البانیہ کو پامال کرتے ہوئے ایڈریاٹک کے ساحل تک پہنچ گئے (10۔ نومبر)۔ سرویا کی فتح مناستر میں (15-16 نومبر)۔ خطوط شتلجہ پر بلغاریہ کا ناکام حملہ (21-22 نومبر)۔

## یورپی طاقتوں کی رقابت:

آسٹریا کا اعلان کہ سرویا کو ایڈریاٹک کے ساحل پر کوئی علاقہ نہیں دیا جا سکتا اور البانیہ کو آزاد ہونا چاہیے۔ نازک بین الاقوامی صورت حال۔ سرویا اپنے مطالبے پر قائم رہا۔ روس کی طرف سے ابتداء میں اس کی حمایت۔ فرانس نے روس کو یقین دلایا کہ جرمنی کے ساتھ جنگ میں اسے امداد دی جائے گی۔ اٹلی نے آسٹریا کی حمایت کی۔ تھوڑے تذبذب کی بعد جرمنی نے بھی وعدہ کر لیا کہ اگر آسٹریا پر حفاظت مفاد کے سلسلہ میں حملہ ہو گا تو اسے امداد دی جائے گی۔ انگلستان بھی آسٹریا کا ہمدرد تھا اور اس نے روس و فرانس سے تعلقات بگاڑے بغیر جرمنی کے ساتھ مل کر اصلاح احوال کی کوشش کی۔ نومبر اور دسمبر میں حالت بہت نازک

ہوگئی۔ آسٹریا اور روس نے دونوں نے فوجی نقل وحرکت شروع ہوگئی۔ آسٹریا اور روس دونوں نے فوجی نقل و حرکت شروع کردی۔ بالآخر روس نے سرویا کے علاقائی دعاوی کی تائید چھوڑ دی۔ جنگ کا آخری دور۔ ترکی بلغاریہ اور سرویا کے درمیان متارکہ (3 دسمبر)۔ یونان اس میں شامل نہ ہوا۔ سقوطری کے اردگرد جنگ سرگرمیاں جاری رہیں (مانٹی نیگرو کی جانب سے محاصرہ)۔ جینیہ (یونان کا قبضہ)۔ ادرنہ پر بھی لڑائی ہوتی رہی۔

## مصالحت:

لندن میں صلح کی کانفرنس کا افتتاح (17۔دسمبر)۔ یہ کانفرنس اس لیے ناکام رہی کہ ترکوں نے ادرنہ، بحیرہ ایجہ کے جزائر اور کریٹ کو چھوڑنے سے انکار کردیا (6 جنوری 1913ء)۔ انجام کار بڑی طاقتوں نے ترکوں کو ادرنہ چھوڑنے پر آمادہ کرلیا (22 جنوری)۔ قسطنطنیہ میں کامل پاشا کی وزارت کا خاتمہ اور انتہا پسند قوم پرور انور بے کی فتح (23۔جنوری)۔ جنگ از سر نو شروع ہوگئی۔ یونانیوں نے جینیہ لے لیا بلغاری ادرنہ پر قابض ہوگئے۔ بلغاریوں اور ترکوں کے درمیان متارکہ (16 اپریل 1913ء)۔ دوسرے محارب فریقوں نے بھی اسے مان لیا۔ مانٹی نیگرو سقوطری پر قابض ہ ہوگیا حالانکہ بڑی طاقتوں نے اسے البانیہ کے حوالے کیا تھا۔ آسٹریا کی طرف سے جنگ کی دھمکی دی گی تو مانٹی نیگرو نے سقوطری اور سرویا نے درازو چھوڑ دیئے۔ لعذن میں از سر نو صلح کانفرنس کا افتتاح۔ بڑی طاقتوں نے صلح کی جو سکیم منظور کی تھی اسے الٹی میٹم کے ذریعے سے منوایا گیا۔ 30 مئی کو پہلی جنگ بلقان ختم ہوگئی۔ ترکی نے اینوس (Enos) اور میڈیا کے درمیانی خط کی مغربی جانب سب علاقے چھوڑ دیئے۔ کریٹ پر بھی کوئی حق باقی نہ رکھا۔ البانیہ اور جزائر ایجہ کے متعلق طاقتوں کا فیصلہ قبول کرلینے پر آمادگی ظاہر کی۔

## دوسری جنگ بلقان:

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ سرویا کو ایڈریاٹک کے ساحل پر کوئی علاقہ نہ مل سکا اور بلغاریہ سے وہ مقدونیہ کا جتنا حصہ لینا چاہتا تھا وہ نہ ملا، لہٰذا اس نے یونان سے معاہدہ کرلیا۔ بلغاریہ چاہتا تھا کہ باہمی جھگڑے کا فیصلہ زار سے کرالیا جائے۔ سرویا اس کے لیے تیار نہ تھا۔ بلغاریہ کے سپہ سالار نے اپنے وزیراعظم کو اطلاع دیئے بغیر سرویا اور یونان کے مورچوں پر حملہ کردیا۔ بلغاریہ کی حکومت نے اس حملے سے برات کا اظہار کیا۔ سرویا اور یونان نے صورت حال سے فائدہ اٹھا کر بلغاریہ پر ہلہ بول دیا جس کی تیاری انھوں نے پہلے سے کر رکھی تھی۔ رومانیہ اور ترکی بھی بلغاریہ کے خلاف میدان جنگ میں اتر آئے۔ بلغاریہ کی

شکست۔ بخارسٹ کا عہد نامہ جس کے مطابق رومانیہ کو شمالی دبروجہ دے دیا گیا، سرویا اور یونان نے مقدونیہ کا متصرفہ علاقہ سنبھال لیا۔ بلغاریہ کے پاس تھوڑا سا علاقہ رہ گیا۔

معاہدہ قسطنطنیہ (29 ستمبر 1913ء)۔ عہد نامہ ترکی اور بلغاریہ کے درمیان ہوا۔ ترکوں نے ادرنہ لے لیا۔

## متفرق واقعات:

ترکی حکومت بڑی طاقتوں کے دباؤ کے ماتحت ادرنہ بلقانی ریاستوں کے حوالے کر دینے پر آمادہ ہو گئی تھی نوجوان ترک اس کے مخالف تھے، انھوں نے انور بے با کی سرکردگی میں حکومت پر قبضہ کر لیا۔ محمود شوکت پاشا کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ اسی وزارت کے زمانے میں معاہدہ لندن ہوا تھا جس کی بنا پر پہلی جنگ بلقان ختم ہوئی تھی۔

ترکی حکومت نے البانیہ کے لیے خود اختیار نظام منظور کیا تھا (20۔ اگست) اہل البانیہ کی ایک اسمبلی نے والونا میں ترکی منصوبہ رد کر دیا اور البانیہ کی آزادی کا اعلان ہو گیا (28 نومبر)۔

محمود شوکت پاشا کا قتل۔ اس کے بعد نوجوان ترکوں کے اقتدار کا وہ دور آیا جو پہلی جنگ یورپ تک جاری رہا۔ ملک کے اصل حکمران عملاً تین شخص تھے، انور، طلعت اور جمال۔ ان تینوں نے ہر مخالفت کو انتہائی سختی سے دبائے رکھا[1]۔

## لیمان فان ساانڈرس:

ترکی حکومت نے فوج کی تنظیم جدید کے لیے جرمنی سے ایک مشن بلایا تھا۔ جس کا رئیس لیمان فان ساانڈرس تھا۔ ترکی حکومت نے فیصلہ کر دیا تھا کہ لیمان ترکوں کی فوج نمبر 1 کا سپہ سالار رہے جو قسطنطنیہ میں مقیم ہے۔ اسے مزید وسیع اختیارات بھی دے دیے جائیں۔ روسی پہلے خاموش رہے، جب دیکھا کہ جرمن مشن خاصے وسیع اختیارات حاصل کر چکا ہے تو احتجاجات شروع کر دیے۔ مطالبہ کیا کہ لیمان کو قسطنطنیہ کے بجائے کسی دوسرے مقام کی فوج کا کمان دار بنا دیا جائے۔ فرانس نے روس کی پرزور حمایت کی۔ انگلستان نے س سلسلے میں زیادہ سرگرمی نہ دکھائی۔ آخر کار ایک نوٹ ترکی حکومت کے پاس بھیج دیا گیا جس میں جرمنوں کو زیادہ مراعات دینے کے خلاف متنبہ کیا گیا تھا۔ اس معاملے کو جرمنوں نے یوں ختم کر دیا (جنوری 1914ء) کو لیمان قسطنطنیہ کی کمان داری چھوڑ دے اور اسے ترکی فوج میں انسپکٹر جنرل کا عہدہ دے دیا جائے۔

ترکی حکومت نے ارمنی صوبوں میں اصلاحات کا وہ پروگرام منظور کر لیا جو یورپی طاقتوں نے روس کی سرکردگی میں تیار کیا تھا (8۔ فروری 1914ء)۔

# مصر اور سوڈان
# 1805ء-1882ء

## محمد علی پاشا:

سلطان نے محمد علی پاشا کو مصر کا گورنر بنایا (1805ء)۔ وہ 1769ء میں پیدا ہوا۔ تمبا کو کی تجارت کرتا تھا۔ 1799ء میں البانیہ کی ایک فوج کے کماندار کی حیثیت سے مصر پہنچا۔ ترک افسروں اور مملوکوں کی سازشوں میں آزادانہ دخل دیتا رہا اور مملوکوں کا دم بھرتا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ ترک گورنر کو مصر سے خارج کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس نے اپنا اقتدار جما لیا۔ سلطان نے بادل ناخواستہ اس کی نظامت قبول کر لی۔

برطانیہ کا حملہ (1807ء)۔ اسکندریہ پر قبضہ۔ برطانیہ مزید پیش قدمی میں ناکام رہا، لہٰذا اسکندریہ سے واپس ہو گیا۔

## محمد علی کا اقتدار نظام:

محمد علی نے مملوکوں کو قاہرہ کے قلعے میں قتل کرا دیا (یکم مارچ 1811ء)۔ بظاہر وہ محمد علی کے خلاف سازشوں میں لگے ہوئے تھے اور سلطان خفیہ خفیہ ان کی حمایت کر رہا تھا۔ محمد علی نے انھیں کھانے پر بلایا اور دھوکے سے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صرف چند بچ کر نکل سکے اور جنوبی مصر میں چلے گئے۔ اس کے بعد محمد علی مختار کل بن گیا۔ اگرچہ وہ ان پڑھ تھا، لیکن مغربی طور طریقوں کی اچھائی کا پکا معتقد تھا۔ اس نے پورے ملک کو فرانسیسیوں کے نمونے پر از سر نو ترتیب دیا۔ ایک طاقتور فوج تیار کر لی (فوج کی تنظیم کا ذمے دار کرنل سیوے (Seves) یا سلیمان پاشا تھا) اور ایک عمدہ بیڑا بھی مہیا کر لیا۔ ان مقاصد کے لیے روپے کی ضرورت تھی اس لیے اس کا تدریجاً زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ تجارت کے لیے سرکاری اجارہ داری کا نظام جاری کیا، روئی اور سن کی زراعت شروع کر دی اور آبیاری کا نظام تیار کر لیا (ڈیلٹا کا بند)۔

البانوی رجمنٹوں کی بغاوت (1815ء)۔ وہ محمد علی کا فرنگیانہ طور طریقوں کی سخت مخالف تھیں۔ یہ بغاوت انجام کار فرو کر دی گئی اور باغی افواج کو قاہرہ سے اٹھا کر جنوبی مصر میں بھیج دیا گیا۔

عرب میں وہابیوں کے خلاف ہفت سالہ جنگ کا اختتام (1818ء)۔ وہابی مکہ اور مدینہ پر قابض ہو گئے تھے اور شام کے لیے انھوں نے خطرہ پیدا کر دیا تھا۔ یہ جنگ سلطان کے فرمان کے مطابق چھیڑی گئی تھی۔ اس میں بحیرہ قلزم کا مشرقی ساحل مسخر کر لیا گیا اور یہ علاقہ مصر کی حکومت میں شامل ہو گیا۔

### فتح سوڈان: (1820ء-1822ء)

مصری فوجوں نے محمد علی کے بیٹے حسین کے زیر قیادت نوبیا، سعنار اور کردفان مسخر کیے (1820ء-1822ء)۔ اس مہم کا اصل مقصد یہ تھا کہ سونے کی کانیں دریافت کی جائیں اور غلاموں کی تجارت کا بندوبست کرلیا جائے۔ خرطوم کی بنیاد رکھی گئی (1823ء)۔

سلطان کے خلاف باغیان یونان کی جنگ میں محمد علی کی مداخلت (1803ء-1828ء)۔ محمد علی کے بیٹے ابراہیم (1789ء) کی لڑائیاں۔ ان کے نتیجے میں محمد علی کو کریٹ کی گورنری مل گئی۔

### سلطان اور محمد علی کی پہلی جنگ: (1832ء-1833ء)

اس جنگ کی تفصیلات سلطنت عثمانیہ کے حالات میں پیش کی جا چکی ہیں۔ محمد علی کو شام اور ادرنہ کی حکومت مل گئی، بعدازاں اس نے اپنا اثر ورسوخ خلیج فارس تک بڑھالیا۔ اس پر انگلستان کے دل میں بے اعتمادی پیدا ہوئی اور اس نے مخالفت شروع کردی۔ سینٹ سائمن کے گروپ کا مصر میں پہنچنا (1833ء)۔ اس گروپ کا مقصد یہ تھا کہ ملک کا نشو وارتقاء مغربی اصول کے مطابق کیا جائے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ سویز کے مقام پر ایک نہر بنانا چاہتے تھے۔ محمد علی پاشا نے بین الاقوامی لوازم کے خوف سے اس آخری تجویز کی مخالف کی۔

### آخری دور:

محمد علی پاشا نے دوبارہ سلطان سے جنگ کی جس کے حالات سلطنت عثمانیہ میں آ چکے ہیں (1839ء-1841ء)۔ یورپی طاقتوں کی مداخلت کے باعث محمد علی کو کریٹ اور شام سے دستبردار ہونا پڑا لیکن وہ مصر کو اپنے خاندان کی موروثی حکومت بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ یہ اقرار بھی کرلیا کہ سلطان کو باقاعدہ خراج دیتا رہے گا اور فوج اٹھارہ ہزار سے بڑھنے نہ دے گا (13۔ فروری اور 10 جون 1841ء کے فرمان)۔

آخری دنوں میں محمد علی کے دماغی حالت اچھی نہ رہی تو ابراہیم کو نیابت کا عہدہ دے دیا گیا (1847ء)۔ جولائی 1848ء میں ابراہیم باقاعدہ مصر کا خدیو بن گیا۔ ابراہیم کی وفات (10 نومبر 1848ء)۔ محمد علی کی وفات (2۔ اگست 1849ء)۔

### عباس اول اور سعید: (1848ء-1863ء)

عباس اول خدیو بنا، وہ محمد علی کا پوتا تھا۔ (پیدائش 1816ء)۔ اس کا عہد حکومت فرنگی اثر

خصوصاً فرانسیسی اثر کی ممانعت کے قابل ذکر ہے اور اس نے سلطان کے ساتھ زیادہ نیاز مندانہ طریقہ اختیار کیا۔ مخالفوں نے اسے قتل کر ڈالا (13 جولائی 1854ء)۔

محمد سعید خدیو۔ یہ محمد علی کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا (پیدائش 1822ء)۔ روشن خیال حکمران اور مغربی اثرات کا حامی۔ اس نے غلامی کو ختم کرنے کے لیے تدبیریں اختیار کیں۔ زمین کو سرکاری ملکیت سے آزاد کر دیا۔ اجاروں کا نظام ختم ہو گیا۔ نظم ونسق کو زیادہ آزاد اصول پر از سر نو مرتب کیا۔ اس کے عہد حکومت میں ممالک غیر سے پہلا قرضہ لیا گیا (30 لاکھ پاؤنڈ کا قرضہ، جس کا انتظام برطانوی بنکوں نے کیا)۔

فردی نندی لیسیپس کو نہر سویز کا ٹھیکہ (30 نومبر 1854ء)۔ یہ ایک فرانسیسی مدبر اور کمپنی ساز تھا جسے ابتداء سے سعید کے ساتھ دوستی کا تعلق تھا۔

اسکندریہ سے قاہرہ تک ریلوے لائن کی تعمیر (1857ء)۔ آگے چل کر اسے سویز سے ملا دیا گیا۔

نہر سویز کی کمپنی تنظیم (1858ء)۔ اس کمپنی نے بیس کروڑ فرینک کے قرضے کا انتظام کیا۔ نہر سویز کی کھدائی کا آغاز (29 اپریل 1859ء)۔ برطانوی حکومت (وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن) نے ہر قدم پر اس منصوبے کی مخالفت کی اس لیے کہ یہ فرانسیسیوں نے تیار کیا تھا اور اس سے ہندوستان کو خطرہ پیدا ہوتا تھا۔

## اسماعیل پاشا: (1863ء-1879ء)

اسماعیل ابراہیم پاشا کا فرزند تھا۔ 1830 میں پیدا ہوا۔ کچھ دیر فرانس میں تعلیم پائی۔ یورپی ملکوں کی سیاحت وسیع پیمانے پر کی اور مسند نشینی کے ساتھ ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ مصر کو ہر لحاظ سے عہد حاضر کے پیمانے پر لے آئے گا۔ اس کی حکومت کے پہلے ہی سال امریکہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس وجہ سے مصری روئی کی مانگ بہت بڑھ گئی جس سے ملک کی عام خوش حالی میں بہت اضافہ ہوا۔ اس صورت حال سے اسماعیل نے فائدہ اٹھایا اور فیصلہ کر لیا کہ قرض لے کر امور عامہ کے وسیع منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے مثلاً نہر سویز کی تعمیر، آبیاری کی نہروں کا بندوبست، ریلوے لائنیں، تار، بندرگاہوں، پلوں وغیرہ کا انتظام۔ یورپ والے سود پر قرضہ دینے کے لیے تیار تھے (شرح سود بہت بھاری رکھی گئی)۔ پرائمری مدارس کا فروغ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اسماعیل کے آغاز حکومت میں ان مدارس کی تعداد کل ایک سو پچاس تھی، لیکن اس کے زمانے میں یہ تعداد چار ہزار چھ سو پچاسی ہو گئی۔ ساتھ ساتھ ملکی قرضہ بھی بہت بڑھ گیا۔

اسماعیل نے سلطان ترکی کو اس امر پر آمادہ کیا کہ سواکن اور مصوع کی بندرگاہیں جو بحیرہ قلزم میں واقع تھیں مصر کی نگرانی میں دے دی جائیں۔ اس وقت سے اس طرف منظم توسیع کا سلسلہ شروع ہو گیا (1865ء)۔

نہر سویز کا رسمی افتتاح (17 نومبر 1869ء)۔ اس موقع پر فرانس کی ملکہ یوجین، آسٹریا کا شہنشاہ فرانس جوزف اور یورپ کی بہت سی ممتاز شخصیتیں اس تقریب میں شامل تھیں۔

## تسخیری مہمیں:

سر سیموئیل بیکر نے حکومت مصر کی ملازمت میں دریائے نیل کے جنوبی حصے کی تسخیر انیورو (Unyoro) تک مکمل کی اور غلاموں کی تجارت ختم کر دینے کا آغاز کیا، جس کی وجہ سے ملک کی آبادی میں غیر معمولی کمی واقع ہوگئی تھی۔

بحیرہ قلزم کے ساحل اور ہرار پر قبضہ (1872ء-1875ء)۔ مصریوں کا تصرف راس گاردوفوئی (Guarda Fui) تک پہنچ گیا اور حبشہ سمندر سے منقطع ہوگیا۔

زبیر پہلے سوڈان میں غلاموں کی تجارت سے بڑا طاقتور اور ذی اثر ہو چکا تھا۔ اس نے دارفور کو خدیو کے لیے مسخر کر لیا (1874ء-1879ء)، اس نے بیکر کا شروع کیا ہوا کام مکمل کر دیا۔ دریائے نیل پر جابجا چوکیاں بنادیں اور غلاموں کی تجارت پر مہلک ضرب لگائی۔ حبشہ سے جنگ (1875ء-1879ء)۔ مصریوں نے ابتداء میں شکست کھائی، لیکن فروری 1876ء میں حبشہ پر تباہی خیز ضرب لگائی

## مالی مشکلات:

خدیو کی مالی حالت بہت نازک ہوگئی۔ اس نے نہر سویز کی کمپنی کے ایک لاکھ چھہتر ہزار حصے دس کروڑ فرینک کے معاوضے میں حکومت برطانیہ کے ہاتھ فروخت کر دیئے (نومبر 1875ء)۔ یوں حکومت برطانیہ سویز کمپنی میں سب سے بڑی حصے دار بن گئی۔

مصری مالیات کے متعلق سٹیفین کیو (Stephen cave) کی رپورٹ کی اشاعت (4 اپریل 1876ء) خدیو کو اس بات کا ذمے دار ٹھہرایا گیا کہ اس نے سوچے سمجھے بغیر قرضے لیے اور سوچے سمجھے بغیر روپیہ خرچ کر دیا۔ ساتھ ہی سفارش کی کہ مالیات پر کسی نہ کسی نوع کی یورپی نگرانی قائم کرنا حد درجہ ضروری ہے۔

ایک خاص محکمے[1] کا قیام، جس کا مقصد یہ تھا کہ قرضے کے متعلق انتظامات کی نگرانی کرے (2 مئی 1876ء)۔ قرضے اور سود میں تخفیف۔ برطانوی اور فرانسیسی کنٹرولروں کا تقرر (18 نومبر)۔ انگریزوں او فرانسیسیوں کی مشترکہ نگرانی[2]۔

نوبار پاشا کی وزارت (15۔اگست 1878ء)۔ اس میں ایک انگریز (سر رورس ولسن)

(Rivers Wilsin) وزیر مال مقرر ہوا اور ایک فرانسیسی (موسیو دبلگ نیرز (M de Blignieres) وزیر امور عامہ۔ یورپی قرض خواہوں کے مطالبات پورے کرنے کی زبردست کوشش کی گئی۔ اس وجہ سے اہل ملک کی مشکلات میں اضافہ ہو گیا اور اجنبیوں کے خلاف سخت بے چینی اور نفرت پھیل گئی۔

## اسماعیل کا عزل:

فوجی افسروں کے مظاہرے کے بعد نوبار پاشا کی وزارت کا استعفیٰ (18 فروری 1879ء)۔ خیال یہ تھا کہ اسماعیل نے فوجی افسروں کی حوصلہ افزائی کی، اس لیے کہ وہ اپنے اختیارات میں کسی قسم کی تخفیف کا روادار نہ تھا۔ یورپی طاقتوں کے دباؤ کے ماتحت سلطان نے اسماعیل کو معزول کر دیا (25 جون 1879ء)۔ وہ مصر سے چلا گیا اور بہ حالت جلاوطنی قسطنطنیہ میں وفات پائی (1895ء)۔

## توفیق پاشا: (1879ء-1892ء)

یورپی کنٹرولر دوبارہ مقرر کیے گئے (4۔ ستمبر 1879ء)۔ یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ انھیں فرانس اور انگلستان کی رضامندی کے بغیر علیحدہ نہ کیا جائیگا۔

پھر ایک مرتبہ بین الاقوامی تحقیقات ہوئی۔ اس کے بعد قانون تصفیہ حساب کا اعلان (17 جولائی 1880ء)۔ اس کے مطابق مالیات کا نظام از سر نو مرتب کیا گیا اور ایسا انتظام کر دیا گیا کہ بجٹ کی رقم قرضے کی ادائیگی میں صرف ہو۔

## انقلاب کی کوشش:

مصر کے فوجی افسروں میں سے ایک کو برطرف کیا گیا اس پر تمام فوجی افسروں نے بغاوت کر دی (یکم فروری 1888ء)۔ فوجی افسروں نے چرکسی وزیر جنگ کو استعفیٰ پر مجبور کر دیا۔ اس کی جگہ محمود سامی کو ملی جو قوم پرور جماعت کا ایک رکن تھا۔ اس پوری تحریک کی قیادت احمد عرابی[1] نے کی۔ یہ نئے قومی جذبات کا پہلا قطعی مظاہرہ تھا جو مسلمانوں کے مشہور قائد و استاذ جمال الدین افغانی نے پیدا کیے تھے (1871ء کے بعد قاہرہ میں)۔ سید جمال الدین نے یہ تلقین کی تھی کہ مغربی طاقتوں کے اقدامات کا مقابلہ کیا جائے البتہ دفاع کی غرض سے مغرب کے سیاسی طریقے اختیار کر لینے چاہئیں۔ مصر کی قومی تحریک کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ غیر ملکی کنٹرول اور ترکی اثر کی مخالفت کی جائے، لیکن اس میں دستوری اصلاحات پر بھی زور دیا جاتا تھا۔ عرابی کی سرکردگی میں دوسری مرتبہ بغاوت (9 ستمبر) جس میں خدیو کو مجبور کیا گیا کہ محمود سامی کی برطرفی کا حکم منسوخ

کردے۔

## انگریزوں اور فرانسیسیوں کی مداخلت:

انگلستان اور فرانس کی طرف سے ایک یادداشت مصری حکومت کے حوالے کی گئی جو فرانس کے وزیر اعظم گیمبٹا کے نام سے منسوب ہے (8 جنوری 1882ء)۔ اس میں خدیو کی حمایت کا اعلان کیا گیا تھا اور مقصود یہ تھا کہ قومی دباؤ کے مقابلے میں خدیو کو تقوت پہنچائی جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدیو عام لوگوں کی نظروں سے گر گیا اور برطانیہ نے مثبت عمل کے ذریعے سے اپنی یادداشت کو منوانے سے انکار کر دیا۔ خدیو محمود سامی کی سرکردگی میں قومی وزارت بنانے پر مجبور ہوا (5 فروری) اس میں عرابی پاشا وزیر جنگ بن گیا۔ وزارت نے دستور پر غور و خوض شروع کیا۔ حکومت کے خلاف پر کسی افسروں کی سازش کا انکشاف (12۔ اپریل)۔ بہت سے افسر گرفتار کر لیے گئے۔ ان میں سے چالیس کو سوڈان میں جلا وطنی کی سزا دی گئی (2 مئی)۔ خدیو نے یورپی طاقتوں سے امداد کی اپیل کی۔ وزارت نے قومی مجلس کے انعقاد کی دعوت دے دی۔ بظاہر یہ غرض تھی کہ توفیق کو معزول کر دیا جائے۔ خدیو کی حمایت میں مظاہرے کی غرض سے برطانیہ اور فرانس کے بیڑے اسکندریہ پہنچ گئے (20 مئی)۔ دونوں حکومتوں کی طرف سے مصر کی قومی حکومت کو الٹی میٹم (25 مئی)۔ قومی حکومت احتجاج کے ساتھ مستعفی ہو گئی۔ خدیو کوئی متبادل حکومت نہ بنا سکا۔ لہٰذا عرابی پاشا اور قوم پروروں کو دوبارہ بلانے پر مجبور ہو گیا (28 مئی)۔ اسکندریہ میں ہنگاموں کا آغاز (12 جون)، جن میں پچاس فرنگی مارے گئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہنگامے خود خدیو کے ایما پر بپا ہوئے تھے اور یہ اس منصوبے کا ایک حصہ تھے جس کے ذریعے سے یورپی طاقتوں کو مداخلت پر مجبور کرنا منظور تھا۔ قسطنطنیہ میں سفیروں کی کانفرنس کا افتتاح (6□23 جون)، اس کا مقصد یہ تھا کہ یورپی طاقتوں کی نگرانی کے ماتحت حکومت ترکی کی مداخلت کے طریقے سوچے جائیں۔

## انگریزی اقدامات:

برطانوی بیڑے نے امیر البحر سر بوشاں سیمور (Sir Beauchamp Seymour) کے زیر ہدایت اسکندریہ پر گولہ باری کی۔ مدعا یہ تھا کہ قوم پروروں نے مٹی کے جو دفاعی دمدمے بنائے تھے انھیں برباد کر دیا جائے۔ حکومت فرانس نے اس بنا پر عملی شرکت سے انکار کر دیا کہ بین الاقوامی پیچیدگیاں پیدا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ برطانیہ نے فوج ساحل پر اتار دی اور ایک جیش نہر سویز کی حفاظت کے لیے بھیج دیا۔ فرانس کے علاوہ اٹلی نے بھی اس کارروائی میں حصہ لینے سے انکار کر دیا۔

برطانوی فوج نے سرگارنٹ ولزلے (Garnet Wolseley) کی سرکردگی میں مصری فوج کو، جس کا سپہ سالار عرابی تھا، تاالکبیر میں شکست دی (13 ستمبر)۔ قاہرہ پر برطانوی قبضہ (15 ستمبر)۔ عرابی کی حوالگی، بعدازاں اس پر مقدمہ چلا اور اسے سیلون جلاوطن کر دیا گیا۔ برطانیہ اور فرانس کی مشترکہ نگرانی منسوخ کر دی گئی (9 نومبر)۔ برطانیہ نے یورپی طاقتوں کے نام ایک گشتی مراسلہ بھیجا (3 جنوری 1883ء) کہ برطانیہ مصر سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کا خواہاں ہے، البتہ یہ انتظار کرنا پڑے گا کہ ملک کی حالت سدھر جائے اور خدیو کا اقتدار بحال رکھنے کے مناسب ذرائع منظم ہو جائیں۔

# مصروسوڈان
# 1882ء-1914ء

## ابتدائی تنظیمات:

لارڈ ڈفرن کی رپورٹ (6فروری)۔اس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ مصری حکومت کا پورا ڈھانچہ ازسرنو مرتب ہونا چاہیے۔یکم مئی کو قانون تنظیم جاری ہوا جس میں لارڈ ڈفرن کی سفارشیں شامل تھیں۔اس کا مفاد یہ تھا کہ وزارت کے علاوہ ایک لیجسلیو کونسل بنائی جائے جو صوبائی مجلسوں کے منتخب ممبروں اور خدیوں کے نامزد ممبروں پر مشتمل ہو۔ایک جنرل اسمبلی تجویز کی گئی جس میں وزیروں اور لیجسلیو کونسل کے ممبروں کے علاوہ صوبوں اور شہروں کے مزید نمائندے شامل ہوں لیکن کونسل یا اسمبلی کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہ تھی کہ وہ مشورے دے سکتی تھی۔اصل اختیارات کا مالک خدیو تھا اور خدیو کے ذریعے سے برطانیہ کا نمائندہ۔

## لارڈ کرومر:(1883ء-1907ء)

سر ایولین بیرنگ (Evelyn Baring) جس نے 1892ء میں لارڈ کرومر کا خطاب پایا، ریذیڈنٹ اور قونصل جنرل مقرر ہوا۔اس نے بڑے زور سے حکومت کی، مالیات کا نظام درست کر دیا، ملک کی اقتصادی حیثیت کو ترقی دی، محاصل پر نظر ثانی کی، بیگار وغیرہ موقوف کر دی، البتہ عوام کی تعلیم اور خود اختیاری نظام کی ترقی کے لیے کچھ نہ کیا۔اہم دیسی افسروں کے ساتھ برطانوی مشیر لگا دیے گئے، انھوں نے تمام امور پر موثر نگرانی قائم رکھی جس کے حدود معین نہ تھے۔

## مہدی سوڈان:

(الابیض(Elobeid) کی جنگ (5دسمبر1883ء)۔جنرل ہکس (Hicks) نے مصری فوج کے ساتھ کامل شکست کھائی اور مہدی محمد احمد ساکن دنقلہ (Dongola) کے عساکر نے ہکس کی فوج کا نشان تک مٹا دیا۔مہدی تجدید[1] کا مدعی تھا اور اس نے پورے سوڈان میں مصریوں کے مہلک نظام حکومت کے خلاف ایک زبردست تحریک منظم کر دی تھی۔وہ 1882-1883ء میں مصریوں کے خلاف لڑتا رہا۔کبھی کامیاب ہو جاتا کبھی ناکام۔الابیض کی فتح نے پورا صوبہ کردفان اس کے قبضے میں دے دیا۔دافور اور

بحر الغزال کے گورنر سلاطین 2 بے اور لپٹن بے حوالگی پر مجبور ہو گئے صرف امین پاشا خط استوا کے علاقے میں اپنی حیثیت بحال رکھ سکا۔ مہدی کے نائبوں میں سے عثمان دجنہ سب سے زیادہ قابل تھا۔ اس نے بحیرہ قلزم کی بندرگاہوں کے خلاف زبردست جارحانہ اقدامات جاری رکھے۔

## جنرل گارڈن کا تقرر:

مصری حکومت سوڈان سے دستبرداری پر راضی نہ تھی۔ برطانیہ نے اسے تخلیے اور دستبرداری پر مجبور کر دیا (6 جنوری 1884ء)۔ جنرل چارلس گارڈن کو اسی غرض سے واپس لے آئے (18 جنوری)۔ گارڈن 18 فروری کو خرطوم پہنچا۔ اس نے یہ پیشکش کی کہ محاصل منسوخ کر دیئے جائیں گے، غلاموں کی تجارت میں کوئی دخل نہ دیا جائے گا، مہدی کو کردفان کا سلطان مان لیا جائیگا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مصر کے زیر سیادت مقامی امراء کی حکومتیں ازسرِنو قائم کر دے۔ مہدی نے یہ پیشکش مسترد کر دی اور اپنی فتوحات جاری رکھیں۔

مصری مالیات کے متعلق لندن میں بین الاقوامی کانفرنس (28 جون تا 2۔ اگست)۔ برطانیہ نے یہ تجویز پیش کی کہ قرضے پر سود گھٹا دیا جائے۔ اس طرح جو رقم بچے وہ مہمات سوڈان کا گرانقدر خرچ پورا کرنے میں صرف کی جائے۔ یورپی طاقتوں نے یہ تجویز نامنظور کر دی۔ جرمنی کا بسمارک، فرانس کے جیولر فیری (Jules Ferri) کے ساتھ مل کر کام کرتا رہا کہ تجویز درہم برہم ہو جائے۔ برطانیہ نے فالتو روپیہ قرضوں میں دینے کا سلسلہ ملتوی کر دیا لیکن یورپی طاقتوں نے اس پر سخت احتجاج کیا۔ مخلوط عدالتوں نے بھی طاقتوں ہی کے حق میں فیصلہ دیا۔ لہٰذا برطانیہ یہ ارادہ ترک کرنے پر مجبور ہو گیا۔

## مہدی کی آخری فتح اور وفات:

مہدی کا قبضہ خرطوم پر (26 جون 1885ء)۔ گارڈن اور سپاہ کا قتل۔ وادی حلفا سے ایک امدادی فوج بھیجی گئی تھی۔ (اگست 1884ء) لیکن یہ فوج فتح شہر کے بعد پہنچی۔

21 جون کو مہدی نے وفات پائی۔ خلیفہ عبداللہ التعایشی اس کا جانشین ہوا۔ 30 جولائی کو مہدی کے پیروؤں نے جو درویش کہلاتے تھے، کسلا پر قبضہ کر لیا جسے کلیدی حیثیت حاصل تھی۔ اسی طرح پورا سوڈان ان کے قبضے میں آ گیا، صرف بحیرہ قلزم کے حصار باقی رہ گئے۔ بحیرہ قلزم کے علاقے میں نیز وادی حلفا کی جانب نئی مصری سرحد پر رزم و پیکار کا سلسلہ آئندہ دس سال تک قائم رہا۔

## متفرق امور:

پیرس میں بین الاقوامی کانفرنس (27 مارچ) مالی معاملات کے متعلق فرانسیسی تجاویز مان لی گئیں۔ سود

میں تخفیف۔ بین الاقوامی ضمانت کے ماتحت قرض کا انتظام۔اس طرح ایک حد تک بین الاقوامی نگرانی قائم رکھی گئی۔ خصوصاً فرانس کو کھلا موقع مل گیا کہ برطانوی پالیسی میں مزاحمت کرے۔

ترکی اور برطانیہ عظمیٰ کے درمیان ایک معاہدہ ہوا (کنوینشن) جسے ڈرمنڈ وولف کنوینشن (Drummond Wolf Convention) کہا جاتا ہے۔ برطانیہ نے وعدہ کیا کہ وہ مصر کو تین سال میں خالی کر دے گا، شرط یہ لگائی کہ ملک کے حالات سازگار ہو جائیں۔ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر باہر سے حملے کا خطرہ پیدا ہوا یا اندر کوئی بدنظمی رونما ہوئی تو دوبارہ قبضے کا حق محفوظ رہے گا۔ فرانس اور روس کے دباؤ کی وجہ سے سلطان نے اس کنوینشن کی تصدیق سے انکار کر دیا۔ برطانیہ کو پورا یقین ہو گیا کہ اسے مصر میں اور کچھ دیر کے لیے رہنا چاہیے۔

## نہر سویز کے متعلق معاہدہ:

یہ معاہدہ جسے معاہدہ قسطنطنیہ بھی کہتے ہیں 29 اکتوبر 1888ء کو ہوا۔ اس پر برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، آسٹریا، ہسپانیہ، ہالینڈ، روس اور ترکی کے دستخط تھے۔ پہلے 1885ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس پیرس میں منعقد ہوئی تھی۔ وہ نہر سویز کے انتظام کے لیے کوئی مستقبل دستور العمل تیار کرنے میں ناکام رہی۔ 1888ء کے معاہدے کے مطابق اعلان کر دیا گیا کہ نہر سویز جنگ اور امن دونوں حالتوں میں تمام قوموں کے تجارتی اور جنگی جہازوں کی گزر کے لیے آزاد رہے گی۔ نہر کی ناکہ بندی کبھی نہ ہو گی اور اس کے حدود میں جنگ کی کوئی کارروائی نہ ہونے دی جائے گی، البتہ سلطان اور خدیو کو پورا حق حاصل ہو گا کہ وہ اپنی فوجوں کے ذریعے سے ایسی تدابیر اختیار کر سکیں جو مصر کی حفاظت اور امن عامہ کے قیام کے لیے ضروری ہوں۔ حکومت برطانیہ نے اس معاہدے کی دفعات پر کاربندی کے سلسلہ میں یہ حق بھی محفوظ کر رکھا کہ برطانیہ افواج کے تصرف مصر کے دوران میں اس کی حکومت کی آزادی پر کوئی پابندی عائد نہ ہو۔ لہٰذا یہ معاہدہ حقیقتاً عمل میں نہ آ سکا۔

## عباس حلمی: (1892ء-1914ء)

توفیق کے بعد اس کا بیٹا عباس حلمی خدیو بنا۔ وہ نوجوان اور خود رائے بھی تھا۔ برطانیہ کی سرپرستی کو ناپسندیدہ سمجھتا تھا۔ اور فرانسیسیوں کی امداد پر بھروسہ کرتے ہوئے اس نے لارڈ کرومر کے اقتدار سے نکل جانے کی کوشش کی، اس وجہ سے بہت کشمکش پیدا ہوئی اور جنوری 1893ء میں حد درجہ نازک صورت حال رونما ہو گئی۔ لارڈ کرومر نے برطانوی اقتدار کو بہ زور قائم رکھا اور فوج کی تعداد بڑھا دی۔

## تسخیر سوڈان: (1896ء-1898ء)

سوڈان کو لارڈ کچنر (آو خرطوم) نے دوبارہ فتح کیا۔ اس اقدام کا پہلا محرک یہ نہ تھا کہ درویشوں کی حکومت سے پیدا شدہ صورت حال ناراضگی کا باعث تھی۔ اصل محرک یہ تھا کہ دریائے نیل سے مصر کے لیے پانی کی بہم رسانی اسی صورت حال میں یقینی رہ سکتی تھی اور اس میں اضافہ ہو سکتا تھا کہ سوڈان پر قبضہ بحال ہو جاتا۔ ایک وجہ یہ تھی کہ کانگو کا جو حصہ بلجیم کے قبضے میں تھا، ادھر سے بلجیم کی فوجیں نیز فرانس کی فوجیں سوڈان کی طرف پیش قدمی کر رہی تھیں۔

دنقلہ پر قبضہ (21 ستمبر 1892ء) کچنر بڑی احتیاط سے آگے بڑھا۔ پیش قدمی کے ساتھ ساتھ ریلوے لائن کی تعمیر کا بندوبست بھی کرتا گیا۔ ابوحمد کی تسخیر (7۔ اگست 1897ء) دریائے عطبرہ۔ کچنر کی فیروزمندی (8۔ اپریل 1898ء)۔

2 ستمبر کو ام درمان میں درویشوں سے جنگ ہوئی۔ خلیفہ نے شکست فاش کھائی اور وہ بچ نکلا۔ مصری فوجیں خرطوم پر قابض ہو گئیں۔ کچنر فشودہ پہنچ گیا (19 ستمبر)۔ جہاں فرانسیسی فوج میجر مارشان (Marchamd) کی سرکردگی میں جمی بیٹھی تھی۔ فرانس اور برطانیہ کے درمیان نازک صورت حال پیدا ہو گئی۔ کچنر نے فشودہ کے تخلیے کا مطالبہ کیا۔ مارشاں نے اپنی حکومت کی اجازت کے بغیر تخلیے سے انکار کر دیا۔ برطانیہ نے تخلیے سے پیشتر گفتگو سے انکار کر دیا اور کہا کہ فشودہ حق تسخیر کی بنا پر مصر کی ملکیت ہے۔ آخر فرانسیسی حکومت جھک گئی۔ 21 مارچ 1899ء کو فرانس اور برطانیہ کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا جس کے مطابق فشودہ کا جھگڑا ختم ہوا۔ فرانس بحرالغزال اور دریائے نیل کے ساتھ تعلق سے بالکل محروم ہو گیا۔

ریجنلڈ ون گیٹ (Reginald Wingate) نے کردفان میں خلیفہ کا تعاقب کیا۔ 24 نومبر کو اس کی شکست اور وفات۔

## متفرق واقعات:

برطانیہ اور حبشہ کے درمیان معاہدہ (15 مئی 1902ء)۔ اس کے مطابق حبشہ اور سوڈان کی حد بندی پر اتفاق ہو گیا اور حبشہ کی حد دریائے نیل سے خاصے فاصلے پر رکھی گئی۔ ماہ دسمبر میں بند اسوان کا افتتاح بالائی دریائے نیل پر آبیاری کے لیے پانی کا پہلا عظیم الشان ذخیرہ یہی تھا۔

فرانس اور برطانیہ کے درمیان اتحاد (8۔ اپریل 1904ء)۔ اس کے بعد فرانس نے مصر میں برطانوی پالیسی کی مزاحمت ختم کی۔ برطانیہ نے نہر سویز کے معاہدے کو عملاً مسلم مان لیا۔ برطانیہ کی طرف

سے حکومت ترکی کو الٹی میٹم (3۔ مئی 1906ء)۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ حکومت ترکی جزیرہ نمائے سینا سے دستبردار ہو جائے، چنانچہ ترکی اس مطالبے کے ماننے پر مجبور ہو گیا اور جزیرہ نمائے سینا مصری علاقہ بن گیا۔

برطانیہ اور شاہ لیوپولڈ (بحیثیت بادشاہ کانگو) کے درمیان معاہدہ (9 مئی)۔ سالہا سال کی کشمکش کے بعد لیوپولڈ بحر الغزال کے متعلق اپنے دعاوی سے دستبردار ہو گیا (1894ء کے معاہدے کے مطابق)، لیکن اسے بالائی دریائے نیل پر تاحیات ایک علاقہ ٹھیکے پر دے دیا گیا[1]۔

واقعہ دنشوائی[2] (13 جون)۔ بہت سے انگریز افسر کبوتر کے شکار کے لیے گئے ہوئے تھے۔ دنشوائی کے باشندوں نے ان پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک مارا گیا۔ اس واقعے سے واضح ہو گیا کہ عام لوگ اجنبی حکومت سے سخت نفرت رکھتے ہیں۔

مجرموں کو سزائیں دینے پر مظاہرے اور مصریوں کے قومی جذبات میں اشتعال پیدا ہوا۔

## ایلڈن گورسٹ: (1907ء-1911ء)

لارڈ کرومر کی سبکدوشی پر ایلڈن گورسٹ (Eldon Gorst) برطانوی ریزیڈنٹ اور قونصل جنرل مقرر ہوا۔ اس نے نرمی کی پالیسی اختیار کی۔ خدیو سے دوستانہ روابط قائم کر لیے اور تعلیم کی حوصلہ افزائی کی۔

پہلا ملی اجتماع اور مصطفیٰ کامل کی سرکردگی میں قومی جماعت کی تنظیم (7 دسمبر 1907ء)۔ اس کا دستور العمل آزادانہ اور مصالحانہ تھا اور اس کی حیثیت ثقافتی تھی۔ چونتیس سال کی عمر میں مصطفیٰ کامل کی وفات (10 فروری 1908ء)۔ احیاپذیر قومی تحریک کے لیے یہ بہت بڑا نقصان تھا۔

خدیو نے غالباً قومی تحریک کے مقابلے کی غرض سے ایک مسیحی قبطی بطروس غالی کو (12 نومبر) وزیر اعظم بنایا تو اس پر مسلمانوں نے شدید ردوکد شروع کر دی۔ حکومت نے اخباروں پر احتساب قائم کر دیا (25 مارچ 1909ء)۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ قوم پروروں کی طرف سے شعلہ بیانیوں اور شعلہ انگیزیوں کو روکا جائے۔ پولیس کے لیے نگرانی کے قانون کی منظوری (4 جولائی)۔ اس کے مطابق غیر مناسب شورشیوں کو جلا وطن کرنے کا حق حکومت کو حاصل ہو گیا۔ ایک انتہا پسند قوم پرور نے بطروس غالی کو قتل کر دیا (20۔ فروری 1910ء)۔ قاتل کے مقدمے اور سزائے موت کی وجہ سے عوام کی بے چینی انتہا پر پہنچ گئی۔

لیوپولڈ شاہ بلجیم کی وفات پر وہ علاقہ سوڈان کے پاس واپس آ گیا جو اسے تاحیات ٹھیکے پر دیا گیا تھا۔

## لارڈ کچنر: (1911ء-1914ء)

گورسٹ کی وفات پر لارڈ کچنر کو ریزیڈنٹ اور قونصل جنرل بنایا گیا۔ اس نے امن میں خلل ڈالنے

والی شورش کے خلاف شدید کاروائیاں شروع کیں۔ ساتھ ساتھ مراعات کے ذریعے سے اہل مصر کو مطمئن کرنے کی بھی کوشش کی۔ حکومت نے ایک نیا انتخابی قانون اور نیا دستوری نظام پیش کیا (21 جولائی 1913ء) پرانی جنرل اسمبلی موقوف کردی گئی اور تمام اختیارات نئی مجلس قانون ساز کو دے دیئے گئے، جس میں اکثریت منتخب ممبروں کی تھی۔ انھیں مسودات قانون پیش کرنے کے علاوہ بجٹ پر وسیع نکتہ چینی کے اختیارات مل گئے۔

مجلس قانون ساز کا پہلا اجلاس (22 جنوری۔ 17 جون 1914ء)۔ پھر یہ عالمگیر جنگ کے باعث معطل ہوگئی۔ ترکی کے خلاف حالت جنگ کا اعلان (6 نومبر)۔ یہ اعلان کہ مصر برطانیہ کے زیر حمایت ہے (18۔ دسمبر)

عباس حلمی کی معزولی (19 دسمبر)، جس پر سلطان ترکی کے ساتھ مل کر ساز باز کا الزام تھا اور جس کے عزائم برطانیہ کے خلاف تھے۔ عباس حلمی کے چچا حسین کامل کی بادشاہی کا اعلان (1914ء 1917ء) میں کردیا گیا۔

# شمالی و مغربی افریقہ

## مراکش، الجزائر، تیونس اور لیبیا

### عام حالت:

انیسویں صدی کے آغاز پر یہ تمام علاقے (ماسوائے مراکش) کم و بیش سلطنت عثمانیہ کے ماتحت تھے، لیکن مقامی حکمران عملاً خودمختاری اختیار کر چکے تھے۔ وہ لوگ بحیرہ روم میں فرنگیوں کے تجارتی جہازوں پر قزاقانہ یورشیں کرتے رہتے تھے۔ اور انھوں نے ساحلی قصبوں کو غلاموں کی منڈیاں بنا رکھا تھا۔ ان کے علاقوں کا نظام حکومت قبائلی بنیادوں پر قائم تھا اور ان کا اقتدار ساحل سے زیادہ دور نہ جاتا تھا۔ اس پورے علاقے کی خصوصیت بدنظمی، افلاس اور عام پسماندگی کے سوا کچھ نہ تھا۔

مجلس ویانا کی ہدایت کے مطابق برطانیہ نے الجزائر پر گولہ باری کی (1816ء) اور وہاں کے حاکم کو مسیحیوں کی بردہ فروشی سے روک دیا۔ حاکم الجزائر نے فرانس کے قونصل کو پنکھے سے مارا اور بار بار فیصلہ کر لینے کے مطالبے کو پس پشت ڈالتا رہا۔ فرانسیسیوں نے ایک فوج الجزائر بھیج دی (5 جولائی 1830ء) جس نے معمولی لڑائی کے بعد شہر الجزائر پر قبضہ کر لیا اور حاکم کو معزول کر دیا۔ بعد ازاں مزید چند ساحلی مقامات قبضے میں لے لیے گئے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ فرانسیسیوں کو خود اپنے مقاصد کے متعلق بے یقینی سی تھی۔

### عبدالقادر الجزائری کا جہاد:

امیر عبدالقادر ساکن مسکرہ نے فرانسیسیوں پر یورشیں کیں (1832ء-1832ء)۔ اس نے طرابلس کی آزادی ختم کر دی۔ قرامانلی حاکم کی جگہ ایک ترک کو گورنر مقرر کر دیا۔

فرانسیسیوں نے عبدالقادر کے ساتھ دوبارہ لڑائی چھیڑ دی (1835ء-1837ء) اور بار بار شکست کھائی۔ معاہدہ طفنہ (30 مئی 1837ء) کے مطابق فرانسیسیوں نے الجزائر کا بیشتر اندرونی علاقہ عبدالقادر کے حوالے کر دیا۔

تیسری مرتبہ جنگ کا آغاز (دسمبر 1840ء)۔ فرانسیسیوں نے مارشل بیوجیو (Begeau) کے ماتحت ایک بہت بڑی فوج بھیج دی، جس نے باقاعدگی سے اندرونی علاقے کی تسخیر شروع کی۔ عبدالقادر

الجزائر کو چھوڑ کر مراکش جانے پر مجبور ہو گیا اور اس نے سلطان مراکش سے امداد حاصل کر لی (1841ء)۔ فرانسیسیوں نے ڈیوک آف جائن ول (Duke of Joinville) کی سرکردگی میں مراکش کے خلاف لڑائی چھیڑ دی۔ طنجہ پر گولہ باری اور مغادر پر قبضہ کر لیا۔ (6۔ اگست 1844ء) جنگ اصلی۔ بیوجو نے عبدالقادر اور مراکشیوں کو شکست فاش دی (14 اگست)۔ معاہدہ طنجہ (10 ستمبر)۔ مراکش اور فرانس کے درمیان لڑائی ختم ہو گئی۔ فرانس نے فوجیں ہٹا لیں۔ بحیرہ روم کے ساحل پر الجزائر اور مراکش کے درمیان حد بندی کا فیصلہ (18 مارچ 1845ء)۔ امیر عبدالقادر نے اپنے آپ کو جنرل لموریشیر (Lemoriciere) کے حوالے کر دیا (23 ستمبر 1848ء)۔ وعدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اسے قیدی بنا کر فرانس بھیج دیا گیا۔ 1852ء میں نپولین ثالث نے اسے رہا کر دیا اور اس نے 1883ء میں بمقام دمشق وفات پائی۔

## 1848ء-1870ء کے واقعات:

الجزائر کی تنظیم جدید۔ اسے تین صوبوں میں تقسیم کر کے فرانسیسی پارلیمنٹ میں نمائندگی دے دی گئی (1848ء) نپولین ثالث نے یہ طریقہ منسوخ کر کے فوجی حکومت از سر نو قائم کر دی۔ اندرون ملک میں مسلسل بغاوتوں نے فرانس کو فوجی کارروائیاں جاری رکھنے پر مجبور کر دیا۔ 1870ء تک وہ اس حصے کو مسخر کر چکے تھے جو موجودہ الجزائر کا وسطی حصہ ہے۔

اراضی کے متعلق ایک اہم قانون بنایا گیا (1863ء) جس کے مطابق الجزائر میں ذاتی ملکیت تسلیم کر لی گئی۔ اس طرح قبائلی نظام پر شدید ضرب لگی۔ فرانسیسیوں نے ملک میں فوجی نو آبادیاں بنانے کی زبردست کوششیں کیں لیکن زیادہ کامیابی نہ ہو سکی۔

## 1870ء سے-1881ء تک کے واقعات:

حاکم تیونس نے یورپ سے بے اندازہ روپیہ قرض لیا۔ قرض ادا نہ ہو سکا تو اس نے انگلستان، فرانس اور اٹلی کی بین الاقوامی مالی نگرانی منظور کر لی (1869ء)۔

برلن میں کانگرس کا انعقاد (8 جولائی 1878ء)۔ لارڈ سالسبری نے تجویز پیش کی کہ فرانس کو تیونس میں آزادانہ اقدامات کا اختیار ہے۔ اس کے بدلے میں برطانیہ کو جزیرہ قبرص لے لینے کا حق ہونا چاہیے۔ الجزائر میں قطعی طور پر سول حکومت قائم کر دی گئی (1879ء)۔

تیونس کے بارے میں اٹلی اور فرانس کے درمیان شدید رقابت (1879ء-1881ء)۔ دونوں فریق کلیدی مراعات کے لیے کوشش اور سازباز کرتے رہے تھے یعنی ریلوے لائن، تار، اور عطیات اراضی

وغیرہ۔

فرانسیسیوں نے صحرائے اعظم میں سے ایک ریلوے لائن بنانے کی تجویز کی تھی اور اس کے لیے چھان بین شروع ہوگئی تھی لیکن چھان بین کرنے والے مارے گئے تو یہ تجویز بھی ختم ہوگئی (1881ء)۔

میڈرڈ میں بڑی بڑی یورپی طاقتوں اور جمہوریہ امریکہ کے نمائندوں کا اجتماع (3 جولائی 1880ء)۔ اس میں مراکش کے اندر غیر ملکیوں کے حقوق اور حیثیت کے متعلق فیصلہ کیا گیا (3 جولائی 1880ء)۔

قبائل کرومیر (Kromir) کے حملے تیونس سے الجزائر پر (مارچ 1881ء)۔ اگرچہ ان میں کوئی چیز غیر معمولی نہ تھی لیکن ان سے فرانسیسیوں کو ایک بہانہ ہاتھ آ گیا اور انھوں نے حاکم تیونس سے اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرا لیا۔ اس طرح اٹلی کا مقابلہ بھی ختم ہو گیا۔ فرانس کی بحری فوج نے بزرتہ لے لیا۔ (30 اپریل) اور الجزائر سے ایک بری فوج نے تیونس پر حملہ کیا۔

## 1881ء سے 1894ء تک کے واقعات:

قصر السعید کا معاہدہ (12 مئی)۔ حاکم تیونس نے فرانس کی حفاظت منظور کر لی۔ حکومت ترکی، اٹلی اور انگلستان کی طرف سے پرزور احتجاجات جو اس لیے بے نتیجہ رہے کہ بسمارک نے فرانس کی پرزور حمایت کی۔ علی بن خلیفہ کی سرکردگی میں فرانسیسیوں کے خلاف شدید بغاوت (30 جون)۔ فرانسیسی اس امر پر مجبور ہوئے کہ باقاعدہ جنگ سے جنوبی تیونس کو مسخر کریں۔ عین اسی موقعہ پر الجزائر میں فرانس کے خلاف ایک بہت بڑی بغاوت پھوٹ پڑی جس کا قائد ابوامامہ تھا۔ یہ 1883ء تک ختم نہ ہوئی۔ فرانس اور حاکم تیونس کے درمیان مرسیٰ کا معاہدہ (8 جون 1883ء)۔ اس کے مطابق فرانس کو ریزیڈنٹ جنرل کے ذریعے سے تیونس کے معاملات میں موثر نگرانی کا حق مل گیا۔

مراکش کے قبائل ریف نے ہسپانیہ کے ساحلی مقبوضات پر حملے کیے (1893ء)۔ ہسپانیہ کو اپنا اقتدار بحال رکھنے میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔

## 1894ء-1900ء کے واقعات:

عبدالعزیز (عمر 13 سال) مراکش کا سلطان بنا۔ وہ سمجھ سوچ والا بھی تھا اور ارادے بھی بڑے نیک تھے لیکن اپنے بااقتدار وزیروں کو قابو میں نہ رکھ سکا اور نہ یورپی مداخلت کی بڑھتی ہوئی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے میں کامیاب ہوا۔ 1900ء تک ملک میں کامل بدنظمی پھیل چکی تھی۔

فرانس اور اٹلی کے معاہدے نے وہ جھگڑا ختم کر دیا جو تیونس میں باشندگان اٹلی کی حیثیت اور درجے کے متعلق چلا آ رہا تھا (28 ستمبر 1896ء)۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ان کی اور ان کے اخلاف کی قومیت اطالوی قانون کے تابع رہے گی۔

حکومت الجزائر کی از سرِ نو تنظیم (1898ء)۔ نظم و نسق میں مرکز سے اختیارات صوبوں کی طرف منتقل ہوئے۔ ایک اسمبلی قائم کی گئی جس کے تمام ممبر عام انتخابات کے ذریعے سے چنے جاتے تھے۔

انگریزوں اور فرانسیسیوں کا معاہدہ (21 مارچ 1899ء)۔ فشودہ میں جو نازک صورت حال پیدا ہوئی تھی، اس کے بعد طرابلس کے اندرونی علاقے کی حد متعین کر لی گئی۔ اٹلی نے صحرائے اعظم میں فرانس کو زیادہ مراعات کے متعلق پر زور احتجاج کیا۔ فرانسیسیوں نے اگلی (Igli) گرارہ (Gourara) تمی مون (Timmimun) تدی کات Tidi Kelt اور توات (Tuat) کے نخلستانوں پر قبضہ کر لیا جو الجزائر کے جنوب مغرب میں واقع ہیں (1900ء-1903ء)۔ یہ نخلستان اصل میں مراکش کے مملوکہ تھے اگرچہ ان پر سلطان کو پورا عمل دخل حاصل نہ رہا تھا۔

اٹلی اور فرانس کا خفیہ معاہدہ (14 دسمبر 1900ء)۔ اس کے مطابق فرانس کو مراکش میں آزادانہ کاروائی کا موقع دے دیا گیا۔ ان کے بدلے میں اٹلی نے طرابلس میں آزادانہ کاروبار کا حق حاصل کر لیا۔

## 1901ء سے-1907ء تک کے متفرق واقعات:

فرانس کا خفیہ معاہدہ مراکش سے (20 جولائی 1901ء)۔ اس کے مطابق فرانس کو سرحدی پولیس کی نگرانی کا وسیع اختیارات مل گیا۔ مراکش میں روز افزوں بدنظمی (1902ء-1903ء)۔ عمر زرہونی کی بغاوت، جو تاج و تخت کا دعویدار تھا۔ برطانیہ اور فرانس کے درمیان اتحاد (8۔اپریل 1904ء)۔ اس کے مطابق برطانیہ نے بھی مراکش میں فرانس کے لیے آزادانہ کاروائیوں کا حق تسلیم کر لیا اور یقین دلایا کہ برطانیہ سفارتی دائرے میں فرانس کی پوری حمایت کرے گا۔

مراکش کے ایک سردار رسولی نے امریکہ کے ایک شہری پرڈی کیرس (Perdicaris) کو اغوا کر لیا (18 مارچ)۔ 24 جون کو فدیے کی رقم لے کر اسے رہا کیا۔ اس کے بعد رسولی نے طنجہ کے آس پاس کے علاقے میں سالہا سال تک دہشت پھیلائے رکھی۔

مراکش کے متعلق فرانس اور ہسپانیہ میں معاہدہ (3 اکتوبر)۔ ساحل بحیرہ روم کے ساتھ ساتھ جو علاقہ تھا وہ ہسپانیہ کا حلقہ اثر تسلیم کر لیا گیا۔ سان رینی تائی لینڈیر (St. Rene Tai Llandier) ایک مشن لے کر فاس (Fez) پہنچا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ سلطان کو فرانس کی رہنمائی میں وسیع اصلاحات پر آمادہ کیا

جائے (جنوری- مارچ 1905ء)۔

ولیم ثانی شہنشاہ جرمنی بڑی شان وشوکت سے طنجہ پہنچا (31 مارچ)۔ فرانس اور جرمنی کے درمیان مراکش کے سلسلے میں پہلی مرتبہ نازک صورت حال کا آغاز۔ سلطان مراکش نے اصلاحات کے انتظام کے لیے یورپی طاقتوں کی کانفرنس بلائی (3□6 جون)۔

الجزیرہ کی کانفرنس اور الجزیرہ کا قانون (16 فروری- 7 اپریل 1906ء) اس کے مطابق فرانس اور ہسپانیہ کو مراکش کی اصلاحات میں وسیع اختیارات دے دیے گئے لیکن مراکش کی آزادی اور حفاظت نیز اقتصادی مساوات کے حق کی تصدیق کی گئی۔ سلطان نہ یہ قانون 18 جون کو منظور کر لیا۔ فرانسیسیوں نے قصبہ وجدہ (مراکش کے شمال مغرب میں) پر قبضہ کر لیا۔ (30 جولائی 1907ء)۔ یہ قدم اس لیے اٹھایا گیا کہ وہاں مسلسل بدامنی جاری تھی اور ڈاکٹر ماشاں (Mauchamp) کو قتل کر دیا گیا تھا۔ دارالبیضا (Casablanca) (کیسا بلنکا) کا مراکشی نام)۔ پر فرانسیسی گولہ باری۔ اس کے بعد ساحل اوقیانوس کے ساتھ ساتھ شاویا کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ غیر ملکیوں کے خلاف شدید ہنگامے۔

## متفرق واقعات:

عبدالعزیز کے بھائی مولانا حفیظ کو مراکش میں تخت سلطنت پر بٹھایا گیا تھا (5 مئی)۔ 24 نومبر کو سلطانی فوجوں نے اسے شکست فاش دی (1908ء-1912ء)۔ 4 جنوری 1908ء کو فاس میں مولائے حفیظ کی سلطانی کا اعلان۔ عبدالعزیز نے مراکش میں شکست کھائی (23۔ اگست)۔

حکومت جرمنی نے مولائے حفیظ کو سلطان تسلیم کر لینے کا اعلان کر دیا (3 ستمبر)۔ باقی طاقتوں نے بھی عادل ناخواستہ یہی کیا (17 دسمبر)۔ مولائے حفیظ نے اقرار کر لیا کہ قانون الجزیرہ اور دوسرے بین الاقوامی واجبات کا احترام کیا جائے۔

فرانسیسی فارن لیجین [1] سے جو جرمن بھاگے تھے وہ دارالبیضا میں پکڑے گئے (25 ستمبر)۔ اس سے ایک نیا ہنگامہ پیدا ہوا۔ عدالت ہیگ نے 1909ء میں اس معاملے کا تصفیہ کر دیا۔

مراکش کے متعلق جرمنی اور فرانس کا معاہدہ (9 فروری 1909ء)۔ جرمنی نے فرانس کی خاص سیاسی حیثیت تسلیم کر لی۔ اس کے بدلے میں اقتصادی مراعات لے لیں۔

میلیلہ میں ہسپانیوں پر ریفی قبائل کے حملے (جولائی- اکتوبر) اگرچہ ہسپانیہ کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، لیکن علاقہ اس کے لیے محفوظ ہو چکا تھا، اس میں اثر ورسوخ بڑھانے کا سلسلہ جاری رہا۔

ریکونیگی میں روس اور اٹلی کا معاہدہ (24 اکتوبر)۔ روس نے طرابلس میں اٹلی کی آزادانہ کاروائی کا

حق تسلیم کرلیا۔

فرانس اور مراکش کے درمیان معاہدہ (4 مارچ 1910ء)۔ فرانسیسیوں نے عجدہ خالی کر دیا اور سلطان نے اصلاحات کی سکیم منظور کر لی۔ بربری قبائل کا حملہ فاس پر (2۔ اپریل 1911ء)۔ ایک فرانسیسی فوج نے غیر ملکیوں کی حفاظت کا بہانہ کرتے ہوئے فاس پر قبضہ کرلیا (26 اپریل)

جرمنی کا جنگی جہاز جس کا نام پینتھر تھا، اغادیر (Agadir) پہنچا (یکم جولائی)۔ فرانس اور جرمنی کے درمیان مراکش کے متعلق یہ دوسری نازک صورت حال تھی۔

اٹلی نے ترکی کو الٹی میٹم دے دیا کہ طرابلس میں اہل اطالیہ اور اطالوی کاروبار کی حفاظت کے لیے ضمانتیں پیش کی جائیں۔ اس پر ترکی اور اٹلی کے درمیان جنگ کا آغاز (29 ستمبر)۔ اس جنگ میں یہ واضح ہوا کہ اٹلی فرانس میں مراکش کی پیش قدمی کا معاوضہ لینے کے لیے تلا بیٹھا ہے۔

مراکش کے متعلق فرانس اور جرمنی کا معاہدہ (4 نومبر) جرمنوں نے مراکش میں فرانس کے آزادانہ حقوق تسلیم کر لیے اور ان کا معاوضہ فرانسیسی کانگو میں لے لیا۔ اٹلی نے طرابلس اور سائرانیکا کے الحاق کا اعلان کر دیا (5 نومبر)، اگرچہ اس کے قبضے میں صرف چند ساحلی قصبے آئے تھے (1912ء، 1914ء)۔

## 1912ء-1914ء کے واقعات:

معاہدہ فاس (30 مارچ 1912ء)۔ سلطان فرانس کی حفاظت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔ جنرل لیوتی مراکش میں ریذیڈنٹ مقرر ہوا۔ اس کی محتاط پالیسی کے باعث امن بڑی تیزی سے بحال ہو گیا اور فرانسیسیوں کا اقتدار مان لیا گیا۔ مولائے حفیظ نے فرانس کے ماتحت کی حیثیت میں حکمرانی منظور نہ کی اور دستبرداری اختیار کر لی (11۔ اگست)۔ مولائے یوسف اس کا جانشین بنا۔

معاہدہ لوزان (18۔ اکتوبر) اس کے مطابق طرابلس کی جنگ ختم ہوگئی۔ سلطان ترکی نے طرابلس سے دستبرداری اختیار کر لی، البتہ اپنی مذہبی سیادت بحال رکھی۔

فرانس اور ہسپانیہ کا معاہدہ، جس میں یہ طے کیا گیا کہ مراکش کے جس علاقے کو فرانس کی حفاظت میں داخل کیا گیا ہے اس کے سلسلے میں ہسپانیہ کا ایک علاقہ الگ کر دیا جائے اور طنجہ کے لیے ایک خاص حیثیت منظور کی گئی۔ لیبیا میں عربوں (سنوسیوں) کی خوفناک بغاوت (ستمبر 1914)۔ اٹلی جنگ عظیم میں شامل ہوا (مئی 1915ء) تو بغاوت کا دائرہ پھیل گیا۔ اہل اطالیہ اندرونی علاقے سے نکل جانے پر مجبور ہوئے اور جنگ کے دوران میں وہ صرف طرابلس اور حمص کے ساحلی قصبوں پر قابض رہے۔ مسوراتہ اور دوسری بندرگاہوں کو جرمنوں نے آبدوزوں کا مرکز بنائے رکھا۔

# ایران
# 1794ء-1925

## خاندان قاچار:

اس حکمران خاندان کی بنیاد آغا محمد (1794ء-1797ء) نے رکھی (تاج پوشی 1796ء)۔ وہ بڑا ظالم، حریص اور جاہ دوست سردار تھا۔ اس نے گرجستان میں ایک بغاوت فرو کی، خراسان کو بھی مسخر کر لیا، لیکن اس کے قتل ہو جانے کے باعث کامیاب فوجی کاروائیاں رک گئیں۔

آغا محمد کا بھتیجا فتح علی شاہ (1798ء-1835ء) جانشین ہوا۔ وہ دولت اور شان و شکوہ کا آرزو مند تھا۔ سپہ سالاری کا کوئی جوہر اس میں موجود نہ تھا۔ اس کے عہد حکومت کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ بیرونی اثرات سے سرعت سے پھیلے اور روس نے وسط ایشیا میں کامیاب پیش قدمی شروع کر دی اس وجہ سے ایران یورپی منازعتوں کا ایک جزو بن گیا۔

## برطانیہ، روس اور فرانس:

برطانیہ کو ہندوستان کے متعلق خطرہ پیدا ہوا لہٰذا اس نے ایرانیوں کو افغانستان پر حملے کی ترغیب دی (1798ء)۔ اس طرح ایران نے اپنے مشرقی صوبے واپس لینے کے لیے ایک طویل کشمکش شروع کر دی۔

روس نے گرجستان کا الحاق کر لیا (1800ء)، اس لیے کہ وہاں کے آخری بادشاہ جارج دوازدہم نے ایران کے خلاف روس سے امداد کے لیے اپیل کی تھی۔

سر جان میلکم پہلی مرتبہ ایران گیا (1800ء)۔ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کا نمائندہ تھا اور ایران سے سیاسی و تجارتی معاہدہ کیا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ شاہ ایران اس وقت تک افغانستان سے صلح نہ کرے جب تک افغانستان ہندوستان کے متعلق اپنے ارادوں سے دست کش نہ ہو جائیں۔ اگر افغانستان یا فرانس ایران پر حملہ آور ہوں تو اسے روپیہ اور ساز و سامان جنگ دیا جائے گا۔

روس سے جنگ (1804ء)۔ روسی اریوان پر بڑھے لیکن پسپائی پر مجبور ہوئے۔ گیلان میں غیر فیصلہ کن جنگ جاری رہی جوبرٹ کی سرکردگی میں فرانسیسی وفد کی آمد (1806ء)۔ نپولین نے گرجستان کی واپسی اور ہندوستان پر حملہ کے سلسلے میں ایران کو ہر ممکن امداد کی پیش کش کی۔

معاہدہ فن کن سٹائن (Finkenstein) مابین ایران و فرانس (مئی 1806ء)۔حکومت فرانس نے جنرل گارڈن (Gardanne) کو ستر افسروں کے ساتھ اس غرض سے بھیجا کہ ایرانی فوج کی ازسرنو تنظیم کریں لیکن معاہدہ ٹلست کے بعد فرانسیسیوں کو ایران کے معاملات سے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی۔

## سر ہارفورڈ جونس کا مشن:

سر ہارفورڈ جونس (Harford Jones) کا مشن (1808ء)۔اس نے ایرانیوں کو ترغیب دی کہ جنرل گارڈن کو موقوف کردیں۔اس کے بدلے میں روپیہ بھی دیا جائے گا اور برطانوی افسر بھی بھیجے جائیں گے۔میلکم کے ماتحت دوسرا مشن (1810ء)،جو ایران کے اندر برطانوی اثرات کے قطعی قیام میں کامیاب ہوا۔جنگ اسلندز میں روسیوں نے ایرانیوں پر فتح حاصل کی (1812ء)۔معاہدہ گلستان (12 اکتوبر 1813ء) مابین ایران و روس۔ایران نے دربند، باکو، شروان، شاکی، قرہ فاغ اور طالیش کا ایک حصہ روس کے حوالے کردیا نیز وہ گرجستان، داغستان، منگریلیا، امریتیا اور انجازیہ کے متعلق دعاوی سے دست بردار ہوگیا۔

برطانیہ سے معاہدہ (25 نومبر 1814ء) اس کے مطابق ایران نے اقرار کیا کہ یورپی طاقتوں سے جتنے معاہدے ہو چکے ہیں ان میں سے برطانیہ کے خلاف تمام معاہدے منسوخ کیے جاتے ہیں نیز برطانیہ کی مخالف یورپی طاقتوں کو الگ کردیا جائے گا۔برطانیہ نے حملے کی صورت میں باہمدگر امداد کا اقرار کیا، نیز ڈیڑھ لاکھ پونڈ کی رقم پیش کی۔ترکی سے آخری جنگ (1821ء-1823ء)۔اس جنگ میں ایران نے کسی قدر کامیابی حاصل کی۔ارض روم کے معاہدے کے مطابق صلح ہوگئی جس میں کوئی علاقائی تغیر شامل نہ تھا۔

روس سے جنگ (1825ء-1826ء)۔یہ اس وجہ سے شروع ہوئی تھی کہ روس نے گوک چالے پر قبضہ کرلیا تھا، حالانکہ یہ علاقہ متنازعہ فیہ تھا۔پسکائی وچ (Paskeivich) نے ایرانیوں کو گنجہ میں شکست دی (1826ء)۔اس کے بعد روسی اریوان و تبریز پر قابض ہوگئے (1827ء)۔معاہدہ ترکمان جائے (22 فروری 1828ء)۔ایران نے اریوان اور نخچو ان کے صوبے روس کے حوالے کردیے اور بھاری تاوان ادا کیا۔

## محمد شاہ قاچار: (1835ء-1848ء)

فتح علی شاہ کے بعد شاہ برطانیہ اور روس دونوں کی امداد سے تخت نشین ہوا۔اس کی عام پالیسی برطانیہ

کے متعلق کم دوست دارانہ تھی۔ ایک فوجی مشن فوج کو جدید اصول پر مرتب کرنے کی غرض سے بھیجا گیا (1834ء-1838ء) لیکن انجام کار اسے واپس بلالیا گیا۔

ایرانیوں نے ہرات کا محاصرہ کرلیا (1837ء-1838ء)۔ ہرات کے دفاع میں بہادرانہ جنگ (ایلڈرڈ پاٹنجر [1]) آخر شاہ ایران نے برطانیہ کے دباؤ کے ماتحت محاصرہ ترک کردیا۔

معاہدہ ارض روم کی تصدیق (1847ء)۔ یہ معاہدہ 1823ء میں ہوا تھا، جس کے مطابق ایران و ترکی کی حد بندی ہوئی تھی۔ یہ حد بندی اکتوبر 1914ء تک پوری نہ ہوسکی۔ برطانیہ اور روس ثالثی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

## ناصر الدین (1848ء-1896ء):

یہ محمد شاہ کا بیٹا تھا۔ بحیثیت مجموعی خاندان قاچار میں یہ سب سے زیادہ قابل حکمران تھا۔ اس کے ابتدائی عہد حکومت میں (1852ء تک) اس کے سرگرم وزیر مرزا تقی خان نے وسیع مالی اور فوجی اصلاحات کیں، جن سے ملک کو فائدہ پہنچنے کی امید تھی لیکن تقی خان کی وزارت ختم ہونے سے اصلاحات بھی ختم ہو گئیں۔ شاہ نے تین مرتبہ یورپ کی سیاحت کی (1873ء، 1878ء، 1889ء)۔

وادی سردریا [2] کو روسیوں نے مسخر کرلیا (1849ء-1854ء)۔ وسط ایشیا میں روسیوں کی پیش قدمی ایرانی سرحد کی طرف شروع ہوگئی۔

سید علی محمد باب بانی بابیت کو سزائے موت (1850ء) اسلام میں یہ ایک نئی صوفیانہ تحریک تھی۔ بعد کے سنین میں باب کے بے شمار پیرو بڑی سختی سے ہدف تعذیب بنائے گئے۔ پھر انھیں جلاوطن کر دیا گیا (1864ء)۔ ان میں سے بعض نے ترکی میں پناہ لی۔ باب کا خلیفہ بہاء اللہ جس نے تحریک کو نئی راہ پر لگایا اور بہائیت کی بنیاد رکھی۔ یہ نئے عقیدے کی ایسی تعبیر ہے، جس میں اسلامیت کی پابندی زیادہ سختی سے نہیں کی گئی۔

## ایرانیوں کا قبضہ ہرات:

ایرانیوں کا قبضہ ہرات پر۔ برطانیہ نے ایران کے خلاف اعلان جنگ کردیا۔ (1856ء) ایک برطانوی فوج جزیرہ خارک پر قابض ہوگئی۔ نیز بوشہر اور محمرہ لے لیے (1857ء)۔ معاہدہ پیرس (1857ء) جس کے مطابق شاہ ایران افغانی علاقے سے دست کشی پر مجبور ہوگیا اور اس نے افغانستان کی آزادی تسلیم کرلی۔ یہ اقرار بھی کرلیا کہ افغانستان کے ساتھ کوئی جھگڑا پیدا ہوگا تو برطانیہ کو ثالث بناؤں گا۔

## ایران میں تار برقی کا انتظام:

ایران میں تار برقی کا انتظام (1864ء بغداد، طہران، بوشہر) یہ تار برطانوی کمپنی نے بنائی۔ خیال یہ تھا کہ اسے ہندوستان کی تار برقی کا ایک حصہ بنایا جائے۔ یورپ سے لائن کا افتتاح (1870ء آڈیسہ، طفلس، طہران)، ایران و افغانستان کی درمیانی سرحد کا فیصلہ (1872ء)۔ رائٹر کو مراعات (1872ء) بیرن دی رائٹر (Barn de Retuer) برطانوی رعیت تھا اور مختلف شہروں میں اقتصادی نشو و ارتقاء کا حامی تھا۔ یہ مراعات نا قابل عمل ثابت ہوئیں اور حکومت نے انھیں منسوخ کر دیا۔

## کاسک بر گیڈ کا قیام:

کاسک بر گیڈ کا قیام۔ اس فوج کی تربیت روسی افسران نے کی تھی اور یہ روسی اثرات کو پھیلانے کا ایک اہم ذریعہ بن گئی مرو کی تسخیر نے ترکمانستان کی فتح پایہ تکمیل پر پہنچا دی اور روس ایران کی سرحد پر پہنچ گیا۔ اس وقت سے شمالی ایران میں روسی اثر تیزی سے پھیلا اور اس کا مقابلہ ممکن نہ رہا۔

## برطانوی کمپنی کو جہاز رانی کی اجازت:

دریائے قاروں کے زیریں حصے میں برطانوی کمپنی کو جہاز رانی کی اجازت 1888ء (لنچ برادرز (Lynch Brothers)ó بیرن دی رائٹر کو امپیریل بنک ایران کی اجازت، ساتھ ہی ایران میں معدنیات کے لیے سعی اور تلاش کا حق (سونے اور چاندی کے سوا)۔ یہ بنک برطانوی مفاد کا ماسکہ بن گیا۔ حکومت نے تمباکو کی پیداوار، فروخت اور برآمد کا اجارہ دے دیا (1890ء)۔ اس پر عوام اور علماء میں مخالفت کا ایسا شدید جذبہ پیدا ہو گیا کہ اجارہ منسوخ کرنا پڑا۔ حکومت برطانیہ نے خلیج فارس کے بحری محاصل کی ضمانت پر ایران کو قرضہ دیا (1892ء)۔ ناصر الدین شاہ کا قتل (1896ء)۔

## مظفر الدین شاہ: (1896ء-1907ء)

ناصر الدین کا فرزند تخت نشین ہوا۔ وہ نا اہل اور کمزور حکمران تھا، اسے ذاتی اغراض کے لیے ہر وقت روپے کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی۔ اس کے عہد حکومت میں روس و برطانیہ کے درمیان شدید رقابت پیدا ہو گئی۔ روس نے بنک دی اس کو پٹے دی پرس (Bonqued d'Escompte de Purse) (جو عملاً روسی وزارت داخلہ کی ایک شاخ تھی) سے ایران کو سوا دو کروڑ روبل قرض دیا اور اس کی ضمانت میں ایران کے پورے محاصل گمرگ (بہ استثناء محاصل خلیج فارس) ضمانت میں لے لیے۔ ایران سے اقرار لیا گیا

کہ وہ برطانیہ سے لیا ہوا قرضہ ادا کر دے اور مزید دس سال کے لیے قرضے کی کوئی پیشکش قبول نہ کرے۔ مارچ 1902ء میں حکومت روس نے مزید قرضہ دے دیا اور اس کے بدلے میں جلفا سے تبریز اور طہران تک ریلوے لائن بنانے کا اجارہ لے لیا۔

روسی جہاز بندر عباس میں (1900ء) اور ایران سے ساحل خلیج تک ریلوے لائن بنانے کی تجویز زیر غور تھیں۔ برطانیہ نے اس کی کھلم کھلا مخالفت کی۔ 1930ء میں لارڈ کرزن نے خلیج فارس کا دورہ کیا تا کہ برطانوی اقتدار میں تازگی پیدا کی جائے۔

## نیوزی لینڈ کو تیل کا ٹھیکہ ملنا:

نیوزی لینڈ کے ایک باشندے ڈبلیو کے ڈی آرسی (W.K.d'Arcy) نے ملک کے بڑے حصے میں ساٹھ سال کے لیے تیل کا ٹھیکہ لیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ حکومت بیس ہزار پونڈ نقد اور اتنی ہی رقم کے حصے دیئے جائیں گے اور تیل کے سالانہ منافع میں سے حکومت کو سولہ فیصد رقم باقاعدہ ملتی رہے گی۔ اجارہ داروں نے بڑا وقت اور بڑا روپیہ صرف کیا اور کچھ ہاتھ نہ آیا آخر کار مسجد سلیمان میں تیل کا چشمہ دریافت ہوا (1908ء)۔

روس نے 13۔دسمبر 1902ء کو ایران میں ایک نئی شرح محصول نافذ کرائی جو روسی مال کے لیے بڑی مفید اور برطانوی مال کے لیے سخت مضر تھی۔ ایران کے محاصل گمرگ کا انتظام موسیونوس کے حوالے کر دیا گیا جو بلجیم کا باشندہ تھا۔

## انقلابِ ایران کی ابتداء:(5دسمبر 1905ء)

شاہان ایران کے نااہل طرز حکومت کی مخالفت 1891ء سے شروع ہوئی لیکن صرف تاجر اور مذہبی رہنماء اس کے مرکز تھے۔ بین الاقوامی خیالات و افکار کے شہرہ آفاق استاد جمال الدین افغانی نے اس تحریک میں روح نو پیدا کی۔ جمال الدین مولد ایرانی تھا[1] (ہمدان کے قریب 1838ء میں پیدا ہوا)۔ ایک وقت میں ناصر الدین شاہ سے اس کے گہرے تعلقات تھے۔ 1905ء میں بیرونی اثرات اور کنٹرول اس تحریک کا ہدف بن گئے۔ نیز عین الدولہ کی سخت مخالفت شروع ہوئی، جو بڑے اثر و رسوخ والا وزیر تھا (1903ء-1906ء)، لیکن رشوت خور بھی تھا اور وہی بیرونی اثرات کو لانے اور پھیلانے کا زیادہ تر ذمہ دار سمجھا جاتا تھا۔

کئی ہزار انقلابیوں نے برطانوی سفارت خانے کے احاطہ میں پناہ لی۔ بادشاہ قومی مطالبے کے روبرو

جھکنے پر مجبور ہو گیا)۔ اس نے عین الدولہ کو برطرف کر دیا اور مان لیا (5۔ اگست) کہ قومی مجلس قائم کی جائے گی۔ طہران میں مجلس کا پہلا اجلاس (7 اکتوبر)۔ ایسے دستور کی ترتیب جو آزاد خیالی کے مسلمہ تصورات کے مطابق تھا، اس دستور پر دستخط کے بعد شاہ کی وفات (30۔ دسمبر)۔

## محمد علی: (1907ء-1909ء)

مظفر الدین شاہ کا فرزند محمد علی پہلے وقت سے نئی تحریک (دستوری بادشاہی) کے خلاف تھا۔ اس نے مجلس کے اختیارات محدود کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگست 1907ء میں اس کے رجعت پسند وزیر اتابک اعظم کو قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ ایک آزاد خیال وزیر ناصر الملک نے وزارت بنائی۔

انگریزوں اور روسیوں کا معاہدہ اتحاد (31۔ اگست 1907ء)۔ دونوں طاقتیں مشرق ادنیٰ میں جرمنی اثرات کی وجہ سے مضطرب تھیں، لہٰذا انھوں نے ایران میں اپنے حقوق کے متعلق اراضی نامہ کر لیا۔ روس نے تسلیم کر لیا کہ خلیج فارس میں برطانوی اثر کو تفوق حاصل ہوگا۔ جنوبی ایران برطانیہ کے حلقہ میں آ گیا اور ملک کا شمالی حصہ روس کا حلقہ اثر بن گیا۔ بیچ میں ایک پٹی چھوڑ دی گئی کہ جو فریق چاہے اس میں ٹھیکے لے لے۔ اہل ایران سے اب باب میں کوئی مشورہ نہ لیا گیا اور اس راضی نامے میں ایران کی آزادی اور حفاظت کے اقرار سے اہل ایران کو فریب نہ دیا جا سکا۔



شاہ نے ایک ناگہانی اقدام سے اپنا اقتدار بحال کرنا چاہا اور آزاد خیال وزیر اعظم کو قید کر دیا۔ اس پر ملک کے مختلف حصوں میں ہنگامے۔ آخر شاہ کو جھکنا پڑا۔

## آخری دور:

23۔ جون 1908ء کو شاہ نے پھر اچانک ایک زبردست قدم اٹھایا۔ روسی سفارت خانہ خفیہ شاہ کو امداد دیتا رہا۔ کاسک بریگیڈ کے تعاون سے شاہ نے ایوان مجلس کی در بندی کر لی اور بہت سے آزاد خیال لیڈر مروا دیئے۔ طہران میں مارشل لاء تبریز میں عوام کی بغاوت اور پورے اختیارات پر قبضہ شاہ نے ایک فوج بھیجی، لیکن تعطل کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

اینگلو پرشین آئل کمپنی کی بنیاد (1909ء)، جس نے ڈارسی کے اجارہ کو سنبھال لیا۔ جنوبی و مغربی ایران سے تیل کے لیے ایک پائپ لائن جزیرہ آبادان تک بنائی گئی جو شط العرب کے دہانے میں واقع ہے اور ایران تھوڑی ہی مدت میں تیل کی پیداوار کے لیے امتیازی حیثیت کا مالک بن گیا۔

شمالی ایران پر روسی فوج کا حملہ (26 مارچ) تبریز پر قبضہ، شہر میں روسیوں کے وحشیانہ اقدامات۔

بختیاری قبیلے کے سردار علی قلی خان نے دستور کی حفاظت کے لیے طہران پر اقدام کیا (جون)۔ اس نے شہر پر قبضہ کر کے (12 جولائی) شاہ کو معزول کر دیا (16۔ جولائی)۔

## سلطان احمد شاہ (1909ء-1925ء)

محمد علی کا بارہ سالہ بیٹا بادشاہ بنا۔ وہ آزاد خیال عناصر کے زیر اثر تھا اور انھیں عناصر نے کاروبار حکومت چلانے کے لیے نائب السلطنت مقرر کیا تھا۔

مارگن شوسٹر (Morgan Shuster) امریکن کی آمد (12 مئی 1911ء)۔ اسے مالیات ایران کی درستی کے لیے بلایا گیا تھا۔ مجلس نے اسے کامل اختیارات سونپ دیئے تھے۔ روسی پہلو ہی شوسٹر کے متعلق شبہات میں مبتلا تھے۔ شوسٹر نے ایک برطانوی افسر میجر سٹوکس (Major Stokes) کی خدمات حاصل کرنے کے لیے جو کوششیں کیں، روسیوں نے انھیں ناکام بنا دیا، نیز اس کی دوسری تعمیری تدابیر کی بھی مخالفت کی۔ سابق شاہ ایران (محمد علی) جو روس میں مقیم تھا، بظاہر روسیوں کی مرضی کے مطابق روانہ ہوا اور استرآباد میں لنگر انداز ہو۔ حکومت کے عساکر نے اسے شکست دی (5 ستمبر)۔

شوسٹر کی برطرفی کے لیے روس کی طرف سے دو الٹی میٹم (5 نومبر اور 29۔ نومبر)، مجلس نے یہ الٹی میٹم ٹھکرا دیے، لہٰذا روسیوں نے شمالی ایران پر حملہ بول دیا۔ برطانیہ اور روس کے تعلقات میں شدید تناؤ۔ اچانک سیاست دانوں کے ایک گروہ نے ایوان مجلس کے دروازے مقفل کر دیئے اور ایک ڈائرکٹری بنا دی۔ اس وقت سے جنگ عظیم کے آغاز تک ایران زیادہ تر روس ہی کے زیر اقتدار رہا۔

# افغانستان
# 1747ء-1940

## ابتدائی دور:

اٹھارہویں صدی سے پیشتر افغانستان کا ایک حصہ ایران کے ماتحت تھا، دوسرا ہندوستان کے ماتحت اور تیسرے حصے پر بخارا کے خوانین حکمران تھے۔ 1706ء میں قندھار نے درجہ استقلال حاصل کیا۔ اس کے بعد ایران کی تسخیر کا معاملہ پیش آیا لیکن یہ محض ایک ایسی کہانی رہ گئی جس کا آگے پیچھے سے کوئی تعلق نہیں۔ 1737ء میں نادر شاہ نے افغانوں کو قندھار سے نکال باہر کیا۔ پھر مشرق کی جانب پیش قدمی شروع کی اور افغانستان نیز مغربی ہند پر قبضہ کر لیا۔

## احمد شاہ ابدالی (1748ء-1773ء)

احمد خاں نادر شاہ کا ایک افغان جرنیل تھا۔ نادر کے قتل پر اس نے افغانی صوبوں کی عنان نظم ونسق سنبھال لی۔ وہ ابدالی قبیلے کی درانی (سدوزئی) شاخ کا رکن تھا۔ اس نے درانی خاندان کی حکومت اور درانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس نے عہد حکومت کا بیشتر حصہ ہندوستان پر نو حملوں میں بیت گیا وہ نادر کے ہندوستانی مقبوضات پر اپنا حق جتانے میں کامیاب ہو گیا رو بہ زوال مغلیہ سلطنت موثر مزاحمت کا انتظام نہ کر سکی۔ احمد شاہ نے پہلے لاہور پر قبضہ جمایا (1752ء) پھر دہلی لے لیا اور اسے لوٹا (1755ء)۔ 1761ء میں اس نے بمقام پانی پت مرہٹوں پر اور 1762ء میں لاہور کے قریب سکھوں پر زبردست فتح حاصل کی[1]۔ احمد شاہ کی وفات پر افغان سلطنت مشرقی ایران (مشہد)، پورے افغانستان، پورے بلوچستان اور مشرقی سمت میں کشمیر و پنجاب پر مشتمل تھی۔

## تیمور شاہ: (1773ء-1793ء)

احمد شاہ کا فرزند تیمور شاہ ایک کمزور اور غیر موثر حکمران تھا۔ اس نے دارالحکومت قندھار سے کابل میں منتقل کر لیا۔ وہ بعض ہندوستانی علاقوں کا نقصان نہ روک سکا، نیز افغانستانی کے اندر بھی اس کے تسلط میں تدریجاً اختلال پیدا ہو گیا۔

## زمان شاہ (1793ء-1799ء)

وہ تیمور شاہ کا فرزند تھا۔ اس کے عہد حکومت کا آغاز خاندانی جھگڑوں سے ہوا جو مدت تک جاری رہے۔ نیز قبائلی کشمکش شروع ہو گئی۔ پنجاب قطعی طور پر چھن گیا اور اس پر سکھ قابض ہو گئے[1] پھر وہ اپنے بھائی محمود شاہ کے ہاتھ گرفتار ہوا اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی گئی۔

## محمود اور شاہ شجاع:

محمود شاہ (اول مرتبہ 1799ء-1803ء) بادشاہ ہوا۔ اسے ایران کی حمایت حاصل تھی۔ شاہ شجاع (1803ء-1810ء) محمود کا بھائی[2] اقتدار کا مالک بن گیا۔ اس کا عہد اس وجہ سے بطور خاص قابل ذکر ہے کہ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی کے تعلقات شروع ہوئے۔ پہلا معاہدہ 17 جون 1809ء کو ہوا۔ انگریزوں کو اندیشہ تھا کہ ایرانی اور فرانسیسی ہندوستان پر حملہ کر دیں گے۔ لہٰذا انھوں نے افغانوں کو ہر ایسے اقدام کی مخالفت پر آمادہ کیا اور حسب ضرورت افغانوں کی حمایت و امداد کا وعدہ کر لیا۔

محمود (دوبارہ 1810ء-1818ء) قید سے بچ نکلا اور شاہ شجاع کو شکست دے کر دوبارہ تاج و تخت حاصل کر لیا۔ فتح خان[3] وزیر بارک زئی اس کا سب سے بڑا حامی تھا۔ وہ ایک قابل مدبر اور زبردست سپہ سالار تھا۔ ایرانیوں نے ہرات پر قبضہ کر لیا (1812ء)، لیکن افغان انھیں جلد خارج کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ فتح خان کی برطرفی پر قبائل کی بغاوت (1818ء)۔ محمود اٹھتے ہوئے طوفان کو روک نہ سکا اور ہرات کے سوا تمام علاقوں سے دستبرداری پر مجبور ہو گیا۔ ہرات میں وہ 1829ء تک حکمران رہا۔ باقی ملک پر فتح خاں کے متعدد بھائیوں نے قبضہ کر لیا۔ انھوں نے اک گونہ مستقل ریاستیں قائم کر لیں، مثلاً کابل، قندھار، غزنی وغیرہ۔

رنجیت سنگھ نے افغانستان کی افراتفری سے فائدہ اٹھا کر کشمیر فتح کر لیا (1819ء)۔

## دوست محمد خاں:

فتح خاں کا بھائی دوست محمد خاں بارک زئی غزنی کا حاکم تھا۔ وہ کابل پر قابض ہو گیا (1826ء) اور تدریجاً اپنا اثر ملک کے بیشتر حصے میں بڑھانے لگا۔ اس نے 1834ء میں قندھار پر قبضہ جمایا۔ 1835ء میں افغانستان کا حکمران بنا اور اپنے لیے امیر کا لقب تجویز کیا وہ بارک زئی خاندان کا بانی تھا۔

دوست محمد خان مقامی حکمران کو شکست دے کر قندھار پر قابض ہو گیا (1834ء)۔ اسی سال رنجیت سنگھ نے پشاور فتح کر لیا۔ دوست محمد خان پہلی مرتبہ 1835ء سے 1839ء تک حکمران رہا۔ ایرانیوں نے

روسیوں کی حمایت کے بل پر ہرات کے خلاف حملہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی، رنجیت سنگھ اور شاہ شجاع کے درمیان معاہدہ ہوا (25 جولائی 1835ء) جسے تین فریقوں (Tripartite Treaty) کا معاہدہ کہتے ہیں۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ شاہ شجاع کو افغانستان کا تخت واپس دلایا جائے، ایرانیوں اور روسیوں کی پیش قدمی کا راستہ بند کیا جائے۔

## افغانستان کی پہلی جنگ: (1839ء-1842ء)

یہ دوست محمد خان کے خلاف انگریزوں کی جنگ تھی۔ ایک انگریزی فوج قندھار پر بڑھی، وہاں سے غزنی ہوتی ہوئی کابل پہنچی۔ دوست محمد خاں گرفتار ہوا اور اسے معزول کر کے ہندوستان بھیج دیا گیا۔

شاہ شجاع پھر تخت پر بیٹھا (1839ء-1842ء) ملک میں شدید بے چینی اور برطانوی اثر کے خلاف تخت شورش۔ آخر اس شورش نے بغاوت کی شکل اختیار کی (1841ء)۔ برطانوی سفیروں الیگزانڈر برنز (Burnes) اور ولیم میکناٹن (Macnaghten) کا قتل۔ انگریز کابل چھوڑنے پر مجبور ہو گئے (جنوری 1842ء)۔ واپسی میں افغانوں نے اکبر خان (ابن دوست محمد خان) کی سرکردگی میں حملے شروع کر دیئے۔ چند مستثنیات کے سوا تین ہزار کی پوری فوج موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔ شاہ شجاع بھی مارا گیا۔

ہندوستان سے ایک تعزیری مہم جنرل پالک (Pollock) کے ماتحت بھیجی گئی (14 ستمبر)، جس نے کابل پر دوبارہ قبضہ کر لیا، مجرموں کو سزا دی گئی لیکن حکومت برطانیہ نے واپسی پر اصرار کیا اس لیے کہ افغانستان میں ٹھہرنا غیر محفوظ تھا۔

دوست محمد خاں دوبارہ مسند نشین ہوا (1842ء-1863ء)۔ اس نے اپنی طاقت پھر بحال کر لی۔ قندھار پر 1855ء میں دوبارہ قبضہ کیا۔

## آخری دور:

دوست محمد خان اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ پشاور (30 مارچ 1855ء)۔ یہ معاہدہ ایرانیوں کے خلاف تھا جو ہرات کی تاک میں بیٹھے تھے۔ ہرات کا مقامی حاکم فوت ہوا تو ایرانی شہر پر قابض ہو گئے (1856ء)۔ اس وجہ سے برطانیہ نے ایران کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا جس کی مختصری کیفیت ایران کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا جس کی مختصری کیفیت ایران کے حالات میں پیش کی جا چکی ہے۔

انگلستان اور فرانس کے درمیان معاہدہ پیرس (4 مارچ 1857ء) ایران، ہرات پر اپنے حقوق سے دستبردار ہو گیا اور افغانستان کی آزادی تسلیم کر لی۔ دوست محمد خان نے 1863ء میں دس مہینے کے محاصرے

کے بعد اس حاکم سے ہرات واپس لیا جو ایرانیوں کے تخلیے کے بعد اس پر قابض ہو گیا تھا۔ امیر دوست محمد خان کی وفات،

## امیر شیر علی خاں: (1863ء-1879ء)

افغانستان میں دوست محمد خان کی وفات پر خانہ جنگی شروع ہوگئی۔ امیر کے تیسرے فرزند شیر علی خاں کی حکومت برطانیہ نے تسلیم کی لیکن شیر علی خان کو اپنے بھائیوں سے سلطنت کا دعویٰ منوانے میں بڑی مشکلات پیش آئیں اور کئی سال تک بھائیوں کو اس پر فوقیت حاصل رہی۔ 1870ء میں شیر علی خاں صحیح معنوں میں امیر بنا۔ اس کی پالیسی یہ تھی کہ برطانوی دباؤ میں توازن قائم کرنے کی غرض سے روس کی طرف جھکا رہے۔ اس وجہ سے ہندوستان کے ساتھ تعلقات میں تناؤ بڑھتا گیا۔ جون 1878ء میں روسیوں کا ایک مشن جنرل سٹالی ٹاف (Stolietov) کے ماتحت کابل پہنچا اور اگست میں باہمی امداد کا معاہدہ ہو گیا۔ اس پر حکومت ہند نے اصرار شروع کر دیا کہ برطانیہ کا بھی ایک مشن منظور کیا جائے۔ شیر علی نے انکار کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ افغانستان کی دوسری جنگ شروع ہوگئی (1878ء-1879ء)۔ اس کے دوران میں امیر شیر علی نے وفات پائی (فروری 1879ء)۔

## یعقوب خان کی تخت نشینی:

1879ء میں امیر شیر علی خان کا فرزند یعقوب خان مسند نشین ہوا، انگریز ملک کے بہت بڑے حصے کو پامال کر چکے تھے، لہٰذا یعقوب خاں معاہدہ گندمک قبول کرنے پر مجبور ہو گیا (16 مئی)۔ اس کے مطابق انگریزوں کو درہ خیبر پر قبضے کا حق مل گیا، لیکن انھوں نے یہ منظور کر لیا کہ ہر سال امیر کو ساٹھ ہزار پاؤنڈ کی رقم بطور امداد ادا کرتے رہیں گے۔ یہ بھی قرار پایا کہ امیر اپنے خارجہ تعلقات کا انتظام حکومت برطانیہ کے ذریعے کرے گا۔ برطانیہ کو تجارت کی کامل آزادی مل گئی۔

برطانیہ کے خلاف مقامی بغاوت (3 ستمبر) سر لوئی کیواناری (Louis Cavaganare) اور اس کے ساتھیوں کا قتل۔ اس وجہ سے برطانیہ نے پھر ایک مرتبہ کابل پر پیش قدمی کی (12 اکتوبر) امیر یعقوب خاں نے حکومت سے دستبرداری اختیار کر لی اور اپنے آپ کو برطانیہ کے حوالے کر دیا (19 اکتوبر)۔

## عبدالرحمٰن خان: (1880ء-1901ء)

یہ امیر شیر علی کا بھتیجا اور اس کا مخالف تھا۔ حالات سے مجبور ہو کر روس چلا گیا۔ وہاں سے بلا کر اسے

امیر بنایا گیا۔ اس نے عمومی حیثیت میں گندمک کا معاہدہ قبول کر لیا لیکن وہ اپنی حکومت کے دوران میں روسیوں کو انگریزوں کے خلاف اور انگریزوں کو روسیوں کے خلاف بے تکلف استعمال کرتا رہا اور یوں اپنے ملک کو بچائے رکھا۔ ساتھ ساتھ بہت سے قبائل کو بھی مسخر کر لیا اور حکمران کی حیثیت میں اپنا اقتدار قائم کر دیا۔ یہ عہد حکومت اس وجہ سے بھی قابل ذکر ہے کہ آہستہ آہستہ افغانستان کی سرحدیں متعین ہو گئیں۔

واقعہ پنج دہ (اپریل 1885ء)۔ سرحدی جھگڑے کے سلسلے میں روسی اور افغانی فوجوں میں چپقلش۔ اس پر انگلستان اور روس کے درمیان نازک صورت حال پیدا ہو گئی، لیکن گفت وشنید کے ذریعے سے معاملات سلجھا لیے گئے (18۔ جون 1886ء)۔

برطانیہ کے ساتھ معاہدہ ڈیورینڈ (12 نومبر 1863ء)۔ اس کے مطابق چترال سے بلوچستان تک ہندوستان و افغانستان کی سرحدیں متعین ہو گئیں۔

روس کے ساتھ سالہا سال کی کشمکش کے بعد پامیر والی سرحد کا فیصلہ (11 مارچ 1895ء) افغانستان نے ایک تنگ پٹی اپنے قبضے میں رکھی جو روس اور برطانیہ کے مقبوضات کو ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی۔

## حبیب اللہ خان: (1901ء-1919ء)

عبدالرحمٰن کا فرزند جو اپنے والد کے مقابلے میں کم اثر و رسوخ والا حکمران تھا۔ وہ آہستہ آہستہ حرم اور مذہبی علماء کے زیر اثر چلا گیا۔ یورپی خیالات تدریجاً پھیلتے گئے۔

برطانیہ سے نیا معاہدہ (21 مارچ 1905ء)، جس میں سابقہ معاہدہ کی اُز سر نو تصدیق کر دی گئی۔ یہ روس کی ان تازہ سرگرمیوں کا جواب تھا، جن کا سلسلہ 1900ء سے جاری تھا۔ تجارتی کاندروں کا مشق وغیرہ)۔

انگریزوں اور روسیوں کا اتحاد (31 اگست 1907ء)۔ اس کے مطابق ایران کے سلسلے میں برطانیہ اور روس کے درمیان روس کے حقوق کے متعلق سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ روسیوں نے افغانستان میں برطانیہ کی مقتدر حیثیت بھی تسلیم کر لی اور اس بات پر بھی راضی ہو گئے کہ افغانستان کے معاملات میں دخل نہ دیں گے۔

## جنگ یورپ اور حبیب اللہ کا قتل:

افغانستان یورپ کی بڑی جنگ میں برابر غیر جانب دار رہا۔ اگرچہ جرمنی اور ترکی کے مشنوں نے اس پر بڑا زور ڈالا تھا اور مذہبی پراپیگنڈہ بھی ہو تو رہا تھا کہ افغانستان کو ترکی کا ساتھ دینا چاہیے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستان کی حکومت نے بڑی بھاری رقمیں دے کر امیر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنے والد کے

مسلک پر قائم رہے۔

جلال آباد کے نزدیک حبیب اللہ کا قتل (19 فروری 1919ء)۔ بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک حیثیت میں انگریزوں کے تابع ہو گیا تھا۔ قدامت پسندوں اور علماء نے اس کے بھائی نصر اللہ کے امیر ہونے کا اعلان کر دیا اس کے بیٹے امان اللہ حاکم کابل نے نہ بخش دار الحکومت کو اپنے قبضے میں رکھا بلکہ فوج میں بھی اسی کی حامی رہی، لہٰذا نصر اللہ خاں دست بردار ہو گیا۔

## امان اللہ: (1919ء-1929ء)

امان اللہ امیر بنا۔ انگریزوں کے خلاف جذبات کا طوفان موجزن تھا۔ ہندوستان چار سال تک جنگ کرتے کرتے تھک چکا تھا۔ امان اللہ نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر مذہبی جنگ کا اعلان کر دیا اور ہندوستان کے مسلمانوں سے اپیل کی کہ برطانوی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ افغانوں کا حملہ ہندوستان پر۔ چند ابتدائی کامیابیوں کے بعد انھیں پیچھے ہٹنا پڑا اور خود ان پر حملے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔

چونکہ کوئی بھی فریق طویل جنگ کے لیے تیار نہ تھا، لہٰذا گفت وشنید شروع ہو گئی۔

## افغانستان کا استقلال اور معاہدے:

8۔ اگست 1919ء کو راولپنڈی میں معاہدہ ہوا۔ (اس سلسلے میں مزید معاہدے 22 نومبر 1921ء) جس کے مطابق برطانیہ نے پہلی مرتبہ افغانستان کی کامل آزادی تسلیم کر لی اور اسے تمام طاقتوں سے براہ راست تعلق پیدا کرنے کا حق حاصل ہو گیا۔ برطانیہ جو رقم بطور امداد دیتا تھا وہ بند کر دی گئی۔

روس سے دوستانہ معاہدہ (28 فروری 1921ء)۔ یہ اسی قسم کا تھا جیسا کہ روس اور ترکی کے درمیان ہو چکا تھا۔ اس کے بعد امان اللہ آہستہ آہستہ روس پر زیادہ انحصار کرتا گیا اس لیے کہ برطانیہ کے خلاف حفاظت کی یہ ایک اچھی صورت تھی۔

ترکی سے دوستانہ معاہدہ (یکم مارچ 1921ء)۔ اس کے مطابق دونوں ملکوں کے درمیان گہرے تعلقات پیدا ہو گئے۔

ایران سے معاہدہ (22 جون)۔ یہ ایک دوسرے کے خلاف عدم مزاحمت کا معاہدہ تھا۔ اسے روس کی سرپرستی میں مشرقیوں کے سلسلہ اتحاد کی ایک کڑی سمجھا جاتا ہے۔

## دستور اساسی کا اعلان:

9۔ اپریل 1923ء کو دستور اساسی کا اعلان ہوا جس میں ترکی دستور کا نمونہ پیش نظر رکھا گیا تھا۔ یہ دستور

امان اللہ خاں کی اس خواہش کا اظہار تھا کہ ملک کو جدید اصول پر چلایا جائے۔امیر نے وسیع اختیارات اپنے قبضے میں رکھے لیکن نئی قومی مجلس کو بھی قانون سازی کے بعض اختیارات دے دیے گئے۔اس کے نصف ممبر منتخب ہوتے تھے اور نصف نامزد کیے جاتے تھے۔اس دستور کے بعد اصلاحی فرامین جاری ہوئے، جن کا مدعا یہ تھا کہ مرکز کو نظم ونسق کے موثر اختیارات حاصل ہوں، تعلیم پھیلنے، تجارت اور صنعت وحرفت کی حوصلہ افزائی کی جائے، ملک کے ہر حصے میں سڑکیں بنادی جائیں، وغیرہ۔

امان اللہ خان نے پیٹر اعظم کا طریقہ اختیار کیا۔اس کی خواہش تھی کہ ملک کو انتہائی تیزی سے نئے اصول پر لے آئے۔

## روسی معاہدے کی توثیق:

امان اللہ خاں نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا (10 جون 1929ء)۔روس کے ساتھ جو معاہدہ پہلے ہو چکا تھا اس کی مزید توثیق اور غیر جانبداری، نیز عدم مزاحمت کا معاہدہ (31 اگست)۔ایران کے ساتھ دوستی اور حفاظت کا معاہدہ (27 نومبر 1927ء)۔

امان اللہ خان اور اس کی ملکہ نے ہندوستان، مصر اور یورپ کی وسیع سیاحت (جنوری۔ جولائی 1928ء)۔اس سلسلے میں خاص تعلقات پیدا کیے اور اپنے ملک کے لیے اقتصادی اور مشاورتی امداد حاصل کی۔ترکی کے ساتھ دوسرا معاہدہ (25 مئی 1928ء)۔

بادشاہ اور اس کی انقلابی اصلاحات کے خلاف زبردست بغاوت کا آغاز (نومبر)۔مختلف حصوں میں مخالفت شروع ہوگئی۔مذہبی لیڈر اور قبائلی رؤسا اسے زیادہ تر انگیخت دے رہے تھے۔

امان اللہ خان نے جب دیکھا کہ میں مخالفت کو روک نہیں سکتا تو 14 جنوری 1929ء کو اپنے بھائی عنایت اللہ کے حق میں تاج وتخت سے دستبردار ہوگیا۔عنایت اللہ آرام دوست اور بے اثر شخص تھا۔

## بچہ سقاء:

ایک قزاق نے تھوڑے سے مگر من چلے آدمیوں کے ساتھ کابل پر قبضہ کرلیا اور حبیب اللہ غازی کے لقب سے بادشاہی کا اعلان کردیا (17 جنوری 1929ء)۔اس کے خلاف کئی دعویدار کھڑے ہوگئے۔ان میں سے ایک امان اللہ خان بھی تھا جس نے قندھار میں فوج جمع کرلی تھی لیکن کابل پر پیش قدمی کرتے ہوئے شکست کھائی۔

### محمد نادر شاہ: (1929ء-1933ء)

جنرل محمد نادر خاں افغانوں میں سے سب سے زیادہ ممتاز فوجی افسر تھا۔ مارچ میں یورپ سے آیا۔ فوج جمع کی اور 8 اکتوبر کو کابل پر قبضہ کر لیا۔ وہاں 16۔ اکتوبر کو اس کی بادشاہی کا اعلان ہو گیا۔ حبیب اللہ خان گرفتاری کے بعد مارا گیا۔ نئے حکمران کے خلاف سلطنت کے کئی دعوے دار کھڑے ہو گئے جو امان اللہ کے پیرو تھے۔ انھیں آہستہ آہستہ مسخر کیا گیا۔ نادر شاہ کی عام پالیسی یہ تھی کہ ملک کو جدید اصول پر لانے کا کام جاری رکھا جائے، لیکن اس کی نمائش کم کر دی جائے اور طریقہ ایسا اختیار کیا جائے جو زیادہ جارحانہ نہ ہو۔ نئے دستور کا نفاذ (فروری 1932ء)۔ اس عام انداز 1923ء کے دستور کا ساتھا لیکن اس میں دو ایوان رکھے گئے تھے، ایک ایوان جس کے لیے ممتاز اصحاب نامزد ہوتے تھے، دوسرا ایوان جس کے تمام ممبر منتخب کیے جاتے تھے۔

جو لوگ نادر شاہ کے ہاتھ سے سزا پا چکے تھے ان میں سے ایک کے ملازم نے نادر شاہ کو شہید کر ڈالا (8 نومبر 1933ء)۔ اس واقعے کی کوئی سیاسی اہمیت نہ تھی اور مرحوم کا فرزند محمد ظاہر شاہ بہ آسانی تخت حکومت پر بیٹھ گیا۔

### محمد ظاہر شاہ: (1933ء)

محمد ظاہر شاہ نے اپنے چچاؤں کی امداد سے والد کی دانش مندانہ، اعتدال پسندانہ اور ترقی پذیر پالیسی جاری رکھی۔ نیو یارک کی ایک کمپنی کو جس کا نام انلینڈ ایکسپلوریشن کمپنی (Inland Exploration Coy) ہے، پچھتر سال کے لیے تیل کی تلاش و تفتیش کا ٹھیکہ دے دیا (1936ء)۔ افغانستان، ترکی، عراق اور ایران کا شمول اتحاد اسلامیہ میں (1۔ جولائی 1937ء)۔ بظاہر اس کا مدعا یہ تھا کہ بڑی یورپی طاقتوں کے دباؤں کے خلاف اس اتحاد سے کام لیا جائے۔

نوٹ: یہ بتا دینا چاہیے کہ شہزادہ محمد اکبر فوت ہو چکے ہیں اُن کے بعد شہزادہ محمد احمد شاہ ولی عہد ہوئے

شامی پیر کی بغاوت (20-24 جون 1938ء)۔ یہ ایک مذہبی رہنما تھا۔ جس نے وزیرستان سے کام شروع کیا۔ اس کی تحریک حکمران خاندان کی پالیسی کے خلاف تھی۔ شکست کے بعد شامی پیر وزیرستان بھاگ آیا اور اسے گرفتار کر کے شام بھیج دیا گیا۔

### دوسری جنگِ یورپ اور افغانستان:

دوسری جنگ یورپ میں بھی افغانستان غیر جانبدار تھا۔ ایک موقع پر برطانیہ اور روس نے مطالبہ کیا کہ

جرمن اور اطالوی افغانستان سے نکال دیے جائیں۔حکومت افغانستان نے انتظام کر کے ان سب کو جرمنی اور اٹلی پہنچا دیا۔

سردار محمد ہاشم خاں نے سترہ سال کے بعد وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔اور اس کے بھائی سردار محمد محمود وزیر اعظم بنے۔انھوں نے کئی اصلاحات کیں۔پاکستان کے ساتھ ایک سرحدی جھگڑا۔جو پٹھان خط ڈیورینڈ سے پاکستان کی جانب آباد ہیں ان کے لیے خود مختاری کا مطالبہ۔خط ڈیورینڈ 1893ء میں کھینچا گیا تھا۔

# سلطنتِ عثمانیہ
# 1914ء-1918

## ترکی کی تقسیم کے منصوبے:

ایشیائی ترکی کی تقسیم کے متعلق برطانیہ، روس اور فرانس کا معاہدہ (26-16 اپریل 1916ء)۔اس معاہدے کے متعلق مارچ 1915ء سے کھچڑی پک رہی تھی جب فرانس اور برطانیہ نے روس کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ قسطنطنیہ اور آبنائیں اسے دے دی جائیں گی۔ معاہدے کا مفاد یہ تھا کہ جو آزاد عرب حکومت بنے گی اس میں عراق کے علاوہ شام کی بندرگاہوں میں سے حیفا اور عکہ برطانیہ کے حلقہ اثر میں شامل ہوں گے اور فرانس کا حلقہ اثر شام کے ساحلی علاقے کے علاوہ ولایت ادانہ، سلیشیا اور جنوبی کردستان پر مشتمل ہوگا۔ فلسطین میں ایک بین الاقوامی نظم ونسق قائم کیا جائے گا۔ روس نے متعلق فیصلہ کیا گیا تھا کہ اسے آرمینیا کے مغرب میں ہے، دیا جائے گا۔ مغربی حد کا تعین بعد میں ہوگا۔

## سائیکس اور پیکو کا معاہدہ:

9۔مئی 1916ء کو برطانیہ اور فرانس کے درمیان ایک اور معاہدہ ہوا جس پر برطانیہ کی طرف سے سائیکس (Sykes) اور فرانس کی طرف سے پیکو (Picot)۔ دستخط کیے۔اس کے مطابق فرانس اور برطانیہ کے دعاوی نے زیادہ معین صورت اختیار کر لی۔ اپریل کے معاہدے میں جن علاقوں کا ذکر تھا، فیصلہ ہو گیا کہ انھیں فرانس اور برطانیہ کے انتظامی حلقے میں سمجھا جائیگا۔باقی عرب فرانس اور برطانیہ کے حلقہ ہائے اثر میں تقسیم ہوگا خواہ ایک عرب حکومت بنے یا مختلف حکومتیں وفاق کی شکل میں متحد ہوں۔

## ایک نیا معاہدہ:

19-21۔ اپریل 1917ء کو ایک نیا معاہدہ ہوا جسے سان جین دا مارین (St. Jean de Maurienne) کا معاہدہ کہا جاتا ہے۔اس کے مطابق یہ فیصلہ ہوا کہ اٹلی سائیکس اور پیکو کے معاہدے کو تسلیم کرلے اور اسے ادالیہ اور سمرنا کے حلقوں میں مزید مراعات دے دی جائیں۔

سائیکس اور پیکو کے معاہدے کے مطابق برطانیہ نے اپنے مستقبل کے لیے شدید مشکلات پیدا کرلی تھیں اس لیے کہ یہ معاہدہ ہرگز ان معاہدوں کے مطابق نہ تھا جو حکومت برطانیہ عرب روسا سے کر چکی تھی اور

وہ معاہدے بھی باہم مطابق نہ تھے۔

## عرب:

لارڈ کچنر نے حسین شریف مکہ کو آزادی کی مشروط ضمانت دی تھی۔ حکومت برطانیہ اور شریف کے درمیان قطعی گفت وشنید جولائی 1915ء میں شروع ہوئی۔ 14۔ جولائی کو شریف حسین نے وہ شرطیں پیش کر دیں جن کی بنا پر وہ ترکوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے کے لیے تیار تھا۔ ان شرطوں کے مطابق برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ عرب ممالک کو عرض البلد 37 کے جنوب میں آزادی دے دی جائے۔ 24 اکتوبر کو برطانیہ نے مرسینا، اسکندرونہ نیز دمشق، حما، حمص، اور حلب کے مغرب میں عربوں کے دعوے کو قبول نہ کیا۔ باقی عرب کے تعلق میں مطالبہ مان لیا گیا۔ لیکن یہ واضح کر دیا گیا کہ اعتراف انھیں علاقوں تک محدود ہے جن میں برطانیہ اپنے حلیف فرانس کو نقصان پہنچائے بغیر آزادانہ طرز عمل کا مجاز ہے۔

## فیصلہ:

5 نومبر۔ کو شریف حسین نے مرسینا اور اسکندریہ کے متعلق برطانوی تجاویز منظور کر لیں۔ لیکن بیروت، حلب، بغداد اور بصرہ کے متعلق کہہ دیا کہ وہ عربوں کو مل جانے چاہئیں۔ ساتھ ہی اقرار کر لیا کہ برطانیہ عارضی طور پر بغداد اور بصرہ پر قبضے کا حق دار ہے 21 دسمبر کو حکومت فرانس نے مغربی شام میں عربوں کے نظم ونسق کی تجویز منظور کر لی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اسے فرانس کے زیر اثر رہنا چاہیے۔ 30 جون 1916ء کو برطانیہ نے شریف حسین کی تجاویز منظور کر لیں مگر بصرہ اور بغداد کی حقیقی حیثیت اور شام میں فرانس کے حلقہ اثر کو غیر متعین چھوڑ دیا۔

## نجد:

حکومت ہند کے ابن سعود والئی نجد کے ساتھ طویل گفتگو کے بعد 25۔ دسمبر 1915ء کو ایک معاہدہ کیا (تصدیق 18 جولائی 1916ء)۔ اس کے مطابق نجد، قطیف، جبیل اور خلیج فارس کے ساتھ ساتھ عرب علاقوں پر ابن سعود کی واضح طور پر متناقض تھا جو شریف حسین کو دی گئی تھیں۔

## عربوں کی بغاوت:

حجاز میں عربوں کی بغاوت کا آغاز (5۔6 جون 1916ء)۔ مدینہ کی ترکی فوج پر حملہ۔ شریف حسین کی طرف سے حجاز کی آزادی کا اعلان (7۔ جون)۔ مکہ کی ترکی کی فوج کی حوالگی (10 جون)۔ حسین

کے متعلق اعلان کہ وہ پورے عرب کا بادشاہ ہے (29 اکتوبر)۔ اس نے تمام عربوں کو دعوت دی کہ ترکوں کے خلاف جنگ شروع کردیں۔ حکومت برطانیہ کی طرف سے حسین کو شاہ حجاز تسلیم کیا گیا (15۔ دسمبر)۔

سر آرچبالڈ مرے (Crchibald Murray) (جو 19۔ مارچ 1916ء سے مصری کمان دار تھا) نے جزیرہ نمائے سینا اور فلسطین کے خلاف محتاط جارحانہ کاروائی کا فیصلہ کیا۔ مقصود یہ تھا کہ عربوں کی بغاوت کو تقویت پہنچائی جائے۔ پیش قدمی کا آغاز (15 نومبر 1916ء)۔ برطانوی افواج نے صحرا میں سے ریلوے لائن اور پائپ لائن بنانے کے بعد العریش پر قبضہ کرلیا (12 دسمبر) اس کے بعد معزبہ اور رافح کی مستحکم چوکیاں بھی لے لیں (23 دسمبر 1916ء۔ 1 جنوری 1917ء)۔

## غزہ کی لڑائیاں:

غزہ کی پہلی جنگ 26۔ مارچ 1917ء کو ہوئی۔ رسالے نے شہر کو نرغے میں لے لیا لیکن غلط فہمی کی بنا پر اسے واپس بلالیا گیا۔ 19 1917ء اپریل کو دوسری جنگ ہوئی۔ اس دوران میں ترکوں نے اپنی پوزیشن مستحکم کرلی تھی اور جرمن فوج بھی ان کی کمک کے لیے آگئی تھی (ایشیائی کور) جس کا سالار فان فاکن ہین (Von Falken Hayn) تھا۔ برطانیہ کو شدید نقصان اٹھا کر واپس ہونا پڑا۔

مرے کی جگہ سر ایڈمنڈ ایلین بی کمان دار مقرر ہوا (28 جون)۔ جنگ یورپ کے ایک ممتاز ہیرو کرنل لارنس کا ظہور۔ اس نے عربوں کی تحریک میں نئی روح پھونک دی۔ عقبہ پر قبضہ لیا اور ترک افواج کے خلاف ایک شاندار پیش قدمی کا آغاز ہو، خصوصاً ان افواج کے خلاف جو حجاز ریلوے کی حفاظت کر رہی تھیں اور حجاز ریلوے کو ترکوں کے وسائل نقل و حرکت میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔

## عراق:

1916ء کے موسم خزاں میں عراق کے محاذ پر بھی کاروائی شروع ہوگئی۔ سر سٹینلے ماڈ فوج کا کمان دار تھا۔ اس نے ضرورت کے مطابق لشکر جمع کرلیے، رسد بھی فراہم ہوگئی اور خوب غور و فکر کے بعد نقشہ جنگ بنایا گیا۔ قط العمارہ پر پیش قدمی (13 دسمبر 1916ء)۔ جنگ قط (9 جنوری۔ 24 فروری 1917ء)۔ 23 فروری کو شہر پر قبضہ، پھر فتحمند برطانوی لشکروں نے ترکوں کا تعاقب کیا جو بغداد کی طرف ہٹ رہے تھے۔ بغداد پر برطانوی قبضہ (11۔ مارچ) اس زمانے میں روس نے بھی مغربی ایران میں پیش قدمی شروع کردی تھی۔ روسیوں نے ہمدان لے لیا (2۔ مارچ)، کرمان شاہ (12 مارچ)، کرند (17۔ مارچ)، خانقین (4۔ اپریل)۔ برطانوی لشکر سامرہ پہنچ گئے (23 اپریل) جو بغداد سے 80 میل شمال میں ہے۔

مغربی ایران سے روسیوں کی مراجعت (8 جولائی)۔ یہ انقلاب روس کا ایک نتیجہ تھا۔ برطانیہ نے رمادی پر قبضہ کرلیا (9۔ ستمبر) جو دریائے فرات کے کنارے ہے، پھر تکریت لے لیا (ö 6 نومبر) جو دریائے دجلہ پر واقع ہے۔ 1917ء میں عراق کے اندر پیش قدمی کے یہ آخری نقطے تھے۔

## یروشلم پر قبضہ:

نئے برطانوی کمانڈر جنرل ایلن بی نے فلسطین کے محاذ پر اکتوبر 1917ء میں پیش قدمی شروع کی غزہ اور بئر سبع کے درمیان ایک مہینے تک زبردست لڑائی ہوتی رہی، پھر برطانیہ نے بئر سبع قبضہ کرلیا اور ترک پیچھے ہٹنے لگے۔ غزہ کا تخلیہ (7 نومبر)، یافہ کا تخلیہ (16 نومبر) 8 دسمبر کو یروشلم فتح ہوگیا۔ پیش قدمی میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ ایلن بی کو مارچ 1918ء کی نازک حالت کے مقابلے کے لیے خاصی بڑی فوج فرانس بھیجنی پڑی، لہٰذا 1918ء کے موسم بہار میں تمام جنگی کاروائیاں شرق اردن تک محدود رہیں۔ ترکوں نے اس اثناء میں فلسطین کے محاذ کو نظر انداز کیے رکھا اور قفقاز کے محاذ پر زیادہ توجہ مبذول رکھی۔

## مزید اقدامات:

18۔ ستمبر 1918ء کو فلسطین میں برطانیہ نے از سر پیش قدمی شروع کی۔ جنگ مجیدو۔ بحیرہ روم کے نزدیک برطانیہ نے ترکوں کا خط دفاع توڑ دیا اور ان کی فوجیں رسالے نے محصور کرلیں۔ جرمن فوج شرق اردن کی طرف بچ نکلی، پھر دمشق ہوتی ہوئی حلب پہنچ گئی۔ برطانوی لشکروں کو عربوں نے بہت بڑی کمک پہنچائی۔ اس انتظام کا ذمہ دار لارنس تھا۔ پھر شمال کی طرف سے پیش قدمی شروع ہوگئی۔ برطانیہ اور عرب کا قبضہ دمشق پر (ö1-2 اکتوبر)۔ فرانس کی بحری فوج نے بیروت لے لیا (7۔ اکتوبر)، حمص پر قبضہ (15۔ اکتوبر)، حلب پر قبضہ (26۔ اکتوبر)۔

## انور و طلعت کی علیحدگی:

نئے ترک سلطان محمد ساس نے (جو 3 جولائی 1918ء کو خامس کا جانشین بنا تھا) طلعت اور انور کو وزارت سے الگ کردیا (13 اکتوبر) اور عزت پاشا کو وزیر اعظم بنایا۔ اس کے بعد ترکوں نے انتظام متارکہ کے لیے امریکہ کے صدر ولسن سے اپیل کی (14۔ اکتوبر)۔ کوئی جواب نہ آیا تو ترکوں نے جنرل ٹاؤن شینڈ (Town Shend) کو رہا کر کے بحیرہ ایجہ کے برطانوی بیڑے کے کمانڈر امیر البحر کال تھارپ (Calthorpe) کے پاس بھیج دیا۔

## مدروس میں متارکہ:

مدروس کے متارکے فیصلہ ہوگیا (30۔اکتوبر) جس پر 6□31 اکتوبر سے عمل ہونا تھا۔ ترکوں نے آبنائیں کھول دیں، اتحادی قیدی واپس کر دیئے، فوجیں میدان جنگ سے ہٹالیں اور وسط یورپ یعنی آسٹریا اور جرمنی سے سیاسی تعلقات توڑ لیے، اور ترک علاقوں کو فوجی کاروائیوں کے لیے اتحادیوں کے حوالے کر دیا۔ 12 نومبر کو اتحادی بیڑہ دردانیال سے گزر کر 13 نومبر کو قسطنطنیہ پہنچ گیا۔

# مصر و سوڈان

## 1914ء-1938



### 1914ء سے-1902 تک کے متفرق واقعات:

مصر کے متعلق اعلان کہ برطانیہ نے اسے زیرِ حمایت لے لیا (18۔دسمبر 1914ء)۔ خدیو عباس حلمی کی معزولی (19 دسمبر) اور اس کے چچا حسین کامل (1914ء-1917ء) کی مسند نشینی۔ اس وقت فرمانروائے مصر کے لیے خدیو کے بجائے ''سلطان'' کا لقب تجویز کیا گیا تھا۔ حسین کامل کے بعد اس کا بھائی احمد فواد سلطان بنا (1917ء-1936ء) بعد ازاں اس نے بادشاہ (ملک) کا لقب تجویز کیا۔

مصر کے قوم پروروں نے سعد زغلول کی سرکردگی میں آزادی کے لیے جدوجہد شروع کر دی اور فیصلہ کیا کہ وہ پیرس جائیں گے جہاں جنگ یورپ کے بعد صلح کی کانفرنس ہو رہی تھی اور وہاں آزادی کا مطالبہ پیش کریں گے۔ حکومت نے سعد زغلول اور دوسرے قوم پرور لیڈروں کو گرفتار کر کے مالٹا بھیج دیا (8 مارچ 1919ء) تاکہ وہ صلح کانفرنس میں نہ جا سکیں۔ قوم پرور جماعت جو بعد ازاں ''وفد'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ زمانہ جنگ میں بہت ترقی کر گئی تھی۔ اس لیے کہ اہل مصر برطانیہ کے طور طریقوں سے سخت غصے میں آ گئے تھے (مزدوروں کی جبری بھرتی، فوج کے لیے رسد اور دوسرے سامان کی حکما طلبی وغیرہ)۔ اس جماعت کا دستور العمل یہ تھا کہ مصر کے لیے آزادی کامل حاصل کی جائے۔ زغلول کی جلاوطنی پر زبردست قومی شورش رونما ہوئی۔ جسے فیلڈ مارشل ایلن بی کے زیرِ قیادت برطانوی فوج نے فرو کیا۔

ایلن بی کو مصر کے لیے ہائی کمشنر مقرر کر دیا گیا (17 اکتوبر)۔ لارڈ ملنر (Milner) کے ماتحت ایک کمیشن کا تقرر (9 دسمبر 1919ء-6 مارچ 1920ء) جس کا وظیفہ یہ تھا کہ بدامنی کے واقعات کی چھان بین کرے اور مصر کے آئندہ انتظام کے بارے میں تجاویز ترتیب دے۔

### آزادی کی حمایت میں قرارداد کی منظوری:

مجلس قانون ساز آزادی کی حمایت میں قرارداد منظور کی (10 مارچ 1930ء)۔ لندن میں زغلول اور ملنر کے درمیان گفت و شنید (7 جون-9 نومبر)۔ ملنر کی رپورٹ شائع ہو گئی (28 فروری 1921ء)۔ اس میں سفارش کی گئی تھی کہ مصر کو آزادی مل جانی چاہیے لیکن برطانوی مفاد کے متعلق تحفظات کا انتظام

ضروری ہے۔زغلول کی مراجعت (5 اپریل)۔قوم پروروں کے حملے حکومت پر۔غیر ملکیوں کے خلاف بے شمار ہنگامے۔جن میں بہت سے آدمی مارے گئے۔

لندن میں مزید گفت وشنید (12 جولائی۔20 نومبر) جس میں مصر کی طرف سے صرف عدلی پاشا وزیراعظم نے حصہ لیا۔ یہ گفت وشنید مصر میں برطانوی افواج کے باقی رکھنے پر منقطع ہوگئی۔ زغلول اور دوسرے قوم پروروں کو پھر جلاوطن کر دیا گیا (22 دسمبر)۔حزب وفد نے پرامن مزاحمت کی پالیسی کا اعلان کر دیا (23 جنوری 1922ء)۔

## حفاظت (پروٹیکٹوریٹ) کا خاتمہ:

برطانیہ نے یک طرفہ اعلان سے حفاظت (پروٹیکٹوریٹ) ختم کر دیا۔مصر کی طرف سے اعلان آزادی۔بعض مسائل گفت وشنید کے محتاج تھے۔مثلاً وسائل حمل ونقل کا بچاؤ، ملک کا دفاع غیر ملکی، باشندوں کی حفاظت، سوڈان کا مستقبل۔ان کا فیصلہ گفت وشنید پر موقوف رکھا گیا۔

فواد اول نے بادشاہ (ملک) کا لقب اختیار کیا۔(15 مارچ) برطانیہ نے زغلول پاشا کو رہا کر دیا (4۔اپریل 1923ء) دستور اساسی کا اعلان (19۔اپریل) اس میں دو ایوان رکھے گئے تھے۔ایک سینٹ (دارالامرا) دوسرا چیمبر (ایوان عام)۔ایوان عام کے تمام ممبر اور سینٹ کے 3/5 ممبر انتخاب کے ذریعے سے پر ہونے تجویز ہوئے۔(27 ستمبر)۔سعد زغلول وزیراعظم (28 جنوری 1924ء)۔برطانیہ کے خلاف وسیع ہنگامے (14-15 جون)۔ سعد زغلول اور رامزے میکڈانلڈ کے درمیان کانفرنس (15 ستمبر۔2۔اکتوبر)۔مسائل محفوظہ کے متعلق اتفاق رائے نہ کر سکا۔

## 1924ء-1926ء:

مصری فوج کے سردار اور سوڈان کے حاکم اعلیٰ (گورنر جنرل) سرلی سٹیک (Lee Stack) کو ایک جوشیلے محب وطن نے قتل کر دیا (10 نومبر) حکومت نے اس واقعے پر فوراً اظہار افسوس کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ اس کے ذمہ داروں کو سزا دے گی۔

برطانیہ کا الٹی میٹم (22 نومبر) اس میں چار مطالبے کیے گئے۔

(1) ذمہ داران قتل کو سزا دی جائے۔ (2) معافی مانگی جائے۔
(3) سیاسی مظاہروں کو دبا دیا جائے۔ (4) سوڈان سے فوجیں ہٹالی جائیں۔

زغلول نے چوتھی شرط کے سوا تمام منظور کر لیں۔حکومت برطانیہ نے اصرار کیا کہ زغلول نے احتجاج

کرتے ہوئے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اس کے جانشین نے چوتھی شرط بھی مان لی (24 نومبر)۔

سر جارج لائڈ ہائی کمشنر مقرر ہوا (26 فروری 1925ء) حزب وفد پھر انتخاب میں کامیاب ہوا (19 مارچ)۔ زغلول ایوان عام کا صدر بن گیا۔ قوم پروروں نے حکومت کے پورے کاروبار میں تعطل پیدا کر دیا۔ پارلیمنٹ بار بار توڑی گئی۔ ہر مرتبہ قوم پرور نئے انتخابات میں اکثریت حاصل کر لیتے۔

بند مکوار (دریائے سنعار پر) کا افتتاح 21۔ جنوری 1926ء) دریائے نیل کے پانی سے استفادے کے سلسلے میں یہ ایک اہم مرحلہ تھا۔ سوڈان میں زراعت کی ترقی پر مصریوں کا اضطراب۔ انھیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں مصر پانی کے مطلوب ذخائر سے محروم ہی نہ ہو جائے۔

## ثروت پاشا وزیر اعظم:

ثروت پاشا وزیر اعظم (18۔ اپریل 1928ء) برطانیہ کے ساتھ نئے معاہدے کی تجویز جس میں دس سال تک فوجی قبضے کا ہوتوقع رکھا گیا تھا۔ زغلول پاشا کی وفات (13۔ اگست)۔ مصطفیٰ نحاس پاشا حزب وفد کا لیڈر بن گیا۔

مجوزہ معاہدے کے متعلق لندن میں مزید گفت وشنید (30۔ اکتوبر 8 نومبر)۔ مصری پارلیمنٹ میں مجوزہ معاہدہ اس بنا پر رد کر دیا کہ اسے مصر کی آزادی سے کوئی مناسبت نہ تھی (4 مارچ 1928ء)۔ نحاس پاشا وزیر اعظم (16 مارچ)۔ برطانیہ کا الٹی میٹم (21 مارچ)۔ اس کا مدعا یہ تھا کہ حکومت مصر کو اجتماع عام کی آزادی کا مسودہ قانون منظور کرانے سے روکے۔ نحاس پاشا کی برطرفی (25 جون)۔ محمد محمود پاشا (حزب السیاست) وزیر اعظم بن گیا۔ پارلیمنٹ تین سال کے لیے ختم (19 جولائی)۔ اخبارات اور اجتماعات کی آزادی معطل کر دی گئی۔

## لندن میں گفت وشنید کا از سر نو آغاز:

لندن میں گفت وشنید کا از سر نو آغاز (8 مارچ 1929ء۔ یکم مئی 1929ء)۔ اہل مصر کو امید تھی کہ لیبر پارٹی کی حکومت مراعات دے دے گی۔ نیل کے پانیوں کے متعلق معاہدہ (7 مئی)۔ قرار پایا کہ صرف نیل ازرق کا پانی سوڈان کے لیے استعمال ہو گا اور نیل ابیض کا پانی مصر کے لیے محفوظ رہے گا۔

برطانیہ کے ساتھ نئے معاہدے کی تجویز (6۔ اگست)۔ طے ہو گیا کہ برطانیہ کا فوجی تصرف ختم ہو جائے اور اس کی جگہ ایک فوجی معاہدہ کر لیا جائے۔ برطانوی فوجیں نہر سویز کے صرف مصری حصوں میں موجود رہیں گی۔ مصر جمعیۃ اقوام میں شامل ہو جائے گا اور سوڈان مصر اور برطانیہ کی مشترکہ نگرانی میں رکھا

جائے گا۔

سر پرسی لورین (Percy Loraine) ہائی کمشنر مقرر ہوا (8۔اگست) دستور کی بحالی (31۔اکتوبر) حزب وفد نے پھر انتخابات میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ نحاس پاشا وزیراعظم (یکم جنوری 1930ء) مجوزہ معاہدے کے متعلق لندن میں گفت وشنید جو سوڈان کے مسئلے پر ناکام رہی۔

اسماعیل صدقی پاشا وزیراعظم (29 جون)۔ اسے بادشاہ نے نامزد کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ قابل منتظم تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ عالمگیر سرد بازاری کے باعث جو نازک داخلی الجھنیں پیدا ہوگئی ہیں۔ صدقی پاشا ان سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکے گا۔ برطانیہ کے ساتھ فیصلہ اس وقت تک کے لیے معرض التوا میں ڈال دیا جائے گا جب تک حزب وفد کمزور نہ ہو جائے۔ حزب وفد نے حکومت سے لاتعاون کی پالیسی اختیار کر لی اور مالیہ ادا نہ کرنے کی تحریک شروع کر دی۔ قوم پروروں کے ہنگامے ملک بھر میں عام ہو گئے۔

## نئے دستور کا نفاذ:

نئے دستور کا نفاذ (22۔اکتوبر)۔ اس کے مطابق ایوان بالا کے 3/5 ممبر نامزد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ ایوان عام کے لیے بالواسطہ انتخابات تجویز کیے گئے۔ قوم پروروں کی طرف سے شدید احتجاجات اور فسادات۔ حزب سیاست اور حزب وفد کا اتحاد، بادشاہ اور صدقی پاشا دونوں کے خلاف۔

صدقی پاشا نے حزب خلق کے نام سے اپنی پارٹی بنائی (8 دسمبر)

مصر وعراق کے درمیان معاہدہ دوستی (11۔اپریل 1931ء)۔ یہ اس سلسلے کی پہلی کڑی تھی جس کے مطابق مصر نے اپنے آپ کو عرب حکومتوں سے وابستہ کیا اور دنیائے عرب کے مشترکہ مسائل کے لیے متفقہ راہ اختیار کرنے کا فیصلہ ہوا۔

انتخابات (مئی)۔ حزب وفد کو جلسے کرنے کی ممانعت نیز بعض دوسری تشدد آمیز تدبیروں کے باعث حکومت کی پارٹی کامیاب ہوئی۔

مسیحیوں اور مسیحی مشنریوں کے خلاف ہنگامے (جون 1933ء)۔ دفاع اسلام کے لیے ایک مجلس کا قیام۔ خرابی صحت کی بناء پر صدقی پاشا کا استعفیٰ (21۔ستمبر)۔ قصر شاہی کی مقرر کی ہوئی وزارت کامیاب نہ ہو سکی تو پاشا نے محمد توفیق نسیم کی وزارت منظور کر لی (نومبر 1934ء)۔ نئے وزیراعظم نے مصالحت کی پالیسی اختیار کی اور وفد کو سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت دے دی۔ نیز اس نے اصرار کیا کہ 1930ء کا دستور معطل کر دیا جائے۔ 1923ء کے دستور کی بحالی کے لیے قوم پروروں نے بہت زور دیا۔ برطانیہ کے مشورے کی بنا پر یہ مطالبہ نہ مانا گیا۔

## حبشہ میں نازک حالات:

حبشہ میں نازک حالات (1935ء)۔ اس موقع پر قوم پروروں نے زبردست جدوجہد شروع کر دی (13 نومبر-2 دسمبر) تمام جماعتوں کا اتحاد۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ برطانیہ کو امداد کی ضرورت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر زیادہ مراعات حاصل کر لینی چاہئیں۔

1923ء کے دستور کی بحالی، جس کے لیے قوم پرور مدت سے مطالبہ کر رہے تھے (12 دسمبر) علی ماہر پاشا کی وزارت (22۔ جنوری 1936ء)۔ اس وزارت کا تعلق کسی پارٹی سے نہ تھا اور مقصود یہ تھا کہ بحال کیے ہوئے دستور کو جاری کر دیا جائے۔ شاہ فواد کی وفات (28 اپریل)۔

فاروق (پیدائش 1920ء) کی تخت نشینی (1936ء-1952ء)۔ اس کی مسند نشینی نے بادشاہ کی طرف سے اختیارات کے غضب کا مستقل خطرہ ختم کر دیا۔ نیا حکمران چونکہ طبیعت کا سادہ اور وضع وطرز عمل میں جاذب تھا۔ اس لیے اس نے وسیع ہر دلعزیزی حاصل کر لی۔

انتخابات میں قوم پروروں نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی۔ نحاس پاشا کی سرکردگی میں حزب وفد کی نئی وزارت فی الفور بنائی گئی (10 مئی)۔ اس وزارت نے برطانیہ کے ساتھ نئے معاہدے کے لیے بات چات کی۔

## مصر و برطانیہ کا نیا معاہدہ:

یہ معاہدہ 26۔ اگست کو ہوا۔ فیصلہ ہو گیا کہ برطانیہ تمام فوجیں نکال لے گا۔ صرف دس ہزار آدمی نہر سویز کے حلقے میں رہ جائیں گے (جنگ کے زمانے میں تعداد بڑھائی جا سکے گی)۔ اسکندریہ میں انگریزوں کا بحری مرکز صرف آٹھ سال باقی رہے گا۔ مصریوں کو سوڈان میں لامحدود داخلے کی اجازت ہو گی۔ مصری فوجیں سوڈان واپس چلی جائیں گی۔ مصر میں غیر ملکیوں کو جو مراعات حاصل ہیں، ان کی تنسیخ پیش نظر رہے گی۔ مصر جمعیۃ اقوام کا ممبر بن جائے گا۔ مصر اور برطانیہ کے درمیان بیس سال کے لیے معاہدہ ہو جائے گا۔ اس مدت کے انقضاء پر معاہدے کے بارے میں از سر نو غور کیا جائے گا۔ اگرچہ بعض عناصر نے اس معاہدے پر نکتہ چینی کی لیکن مصری پارلیمنٹ نے 22 دسمبر کو اس کی تصدیق کر دی۔ ایک برطانوی فوجی مشن اس غرض سے مصر پہنچا (13۔ جنوری 1937ء) تاکہ حکومت مصر کو فوجی کی تربیت کے متعلق مشورے دے۔ 1938ء میں عام فوجی تربیت کا اصول نافذ کر دیا گیا۔

## مانٹرو کانفرنس:

مانٹرو کانفرنس (Montreux Conference) (12۔اپریل 1937ء۔ 8 مئی 1937ء)۔کانفرنس ان طاقتوں کے درمیان ہوئی تھی جنہیں مصر میں خاص حقوق حاصل تھے۔معاہدہ ہوا کہ خاص حقوق منسوخ کر دیئے جائیں، البتہ بارہ سال کے لیے مخلوط عدالتیں جاری رہیں اور فوجداری مقدمات بھی ان کے دائرہ عمل میں شامل کر دیئے جائیں (پہلے یہ مقدمات قونصلوں کی مقرر کردہ عدالتوں میں دیئے جاتے تھے)۔جمعیۃ اقوام کا ایک خاص اجلاس منعقد کر کے مصر کو اس کا ممبر بنا لیا گیا (26۔مئی)۔

شاہ فاروق نے کشمکش کے بعد نحاس کی وزارت موقوف کر دی (30 دسمبر)۔اور حزاب سیاست کے لیڈر محمد محمود پاشا کو وزیر اعظم بنایا۔حزب وفد مدت تک برطانیہ کی مخالفت کی بنا پر ہردلعزیز بنا رہا تھا۔برطانیہ سے تصفیہ ہو گیا تو حزب وفد میں اختلال شروع ہوا۔پارٹی کے اندر نحاس پاشا کی مخالفت۔اس وجہ سے بعض ذی اثر ممبر ملک ہو گئے اور بعض الگ کر دیئے گئے۔

بادشاہ نے پارلیمنٹ توڑ دی (2 فروری 1938ء)۔اس میں وفد کی اکثریت قائم تھی۔انتخابات میں حکومت کی پارٹی کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔نحاس کو نشست بھی نہ ملی۔حزب وفد کا ملا گھٹا گیا۔جون میں وزیر اعظم نے اپنی وزارت میں بعض ان قوم پروروں کو شامل کر لیا جو پہلے اختلاف کرتے رہتے تھے۔بین الاقوامی تناؤ کے ماتحت حکومت نے وسیع پیمانے پر جنگی تیاریوں کا فیصلہ کیا (ہوائی فوج، بحری فوج، سامان جنگ کے کارخانے وغیرہ)۔

# جمہوریہ ترکیہ
# 1918ء-1939

## متارکہ کے نتائج:

محمد سادس سلطان (4۔جولائی۔یکم نومبر 1918ء) ترکی افواج کی شکست (4۔اکتوبر)۔انور پاشا اور طلعت پاشا ملک سے چلے گئے۔متارکہ مدروس (30 اکتوبر) قسطنطنیہ کا نظم ونسق اتحادیوں کی افواج نے سنبھال لیا (8 دسمبر)۔داماد فرید پاشا کی وزارت (7 مارچ 1919ء)۔اس کی پالیسی یہ تھی کہ فاتح طاقتوں سے تعاون کیا جائے۔

ادالیہ میں اطالیوں کا ورود (29۔اپریل)۔جنوبی ومغربی اناطولیہ پر قابض ہونے کے سلسلے میں یہ پہلا قدم تھا۔سمرنا میں یونانیوں کا ورود (14۔مئی)۔اتحادی اس ورود کی منظوری دے چکے تھے۔

## مصطفیٰ کمال پاشا:

پیدائش (1880ء)۔دردانیال کی جنگ اور شام کی آخری لڑائیوں کا ہیرو۔نہایت سرگرم قوم پرور۔ فوج نمبر 3 کے انسپکٹر کی حیثیت سے سمسون پہنچا (19۔مارچ 1919ء)۔اس نے ترکی کا مزید تجزیہ روکنے کے لیے فوراً مزاحمت کا بندوبست شروع کر دیا۔سلطان نے اس کی برطرفی کا حکم دے دیا (8۔جولائی)۔بعد ازاں قانون حفاظت سے بھی محروم کر دیا (11 جولائی)۔

مصطفیٰ کے زیر سرکردگی ارض دوم میں قوم پروروں کا اجتماع (23 جولائی۔6۔اگست)۔ سیواس میں فوجی مجلس کا اجتماع (4 ستمبر)۔اور اعلان سیواس (9 ستمبر)۔اس کا مفاد یہ تھا کہ ترک علاقے متحد رکھے جائیں۔اتحادیوں کو تصرف کا کوئی حق نہیں۔آرمینیا کی الگ ریاست منظور نہ کی جائے گی۔

## میثاق ملی:

13۔ستمبر کو میثاق ملی کا اعلان، جس کے چھ اصول تھے اور ان میں حق خود مختاری، قسطنطنیہ کی حفاظت، آبناؤں کا افتتاح، اقلیتوں کے حقوق اور غیر ملکیوں کے لیے مخصوص مراعات کی تنسیخ بھی شامل تھے۔

پارلیمنٹ کے انتخابات میں قوم پروروں کی کامیابی (اکتوبر) علی رضا کی وزارت جس نے قوم پروروں سے مصالحت کی پالیسی اختیار کی۔قسطنطنیہ میں پارلیمنٹ نے میثاق ملی کو اپنا لیا۔

(28 جنوری 1920ء)۔ قومی تحریک کو دبانے کی غرض سے جنرل ملنے (Mline) اور اتحادی فوج نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا۔ ساتھ ہی واضح کر دیا کہ اس شہر سے ترکوں کو محروم کرنا ہرگز منظور نہیں۔ اس اقدام کا اصل مدعا یہ ہے کہ آبناؤں کو کھلا رکھا جائے اور ارمنوں کی حفاظت کی جائے۔ قوم پروروں کی سرگرمیوں کو ہدف مذمت بنایا گیا اور بہتیروں کو جلاوطن کر دیا گیا۔

معاہدے سیورے:

داماد فرید پاشا نے وزارت بنائی۔ پارلیمنٹ توڑ دی گئی (11۔ اپریل)۔ قوم پروروں نے انگورہ (انقرہ) میں عارضی حکومت بنائی اور مصطفی کمال پاشا کو اس حکومت کا صدر تجویز کیا گیا۔ سویت روس کے ساتھ قوم پروروں کا فوجی معاہدہ جس کے ضروری سامان وغیرہ کی بہم رسانی یقینی ہوگئی (اپریل)۔

معاہدے سیورے قسطنطنیہ میں ترکی فوج کے حوالے کر دیا گیا (10 جون)۔ اس کی شرطیں یہ ہیں۔

(1) تمام غیر ترک علاقوں سے دستبرداری۔

(2) مملکت حجاز کی خودمختاری کا اعتراف۔

(3) شام اور فرانس کی حکم داری۔

(4) عراق بہ شمول موصل نیز فلسطین میں برطانیہ کی حکم داری۔

(5) سمرنا اور اس کے آس پاس کے علاقے کا انتظام پانچ سال تک یونانیوں کے حوالے رہے گا۔ بعد ازاں رائے عامہ معلوم کی جائے گی۔

(6) جزائر دوازدہ گانہ (ڈوڈیگانیز) اور جزیرہ روڈس اٹلی کو تھریس اور باقی ترکی جزیرے یونان کو دے دیئے گئے۔

(7) آرمینیا کی خودمختاری کا اعتراف۔

(8) آبنائیں بین الاقوامی رہیں گی اور ان کے آس پاس دونوں طرف کے علاقے کے فوجی استحکامات ختم کر دیئے جائیں گے۔

(9) قسطنطنیہ اور اس کے ساتھ تھوڑا سا علاقہ شتلجہ تک نیز اناطولیہ ترکوں کے پاس رہیں گی۔ سلطان کی طرف سے پرزور احتجاجات اور قوم پروروں کی طرف سے شدید مخالفت۔ انھیں عوام کی

طرف سے روز افزوں امداد ملنے لگی۔

یونانیوں نے قوم پروروں کے خلاف پیش قدمی شروع کردی (22 جون)۔لائڈ جارج نے بڑے زور شور سے ان کی حوصلہ افزائی کی۔وہ چاہتا تھا کہ ترکوں سے شرائط صلح منوانے کے لیے یونانیوں کو آلہ کار کے طور پر استعمال کرے۔یونانیوں نے ترکوں کو شکست دی (24 جون)۔اور بروصہ پر قبضہ کرلیا (9 جولائی) اورنہ (اڈریانوپل) یونانیوں کے حوالے (25۔جون)۔

حکومت قسطنطنیہ نے معاہدے سیورے پر دستخط کردیئے (10۔اگست)۔اس وقت سے قوم پروروں اور سلطانی حکومت کے درمیان قطعی طور پر انقطاع علائق سلسلہ شروع ہوگیا۔

## مصطفیٰ کمال کی جدوجہد:

جمہوریہ آرمینیا کے خلاف قوم پروروں کی مہم اور قارص پر قبضہ (22 اکتوبر)۔قوم پروروں نے قارص اور اردہان کے علاقے لے لیے اور ان کے پاس صرف اریوان کا صوبہ رہ گیا (جو بعد میں سویت روس کا جزو بن گیا)۔ساتھ ہی ارمنوں اور قوم پرور ترکوں کے درمیان معاہدہ صلح ہوگیا (دسمبر)

مجلس انقرہ نے قانون اساسی منظور کیا (21 جنوری 1921ء)۔اس کے مطابق قرار پایا کہ حکمرانی کے اصل مالک عوام ہیں۔پارلیمنٹ کا انتخاب بالغوں کے حق رائے کی بناء پر ہوگا۔ذمہ دار وزارت بنائی جائے گی اور صدر کو وسیع اختیارات حاصل ہوں گے۔

لندن میں کانفرنس (فروری)۔اس میں اتحادی طاقتوں نیز قسطنطیہ اور انقرہ کی حکومتوں اور یونان کے نمائندے شریک تھے۔تصفیہ کی کوشش ناکامی پر منتج ہوئیں۔

اٹلی سے مصطفیٰ کمال پاشا کا معاہدہ (13 مارچ)۔اس کی رو سے اٹلی نے اناطولیہ کا تخلیہ منظور کرلیا اور اسے اقتصادی مراعات دے دی گئیں۔اٹلی کی آخری فوج ترکی سے جون میں نکل گئی۔

سویت روس سے معاہدہ (16 مارچ)۔اس کے مطابق ترکوں نے باطوم چھوڑ دیا۔روس نے قارص اور ارادھن پر ترکوں کے قبضے کا اعتراف کرلیا۔

## مجاہد ترکوں کی جوانمردی:

یونان کی طرف سے نئے جارحانہ اقدام کا آغاز (23 مارچ)۔انھوں نے افیون قرہ حصار اور اس کی شہر پر قبضہ کرلیا (28۔30 مارچ)، لیکن ترکوں نے انھیں پیچھے دھکیل دیا (2 اپریل)۔جنگ کوتاہیہ (16۔17 جولائی)۔یونانی کوتاہیہ نیز افیون قرہ حصار اور اسکی شہر پر قابض ہوگئے۔

جنگ سقاریہ (24۔اگست۔16 ستمبر)۔ترکوں نے انتہائی جانبازی سے مدافعت کا انتظام کیا۔ یونانی انقرہ پہنچنے میں ناکام رہے۔ اگرچہ اتحادی طاقتوں نے اس جنگ میں غیر جانبداری کا اعلان کر دیا تھا اور بیچ بچاؤ کے لیے وہ کوشاں رہے لیکن لائڈ جارج جارحانہ اقدام میں یونانیوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔

معاہدہ قارص (13۔اکتوبر) ترکوں نے آرمینیا میں سویت جمہوریت تسلیم کر لی۔فرانس اور مصطفیٰ کمال پاشا کے درمیان مفاہمت (فرینکلن بوئلان مفاہمت 20۔اکتوبر)۔اس کے بعد سلیشیا میں مہینوں تک کشمکش کا سلسلہ جاری رہا، جسے فرانس نے خالی کر دینے کا عہد کر لیا تھا اور اس کے بدلے میں اقتصادی مراعات لے لی تھیں۔

## فاتحانہ اقدامات:

اب اتحادی طاقتیں معاہدہ سیورے میں ایک حد تک نظر ثانی پر راضی ہو گئیں اور انھوں نے یونانی و ترکی کا جھگڑا بھی ختم کرانے کی کوشش کی (26 مارچ 1922ء)۔ترکوں نے اس وقت تک متارکے سے انکار کر دیا ثالثی کی مزید کوشش (جون) بھی بے نتیجہ رہی۔

اتحادیوں نے یونانیوں کو الٹی میٹم دے دیا (29۔جولائی) اور قسطنطیہ پر قبضے کی ممانعت کر دی (29 جولائی)۔ترکوں کی جانب سے یونان کے خلاف جوابی جارحانہ اقدامات کا آغاز۔افیون قرہ حصار پر قبضہ (30□6 اگست)۔بروصہ پر قبضہ (5 ستمبر)۔یونانی فوجوں کی شکست فاش اور وہ بے ترتیبی سے ساحل کی طرف بھاگیں۔ترکوں نے سمرنا لے لیا (9۔11۔ستمبر)، جسے یونانی آگ لگا کر بڑی حد تک برباد کر چکے تھے۔

## لائڈ جارج کی ناکام جدوجہد:

لائڈ جارج نے مجاہد ترکوں کے مقابلے میں آبناؤں کو بچانے کے لیے اتحادی طاقتوں اور نو آبادیوں سے امداد کی اپیل کی۔فرانس اور اٹلی نے منفیانہ طرز عمل اختیار کیا۔نو آبادیوں میں سے صرف آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ نے اس معاملے سے ایک حد تک دلچسپی لی۔جنرل ہیرنگٹن (Harringtion) کے ماتحت انگریزی فوج چناق میں اتاری گئی (16 ستمبر)۔

مدانیہ کی کانفرنس اور مفاہمت۔اس میں ایک طرف اتحادیوں کے نمائندے تھے، دوسری طرف عصمت پاشا ترکوں کی نمائندگی کر رہے تھے (3۔11۔اکتوبر) اتحادی اس امر پر راضی ہو گئے کہ مشرقی تھریس اور ادرنہ (ایڈریا نوپل) ترکوں کو واپس کر دیے جائیں گے۔ترکوں نے بین الاقوامی نگرانی کے

ماتحت آبناؤں کو غیر مسلح رکھنا منظور کرلیا۔

مصطفیٰ کمال نے سلطنت کے خاتمے کا اعلان کر دیا (یکم اکتوبر)۔ سلطان محمد سادس برطانوی جنگی جہاز میں سوار ہو کر قسطنطنیہ سے بھاگ گیا۔ محمد سادس کے چچیرے بھائی عبدالحمید خاں کی خلافت کا اعلان (18۔نومبر)۔

## معاہدہ لوزان: 24 جولائی 1923ء

ترکوں اور اتحادیوں کے درمیان صلح کی غرض سے لوزان میں کانفرنس کا انعقاد (20 نومبر)۔ 4 فروری 1923ء کو کانفرنس تھوڑی دیر کے لیے رک گئی اس لیے کہ غیر ملکیوں کے خاص حقوق کی تنسیخ اور موصل کے درجے پر بہت گرم باتیں ہوئیں تھیں۔ 23 اپریل سے پھر اس کے اجلاس شروع ہو گئے اور 24 جولائی کو یہ پایہ اتمام پر پہنچی۔

جو معاہدہ ہوا وہ معاہدہ لوزان (Lzusanne) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے مطابق ترک ان تمام علاقوں سے دستبردار ہو گئے جن کی آبادی میں اکثریت غیر ترکوں کی تھی اور یہ دوران جنگ میں ترکوں کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔ مشرقی تھریس کا علاقہ دریائے مرطزا (Maritza) تک ترکوں کو مل گیا، اس کے ساتھ قرہ غاج بھی انھیں کے حوالے ہو گیا۔ امبروس (Imbros) اور ٹینی ڈوس[1] ترکی کو مل گئے اور بحیرہ ایجہ کے باقی تمام جزیرے یونان کو واپس کر دیئے گئے۔ اٹلی جزائر دوازدہ گانہ (ڈوڈیکانیز) پر قابض رہا اور قبرص برطانیہ نے سنبھال رکھا۔ غیر ملکیوں کے خاص حقوق منسوخ کر دیئے گئے۔ ترکوں نے وعدہ کیا کہ وہ عدالتی نظام کی اصلاح کریں گے۔ ترکوں نے اقلیتوں کی حفاظت کے معاہدے بھی منظور کر لیے، کوئی تاوان قبول نہ کیا۔ آبناؤں کے استحکامات ختم کر دیئے گئے اور اعلان ہو گیا کہ آبنائیں صلح و جنگ دونوں کے زمانے میں تمام قوموں کے لیے کھلی رہیں گی بشرطیکہ ترک غیر جانب دار رہیں۔ اگر ترک جنگ میں شریک ہو جائیں تو دشمنوں کے جہازوں کو داخلے کی اجازت نہ ہو گی غیر جانب دار ملکوں کے جہاز بدستور آتے جاتے رہیں گے۔

یونانیوں اور ترکوں کے درمیان ایک جداگانہ معاہدہ ہوا جس کے مطابق دونوں ملکوں نے اپنی اپنی آبادی کا جبری مبادلہ منظور کرلیا۔

قسطنطنیہ کا تخلیہ (23۔اگست)۔ اتحادی فوجیں نکل گئیں، ترکوں نے 6۔اکتوبر کو اس پر قبضہ کرلیا۔ دولت ملیہ ترکیہ کا آئندہ دارالحکومت انقرہ برقرار پایا (14۔اکتوبر) ترکی جمہوریت کا رسمی اعلان (29۔ اکتوبر)۔ مصطفیٰ کمال صدر تجویز ہوئے۔ عصمت پاشا وزیر اعظم بن گئے۔

## ترکی میں خلافت کی تنسیخ:

خلافت کی تنسیخ (3 مارچ 1924ء)۔خاندان عثمان کے تمام افراد جلا وطن کر دیئے گئے۔دستور کی منظوری (20۔اپریل)۔یہ قانونی اساسی کی تفصیلات پر مشتمل تھا۔موصل کی حیثیت کے متعلق انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جھگڑا (6۔اگست)۔معاہدہ لوزان میں اس معاملے کو غیر منفصل چھوڑا گیا تھا۔یہ جھگڑا جمعیت اقوام کے پاس تصفیے کے لیے پیش کر دیا گیا۔جمعیت اقوام کی کونسل نے عارضی خط (برسلز لائن) لگا دیا جو دونوں فریقوں کے درمیان حد قرار پایا۔اس کے مطابق موصل کا بڑا حصہ عراق کو مل گیا۔

کردستان میں زبردست بغاوت (فروری۔اپریل 1925ء)۔اس بغاوت کا مدعا یہ تھا کہ ترکی حکومت کی مذہبی پالیسی کی مخالفت کی جائے اور کردستان کے لے آزادی حاصل کی جائے۔اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے جدوجہد اور خونریزی ہوئی۔بغاوت کے لیڈروں کو موت کی سزا دی گئی۔اس بغاوت کی وجہ سے نیز مصطفیٰ کمال کے خلاف قاتلانہ اقدامات کے باعث صدر کے اختیارات بہت وسیع ہو گئے۔

تعدد ازواج کی تنسیخ اور قانون طلاق کا نفاذ (اگست)۔علماء کے حلقے توڑ دیئے گئے (2 ستمبر) یہ اقدام ان قدامت پسندوں کے لیے شدید ضرب کی حیثیت رکھتا تھا جو مصطفیٰ کمال کی اصلاحات کے مخالف تھے۔ترکی ٹوپی پہننے کی ممانعت (نومبر)۔عورتوں کے لیے برقعہ پہننا اختیار بنا دیا گیا لیکن رجحان یہ تھا کہ اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔جمعیت اقوام کی کونسل نے موصل کا آخری فیصلہ کر دیا (16 دسمبر)۔تیل کے بیش بہا چشمے اور بہت بڑا علاقہ عراق کو دے دیا گیا۔ترکوں کی طرف سے اس کے خلاف شدید احتجاجات۔سوویت روس کے ساتھ اتحاد (17۔دسمبر) اس کے مطابق گہرے سیاسی اور اقتصادی تعاون کا بندوبست ہو گیا۔

## نئے دیوانی اور فوجداری قوانین:

نئے دیوانی اور فوجداری قانون اور نئے تجارتی ضوابط کا نفاذ (جنوری و فروری 1926ء)۔یہ قوانین سوئٹزرلینڈ، اٹلی اور جرمنی کے نظاموں پر مبنی تھے۔برطانیہ سے معاہدہ (5 جون)۔اس کے رو سے موصل کا مسئلہ جمعیت اقوام کے فیصلے کے مطابق طے کر لیا گیا۔قانونی شادی (Civil Marriage) لازمی قرار دی گئی (یکم ستمبر)۔

انتخابات (2 ستمبر 1927ء)۔مصطفیٰ کمال کو پارٹی (خلق فرقہ سی یعنی حزب العلوم) کی طرف سے تمام امیدواروں کو نامزد کرنے کے اختیار دے دیا گیا۔گویا وہ پارٹی کے مختار کل بن گئے۔قومی مجلس

میں مصطفیٰ کمال کی تاریخی تقریر (15۔اکتوبر) اس تقریر میں قومی احیاء اور قومی تحریک کے مفصل حالات بیان کیے گئے۔ مصطفیٰ کمال کو بالاتفاق چار سال کے لیے صدر منتخب کر لیا گیا (یکم نومبر)۔

دستور کی وہ دفعہ منسوخ کر دی گئی جس کے مطابق اسلام کو دولت ترکیہ کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا (9۔اپریل 1928ء)۔ اٹلی کے ساتھ پانچ سال کے لیے غیر جارحانہ معاہدہ (30 مئی)۔ جن لوگوں کے پاس عثمانی قرضہ عامہ کے تمسکات تھے، ادائے قرضہ کے لیے ان کے ساتھ مفاہمت (3 جون)۔ ایران سے معاہدہ (15 جون)۔ لاطینی رسم الخط کے نفاذ کا حکم (3 نومبر) جس کا مفاد یہ تھا کہ پندرہ سال کے اندر یہ رسم الخط عام کر دیا جائے۔ پہلے اخبار اس رسم الخط میں نکلنے لگے، پھر کتابیں اسی رسم الخط میں چھپنے لگیں۔ چالیس سال سے کم عمر کے ترکوں کو ہدایت کر دی گئی کہ اس رسم الخط کے سیکھنے کے لیے سکولوں میں جایا کریں۔ عربی اور فارسی کے الفاظ تدریجاً ترکی زبان سے نکال دیے گئے۔

## بلغاریہ سے معاہدہ:

بلغاریہ سے معاہدہ (6 مارچ)۔ اس کے ذریعے سے متعدد متنازعہ فیہ مسائل طے ہو گئے۔ ترکی مصنوعات کی حوصلہ افزائی کے لیے بیرونی مال پر بھاری تحفظاتی محصول عائد کر دیے گئے (جون)۔ حکومت نے بڑی مستعدی سے غیر ملکیوں کو ترکی میں روپیہ لگانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور پہلے سے غیر ملکیوں کو جو ٹھیکے دیے گئے تھے وہ آہستہ آہستہ خود خرید لیے۔ کمیونسٹوں کے پراپیگنڈے کا انسداد (جون)۔ مصطفیٰ کمال نے روس کے ساتھ دوستی کے حدود پوری طرح واضح کر دیئے۔ روس کے ساتھ نیا معاہدہ (17۔دسمبر) جس میں 1925ء کے معاہدے کی میعاد بڑھا دی گئی اور اس کی بعض دفعات کی مزید وضاحت کر دی گئی۔

مختلف شہروں کے نام بدل دیئے گئے (28 مارچ 1930ء)۔ قسطنطنیہ کا نام استنبول رکھا گیا۔ انگورہ کا انقرہ، سمرنا کا ازمیر اور ایڈریانوپل کا ادرنہ وغیرہ۔

حزب مخالف کی تاسیس (مئی)۔ اس کا نام آزاد خیال جمہوری پارٹی رکھا گیا۔ علی فتحی لے اس کا لیڈر تھا۔ اس پارٹی کی اجازت بدیں غرض دی گئی کہ ملک کی سیاسی زندگی میں ایک نئی روح پیدا کی جائے۔ نئی پارٹی کا نصب العین یہ تھا کہ متوازن قومیت کے لیے کوشش کی جائے اور مغربی طاقتوں کے ساتھ تعاون کا سلسلہ بڑھایا جائے۔ انتخابات میں یہ پارٹی حد درجہ کمزور ثابت ہوئی لہٰذا علی فتحی نے اسے توڑ دیا۔ تاہم قومی مجلس میں آزاد نمائندوں کا ایک الگ گروہ بن گیا۔

کوہ ارارات کے پاس کردوں کی بغاوت (جون و جولائی)۔ ترکی اور ایران کے درمیان کشاکش۔

اس لیے کہ باغی ایران ہی سے تمام مخالفانہ کارروائیاں کر رہے تھے۔

یونان اور ترکی کے درمیان معاہدہ انقرہ (30 اکتوبر)۔اس کے مطابق ان لوگوں کی جائدادوں کے متعلق تصفیہ کرلیا گیا جو یونان یا ترکی سے نکال دیئے گئے تھے نیز بعض دوسرے مسائل کا فیصلہ ہو گیا۔ دونوں فریقوں نے موجودہ علاقائی حدود کا فیصلہ ہو گیا۔ دونوں فریقوں نے موجودہ علاقائی حدود کا اعتراف کرلیا اور یہ بھی فیصلہ ہو گیا کہ مشرقی بحیرہ روم کے اندر دونوں کی بحری قوت میں مساوات ہو گی۔

ایتھنز میں پہلی بلقان کانفرنس جس میں ترک بھی شریک ہوئے (اکتوبر)۔ترکوں نے یونان اور بلغاریہ میں مصالحت کے لیے سرگرمی سے کام کیا اور بلقانی طاقتوں میں ایک گونہ اتحاد قائم ہو گیا۔

سمرنا کے نزدیک درویشوں کی بغاوت (23 دسمبر)۔اس وجہ سے اصلاحات کی مخالفت کو توڑنے کے لیے مزید ذرائع اختیار کیے گئے۔اٹھائیس لیڈروں کو موت کی سزا دے دی گئی۔

## روس کے ساتھ معاہدہ:

روس کے ساتھ معاہدہ (8 مارچ 1931ء)۔اس کے رو سے طے ہو گیا کہ فریقوں میں سے کوئی بھی بحیرہ اسود کے بیڑے میں اس وقت تک کوئی اضافہ نہ کرے گا جب تک اضافے سے چھ ماہ پیشتر فریق ثانی کو اطلاع نہ دے دے۔ مصطفیٰ کمال کو دوبارہ چار سال کے لیے بالاتفاق پریزیڈنٹ چن لیا گیا (4 مئی)۔ روسی نمائندہ لٹوی ناف (Litvinov) انقرہ آیا۔ترکی اور روسی معاہدے میں پانچ سال کے لیے تجدید (30 اکتوبر)۔استنبول میں دوسری بلقانی کانفرنس (20-26ء اکتوبر)۔ترکی اور ایران سرحد کے جھگڑے کا فیصلہ (23۔جنوری 1932ء)۔ترکی کا وزیر خارجہ توفیق رشدی روما گیا (25 مئی)۔اٹلی کے ساتھ معاہدے میں پانچ سال کی توسیع اور دونوں ملکوں کے درمیان تجارت کو فروغ دینے کے لیے انتظامات۔ترکی نے جمعیت اقوام میں شامل ہونے کی دعوت منظور کرلی (18۔جولائی)۔عثمانی قرضہ ادا کرنے کے لیے نیا انتظام (22۔اپریل 1933ء)۔قرضے کی رقم دس کروڑ ستر لاکھ ترکی پونڈ سے گھٹا کر اسی لاکھ ترکی پونڈ کر دی گئی۔ترکی اور یونان کے درمیان دس سال کے لیے معاہدہ کہ کوئی ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے گا۔

## پنج سالہ منصوبہ:

صنعت و حرفت کی ترقی کے لیے پنج سالہ منصوبہ (جنوری 1934ء)۔اس منصوبے کے مطابق جن صنعتوں کا انتظام ہونے والا تھا ان میں سے زیادہ تر تی مالک حکومت تھی۔کساد بازاری کی وجہ سے سخت کفایت شعاری لازمی ہو گئی۔بایں ہمہ زراعت اور معدنیات کی حوصلہ افزائی کی گئی نیز ریلوں اور سڑکوں کی

تعمیر جاری رہی۔

معاہدہ بلقان (9 فروری)۔ یہ معاہدہ ترکی، یونان، رومانیہ اور یوگوسلاویہ کے درمیان ہوا، بلغاریہ نے اس میں شمولیت سے انکار کر دیا۔ چاروں ملکوں نے بلقان میں ایک دوسرے کے حدود کا احترام کا اقرار کر لیا اور وعدہ کیا کہ بلقان میں سے جس ملک نے اس معاہدے پر دستخط نہیں کیے، اس کے خلاف باہم گفت وشنید کے بغیر کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔

بحیرہ روم میں اٹلی کی پالیسی کے متعلق بے اعتمادی کے باعث سرگرم فوجی تیاریوں کا آغاز (مئی)۔

عورتوں کو حق رائے دے دیا گیا (14۔دسمبر) اور انھیں قومی مجلس میں بیٹھنے کی اجازت مل گئی (مارچ 1935ء میں سترہ عورتیں ممبر منتخب ہوئیں)۔

فیصلہ ہو گیا کہ آئندہ ہر شخص خاندانی نام استعمال کرے (یکم جنوری 1935ء)۔ قومی مجلس کے ایماء پر مصطفیٰ کمال نے کمال اتاترک (بابائے ترکان) نام اختیار کیا۔ کمال اتاترک مزید چار سال کے لیے صدر منتخب ہو گیا (یکم مارچ)۔

حکومت ترکی نے معاہدہ لوزان کے دستخط کنندوں سے اپیل کی کہ آبناؤں کو از سر نو مستحکم کر لینے کی اجازت دی جائے (11۔اپریل 1936ء)۔ یہ اپیل حبشہ پر اٹلی کے حملے سے نازک صورت حال پیدا ہو جانے کا نتیجہ تھی اور ترکوں نے اس سلسلے میں جمعیت اقوام کے مسلک کی حمایت کی تھی۔ مانٹرو میں بین الاقوامی کانفرنس (20 جولائی)۔ ترکوں کی درخواست منظور کر لی گئی۔ اٹلی نے ووٹ دینے سے احتراز کیا۔ یوں آبنائیں از سر نو حکومت ترکیہ کے کنٹرول میں چلی گئیں۔

## فرانس اور ترکی کی رضامندی:

جمعیت اقوام کی کونسل نے فرانس اور ترکی کی رضامندی کے بعد اسکندرونہ کی سنجق کے متعلق اساسی قانون منظور کر لیا۔ یہ قانون ترکی کی اپیل پر غیر جانبدار ماہرین نے تیار کیا تھا۔ اس سنجق کی چالیس فیصد آبادی ترکوں پر مشتمل تھی، فرانس اور ترکی کے درمیان اکتوبر 1921ء میں جو معاہدہ ہوا تھا اس میں سنجق کے انتظام کے لیے ایک خاص بندوبست کیا گیا تھا۔ فرانس اور شام کے معاہدے (ستمبر 1936ء) کے بعد صورت بہت نازک ہو گئی اس لیے کہ معاہدہ مذکورہ میں شام کو آزاد کر دینے کا عہد کیا گیا تھا۔ نئے انتظام کا مفاد یہ تھا کہ علاقے میں فوجی استحکامات نہ رہیں، اسے خود اختیاری نظام حکومت مل جائے اور ترک آبادی کے خاص حقوق تسلیم کیے جائیں۔ لیکن آئندہ انتخابات کے سلسلے میں فسادات جاری رہے۔

ترکی، ایران، عراق اور افغانستان کے درمیان ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا میثاق (9 جولائی)۔

اس میثاق کے رو سے ترک ایشیائی سمت میں محفوظ ہو گئے جس طرح میثاق بلقان کے مطابق یورپی سمت میں محفوظ ہوئے تھے، نیز واضح ہو گیا کہ مشرقی یورپی سمت میں محفوظ ہوئے تھے، نیز واضح ہو گیا کہ مشرقی یورپ اور مغربی ایشیا کے امن کے سلسلے میں ترکی کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

مصطفیٰ کمال کے گہرے رفیق عصمت اینونو کا استعفیٰ (25۔اکتوبر)۔وہ 1925ء سے وزیر اعظم چلا آتا تھا۔اس کی جگہ جلال بے بایار وزیر اعظم بنا جو اپنی اقتصادی صلاحیتوں کی بنا پر حکومت کے وسیع صنعتی اور زراعتی پروگرام کا انتظام بہتر طریق پر کر سکتا تھا۔اسکندرونہ میں نازک حالات (7دسمبر)۔ترکی حکومت نے شام کے ساتھ دوستی کا معاہدہ (30 مئی 1926ء) منسوخ کر دیا۔حکومت فرانس نے ایک فوجی مشن انقرہ بھیجا۔ایک دوسرے کے خلاف تلخ الزامات اور جنگی دھمکیوں کے بعد آخر فیصلہ ہو گیا۔

## ترکوں اور فرانسیسیوں کا معاہدہ:

ترکوں اور فرانسیسیوں کا معاہدہ (3۔جولائی 1938ء) اس کے مطابق دونوں فریقوں نے انتخابات کی نگرانی کے لیے اسکندرونہ کی سنجق میں اڑھائی اڑھائی ہزار فوج بھیج دی۔ترک 5 جولائی کو سنجق میں داخل ہوئے۔ستمبر کے انتخابات میں ترکوں نے چالیس نشستوں میں سے بائیس نشستیں حاصل کیں۔اسکندرونہ میں خود اختیاری جمہوریت کے قیام کا فیصلہ ہو گیا (2 ستمبر)۔ترک بہ ظاہر پورے اختیارات کے مالک بن گئے اور جمہوریت کی حیثیت محض رسمی رہ گئی۔

کمال اتاترک کی وفات (10۔نومبر)۔جمہوریت کے بانی اور اس کے صدر کمال اتاترک نے 10 نومبر کی وفات پائی۔11۔نومبر کی قومی مجلس نے بالاتفاق عصمت اینونو کو صدر منتخب کر لیا۔

## برطانیہ اور ترکی کے درمیان معاہدہ:

برطانیہ اور ترکی کے درمیان باہم امداد کا معاہدہ (12 مئی)۔اس کا مفاد یہ تھا کہ اگر ترکی پر حملہ ہو یا بحیرہ روم کے حلقے میں جنگ چھڑ جائے تو دونوں فریق ایک دوسرے کو امداد دیں گے۔اگرچہ جرمنی کے ساتھ ترکی کے گہرے اقتصادی تعلقات تھے، لیکن حکومت ترکیہ نے اپنے آپ کو برطانوی بلاک سے وابستہ کر لیا تاکہ بلقان میں جرمنی کی توسیع روکی جا سکے۔فرانس کے ساتھ بھی اسی قسم کے معاہدے کے لیے گفت و شنید شروع ہو گئی جس کی کامیابی کا امکان تھا، اس لیے کہ فرانس اسکندرونہ سے دستبرداری پر آمادہ تھا اور یہ علاقہ ترکوں کے حوالے ہوتا تھا۔

23۔جون کو فرانس اور ترکی کے درمیان ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا معاہدہ ہو گیا۔فرانس نے

اسکندریہ ترکی کے حوالے کر دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ اس وقت سے جمہوریہ ترکیہ مغربی طاقتوں کی ہم نوا بن گئی۔

## ترکی اور روسی معاہدے کا خاتمہ:

سوویت یونین (روس) نے 1925ء کا ترکی اور روسی معاہدہ ختم کر دیا، جس میں فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف حملہ نہ کرنے کا اقرار کیا تھا (19 مارچ 1945ء)۔ ترکی نے بعدازاں روس کی طرف سے بعض علاقوں کا مطالبہ مسترد کر دیا نیز یہ مطالبہ بھی نہ مانا کہ بحیرہ اسود کی طاقتیں معاہدہ مانٹرو پر نظر ثانی کریں۔

حزب مخالف کے لیے پے در پے مطالبے۔ حکومت نے حزب جمہوریہ کو تسلیم کر لیا جس کا رئیس سابق وزیر اعظم جلال بایار تھا (8 جنوری 1946ء)۔ عام انتخابات میں نئی پارٹی نے چھیاسٹھ نشستیں حاصل کیں۔ حکومت کی پارٹی (خلق فرقہ سی یا حزب عوام) کو تین سو پچانویں نشستیں ملیں۔ حزب عوام کی طرف سے سراج اوغلو کی جگہ رسپ پیکر وزیر اعظم بنا (3۔ اگست) عصمت اینونو دوبارہ صدر منتخب ہوا۔ (5۔ اگست)۔

12 مارچ 1947ء کو پریذیڈنٹ ٹرومین نے ترکی کو فوجی اقتصادی امداد دینے کا پروگرام شائع کیا۔

10 ستمبر کو حسن سقا نے نئی وزارت بنائی۔

جمہوریت کی طرف ترکی کی رفتار ست تھی اور پہلے سے یہی اُمید تھی۔ حکومت کی پارٹی (خلق فرقہ سی) اختیارات کی اجارہ داری ترک کرنے پر راضی نہ تھی۔ چنانچہ صدر عصمت اینونو کو بار بار خلق فرقہ سی اور حزب جمہوریہ کے درمیان ثالث بن کر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ آخر الذکر کو بھی کچھ اختیارات دیے جائیں۔ تدریجاً انتخابی نظام میں اصلاح ہوئی۔ پولیس کے اختیارات محدود کر دیئے گئے اور شہری حقوق بحال ہو گئے۔ مذہبی تعلیم 1923ء میں بند کی گئی تھی۔ مئی 1908ء میں پھر اسے پرائمری مدارس میں جاری کیا گیا۔ ممالک غیر سے تعلقات کے سلسلے میں قابل ذکر امر یہ ہے کہ برطانیہ اور فرانس سے حملہ نہ کرنے کے جو معاہدے ہوئے ہیں، ان کا اعادہ کیا گیا، البتہ روس سے تعلقات میں ایک گونہ افسردگی پیدا ہو گئی۔

24 مارچ 1950ء میں اٹلی کے ساتھ دوستی اور مصالحت کا معاہدہ ہوا۔ 14 مئی 1950ء میں عام انتخابات ہوئے جن سے ترکی میں جمہوریت کی بحالی مسلم ہو گئی۔ حزب جمہوریہ کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔ چار سو سات نشستیں اسے ملیں اور حزب عوام (خلق فرقہ سی) صرف انہتر نشستوں پر قابض ہو سکا۔ جلال بایار صدر منتخب ہوا اور عدنان مندرس وزیر اعظم بنا۔ 20 ستمبر 1950ء ترکی نے ساڑھے چار ہزار کا جیش کوریا میں انجمن اقوام متحدہ کی فوج کے لیے بھیجا۔

# شام، فلسطین اور اُردن

## شام و لبنان

### فرانسیسی بیڑے کا بیروت پر قبضہ:

5 اکتوبر 1918ء کو ایک فرانسیسی بیڑے نے بیروت پر قبضہ کر لیا۔ بعد ازاں وہاں برطانوی فوج پہنچ گئی۔ امیر فیصل نے شام کی ایک جداگانہ دولت کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ 2 جولائی 1919ء کو دمشق میں ایک قومی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ اس میں شام کی آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ ساتھ ہی کہہ دیا کہ اگر یہ منظور نہ ہو تو شام کو امریکہ یا فرانس کی حکمداری میں دیا جائے۔

15 ستمبر 1919ء کو برطانیہ نے کنٹرول فرانس کے حوالے کر دیا۔ جنرل گورا (Gourand) 9 اکتوبر کو فرانس کی طرف سے ہائی کمشنر مقرر ہوا۔ دسمبر میں عربوں اور فرانسیسیوں میں لڑائی ہوئی۔ 8 مارچ 1920ء کو شام کی قومی مجلس نے دوبارہ کامل آزادی کا اعلان کیا۔ 11 مارچ 1920ء کو فیصل کی بادشاہی کا اعلان کر دیا گیا۔ برطانیہ اور فرانس نے بادشاہی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ سپریم کونسل نے شام کی حکمداری فرانس کے حوالے کر دی۔ 25 اپریل کو جمعیۃ اقوام نے اس کی منظوری دے دی۔ 25 جولائی کا فرانسیسیوں نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ فیصل کو معزول کر دیا گیا اور وہ فرار پر مجبور ہو گیا۔

فرانس نے ملک کا از سر نو انتظام کیا۔ حلب، دمشق اور علوی صوبے، یہ علاقے ایک حد تک خود مختار تھے اور ان کے درمیان گہرا وفاق نہ تھا سب کا حکم اعلیٰ فرانسیسی ہائی کمشنر تھا۔ لبنان کو الگ درجہ دے دیا گیا۔ 23 ستمبر کو فلسطین، عراق اور شام کی سرحدوں کے متعلق فرانس و برطانیہ میں مفاہمت ہو گئی۔

### 1921ء سے 1925 تک کے واقعات:

4 مارچ 1921ء کو جبل دروز کا پانچواں صوبہ، اسے بھی اندرونی لحاظ سے خود مختار تسلیم کر لیا گیا۔
20 اکتوبر 1921ء کو مصطفیٰ کمال سے مفاہمت اور ترک قوم پروروں سے جنگ کا اختتام ہو گیا۔
4 مارچ 1923ء کو سنجق اسکندرونہ کی علیحدگی اور اس کے لیے خود اختیاری کا اعلان کر دیا گیا۔ جنرل ویگان (Weygand) ہائی کمشنر مقرر ہوا۔
یکم جنوری 1925ء کو دمشق اور اور حلب کا اتحاد اور دولت شام کی تشکیل ہوئی۔ 2 جنوری 1925ء

جنرل سرائل (Sarrail) ہائی کمشنر مقرر ہوا۔ 29 فروری کو جمعیۃ عوام کی تنظیم ہوئی۔ یہ ایک قومی جمعیت تھی جس کا نصیب العین یہ تھا کہ شام کو متحد رکھا جائے اور آزادی دلائی جائے۔ 2 اپریل 1935ء کو اسکندرونہ کے متعلق ترکوں سے مفاہمت ہوئی۔ 11 جولائی 1925ء کو دروزی سرداروں کی گرفتاری ہوئی جنھیں دمشق کی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ دروزیوں نے فرانس پہ یہ الزام لگایا کہ وہ مسیحیوں کے ساتھ خاص مراعات کا برتاؤ کر رہے ہیں۔

18 جولائی 1925ء، جون 1927ء میں دروزیوں کی زبردست بغاوت سامنے آئی، سلطان پاشا اس بغاوت کا سالار تھا۔ انھوں نے دیہاتی علاقوں پر اقتدار قائم کر لیا اور شہروں پر بھی حملے شروع کر دیے۔ فرانس باغیوں کی لاشیں منظر عام پر رکھیں۔ 14 اکتوبر کو اس وجہ سے دمشق میں بغاوت ہوئی۔ فرانسیسی شہر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ دمشق پر اڑتالیس گھنٹے تک مسلسل گولہ باری ہوئی 18 اکتوبر کے بعد ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کی یورش ہوئی۔ 6 نومبر کو ہنری ڈی جورنیل (Henry de Jouvenel) ہائی کمشنر مقرر ہوا۔

## 1926ء سے 1932ء تک کے واقعات:

7 مئی 1926ء کو دمشق پر دروزیوں کا دوسرا حملہ ہوا۔ اس وجہ سے 8 سے 19 مئی تک فرانسیسیوں نے شہر پر دوبارہ گولہ باری شروع کر دی۔ 23 مئی کو لبنان میں فرانسیسیوں کی جانب سے جمہوریت کا اعلان کر دیا گیا۔ 12 اکتوبر 1926ء کو ہنری پرنسٹ (Henry Ponsot) ہائی کمشنر مقرر ہوا۔ جون 1927ء میں وسیع مہم کے بعد دروزی بغاوت کا خاتمہ ہوا۔ بغاوت کے لیڈر شرقی اردن چلے گئے۔

8 جون 1928ء کو فرانسیسیوں نے ایک دستور ساز اسمبلی بلائی۔ اس میں قوم پروروں کو بڑی اکثریت حاصل تھی اس نے جو دستور بنایا، اس میں فرانس کی حکمداری کو قطعاً تسلیم نہ کیا گیا۔ لہٰذا فرانسیسی ہائی کمشنر نے اسے مسترد کر دیا اور اسمبلی کا اجلاس روک دیا۔

5 فروری 1929ء کو دستور ساز اسمبلی غیر معین طور پر ملتوی ہو گئی۔ 22 مئی 1930ء کو ہائی کمشنر نے خود ایک دستور بنا کر پیش کیا۔ اس کے مطابق جمہوریہ شام کا اعتراف کیا گیا۔ ایک پارلیمنٹ بنائی گئی جس کے تمام ممبر انتخاب کے ذریعے سے چنے گئے۔ اس کی معیاد چار سال رکھی گئی۔

پارلیمنٹ پانچ سال کے لیے انتخاب صدر کی مجاز تھی۔ لاذقیہ (Latakia) میں ایک جمہوریت بنا دی گئی۔

جنوری 1932ء میں انتخابات ہوئے، فرانسیسیوں کے دباؤ کے ماتحت اکثریت اعتدال پسندوں کو حاصل ہوئی۔ پارلیمنٹ نے احمد علی بے العابد کو صدر چنا۔ فرانسیسیوں نے یہ انتخاب منظور کر لیا۔

## 19333ء سے 1936ء تک کے واقعات:

جولائی 1933ء میں دمیان دی مارٹل (Damian de Martal) ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔
16 نومبر کو فرانس کے ساتھ معاہدہ طے پایا جس میں برطانیہ اور عراق کے معاہدے کا انداز اختیار کیا گیا۔ شام نے فرانس کے ساتھ پچیس سال کے لیے اتحاد منظور کر لیا۔ اس دوران میں فرانس کو فوج، مالیات اور امور خارجہ میں وسیع کنٹرول دے دیا گیا۔ یہ معاہدہ دوسری شامی ریاستوں پر عائد نہ ہوتا تھا۔ فرانس نے وعدہ کیا کہ چار سال کے اندر اندر شام کے لیے جمعیت اقوام میں داخلے کی حمایت کرے گا۔

3 نومبر 1934ء میں پارلیمنٹ کا غیر معین التوا ہوا۔ اس لیے کہ معاہدے کی مخالفت شروع ہوگئی تھی۔ اعتراض اس امر پر تھا کہ دوسری شامی ریاستوں کو علیحدہ کیوں رکھا گیا اور فرانس کو کیوں مسلسل کنٹرول کا اختیار دیا گیا۔ ساتھ ہی ہنگامے برپا ہو گئے۔

جنوری 1936ء میں زبردست قومی شورش اور بدنظمی کے بعد جمعیت ملی (قائم شدہ 1935ء) توڑ دی گئی۔ زیادہ تر شہروں کے اندر بازاروں میں لڑائیاں، اس کے بعد مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا۔ شام میں ہمہ گیر ہڑتال ہوگئی۔ آخر فرانسیسی ایک قومی وزارت کی ترتیب کے لیے اجازت دینے پر مجبور ہو گئے۔

9 ستمبر 1936ء میں فرانس و شام کے درمیان دوستی اور اتحاد کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدے کی تصدیق 26 دسمبر کو ہوئی۔ حکمداری کا نظام تین سال میں ختم ہو جائے گا۔ شام جمعیت اقوام کا رکن بن جائے گا۔ جبل دروز، علوی اور اسکندرونہ، کو دولت شام میں شامل کیا جائے گا لیکن ان کی خاص حیثیت قائم رہے گی۔ لبنان کو علیحدہ رکھا جائے گا۔ 13 نومبر کو لبنان اور فرانس کے درمیان بھی ایک معاہدہ ہو گیا۔

### اسکندرونہ میں فسادات:

16 اکتوبر 1936ء کو اسکندرونہ میں فسادات کا آغاز ہوا۔ اس لیے وہاں کے ترکوں کو نئے انتظام کے خلاف احتجاجات شروع کر دیئے تھے۔ ترکی مداخلت کے باعث مسئلے نے نازک صورت اختیار کر لی۔ آخر جمعیت اقوام نے فرانس اور ترکی کے درمیان ایک جداگانہ مفاہمت کے ذریعے سے اس مسئلے کو ختم کر دیا۔

30 نومبر 1936ء کو انتخابات ہوئے، جن میں قوم پروروں کو زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔
21 دسمبر کو اس پر ایک نئے صدر اور نئے وزیر اعظم کا تقرر ہوا۔ لبنان کا دستور بھی چند سال پیشتر معطل کیا گیا تھا۔ اس کی بحالی 4 جنوری 1937ء کو ہوئی۔ شمالی و شرقی شام میں جولائی، اگست میں کردوں نے بغاوت

کردی۔ وہ خود مختاری اور جداگانہ حیثیت کے دعوے دار تھے۔ ہوائی قوت کے وسیع استعمال سے یہ تحریک دبا دی گئی۔ بلدان میں 8 ستمبر 1937ء میں عربوں کے اتحاد کی کانگریس بلائی گئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ فلسطین میں عربوں کے مسئلے کا حل تلاش کرے۔ 1936ء میں فلسطینی عربوں نے جو بغاوت کی اس کے دوران میں شام ان کی سرگرمیوں کا مرکز بنا رہا۔

## یورپ کی دوسری بڑی جنگ:

1939ء میں یورپ کی دوسری بڑی جنگ شروع ہوگئی اس وجہ سے تمام معاملات نے دوسری صورت اختیار کرلی۔

فرانس، جون 1940ء میں جرمنی کے سامنے ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگیا۔ وہاں مارشل پیتان (Petain) کی سرکردگی میں ایسی حکومت قائم ہوئی جو بالکل جرمنی کے زیر اثر تھی۔ اگر فرانس کے بیرونی مقبوضات کو سنبھالا نہ جاتا تو وہ بھی جرمنی کے زیر اثر چلے جاتے اور برطانیہ یا اس کے حلیف امریکہ کو بڑی مشکلات پیش آتیں۔ فرانسیسیوں کے جس گروہ نے آزادی کا جھنڈا بلند رکھا، ان کے تعاون سے جہاں دوسرے فرانسیسی مقبوضات کو جرمنی کی دستبرد سے محفوظ رکھا گیا، وہاں شام کو بھی بچانے کی سخت ضرورت محسوس ہوئی، اس لیے کہ جرمنی کارندوں نے کام شروع کر رکھا تھا اور جو فرانسیسی کارکن یا فرانسیسی فوجی شام میں بیٹھے تھے، وہ مارشل پیتان کی حکومت کے زیر ہدایت کسی وقت بھی اپنے آپ کو جرمنوں کے حوالے کرسکتے تھے۔

برطانیہ اور آزاد فرانس کے حکومت مل کر فلسطین، شرق اردن اور عراق سے شام پر حملہ کیا۔ تھوڑی ہی مدت میں پورے ملک پر قبضہ کرلیا گیا۔ اہل شام کے ساتھ پہلے ہی آزادی کا پختہ وعدہ کرلیا گیا تھا۔ 17 ستمبر 1943ء کو آزاد فرانس کی حکومت نے آزادی کا اعلان کردیا۔ انتخابات ہوئے، محمد تاج الدین الحسینی کو صدر بنایا گیا۔ اس کی وفات کے بعد شکری القوتلی صدر بنے۔

## فوجوں کا انخلاء:

جنگ ختم ہوگئی، دسمبر 1945ء کو فرانس اور برطانیہ کی فوجوں نے شام سے نکل جانے کا عہد کیا اور 15 اپریل 1946ء کو فوجوں کا انخلاء مکمل ہوگیا۔ بالغوں کے حق رائے دہی کے تحت پہلا انتخاب 2 جولائی 1947ء کو ہوا۔ حکومت کو کم ووٹ ملے۔ شکری القوتلی صدر کی ہدایت کے مطابق جمیل مردم بہ دستور وزیراعظم رہا۔ 18 اپریل 1948ء کو اچانک فوجی انقلاب آیا۔ فوج کے چیف آف دی سٹاف زعیم

حسنی نے حکومت کا تختہ الٹ دیا اور 23 جون 1948ء کو خود صدر بن گیا۔ 14 اگست کو دوسرا انقلاب ہوا۔ زعیم حسنی کی گرفتاری اور سزائے موت ہوئی۔ 14 دسمبر کو ہاشم العطاسی صدر منتخب ہوا۔ 19 دسمبر کو تیسرا انقلاب رونما ہوا، حکومت کے بعض ممبروں پر الزام کہ وہ عراق سے اتحاد کے لیے ساز باز کر رہے ہیں۔ 4 ستمبر 1950ء کو نیا دستور منظور ہوا جس کے مطابق صدر کے اختیارات محدود کر دیے گئے۔

## لبنان:

فرانس اور برطانیہ نے 10 مارچ 1946ء کو واپسی کا فیصلہ کیا اور 31 اگست کو واپسی مکمل ہوگئی۔ 25 مئی 1947ء کے انتخابات میں حکومت کو پچپن نشستوں میں سے انچاس ملیں۔ لیکن ان انتخابات کے غیر جانبداری کو محل نظر قرار دیا گیا۔ بشار الخوری جو پہلے صدر تھا، دوبارہ چھ سال کے لیے صدر منتخب ہوا۔ 23 مارچ 1949ء کو لبنان نے اسرائیل سے متارکہ کر لیا۔ جس کے مطابق لبنان پر اسرائیلی یورش ختم ہوگئی۔

# فلسطین و مشرقی اُردن

## برطانیہ، فرانس اور روس کا خفیہ معاہدہ:

26 اپریل 1916ء کو برطانیہ، فرانس اور روس کا خفیہ معاہدہ ہوا کہ فلسطین میں بین الاقوامی حکومت قائم کی جائے گی۔ اعلان بالفور 2 نومبر 1917ء، اس میں بتایا گیا کہ حکومت برطانیہ فلسطین میں یہودیوں کے لیے قومی وطن قائم کرنے کو مستحسن سمجھتی ہے اور اس مقصد میں سہولتیں پیدا کرنے میں کوئی دقیقہ بھی اُٹھا نہ رکھے گی۔ لیکن واضح رہے کہ ایسی کوئی بات نہ کی جائے جس سے فلسطین کی غیر یہودی آبادیوں کے موجودہ مذہبی یا شہری حقوق پر کوئی زد نہ پڑے۔

9 دسمبر کو برطانوی فوج کا قبضہ یروشلم پر ہوا۔ سپریم کونسل نے فلسطین اور شرق اردن کی حکمداری 25 اپریل 1920ء کو برطانیہ کے حوالے کی تھی۔ مجلس اقوام نے 24 جولائی 1922ء کو اس کی تصدیق کی۔ یہ بھی طے ہو گیا کہ اعلان بالفور کی شرطوں کو لباس عمل پہنایا جائے۔ البتہ شرق اردن اس اعلان کی حدود سے مستثنیٰ ہوگا۔ فلسطین میں سول حکومت کا آغاز کیم جولائی کو ہوا۔ سر ھربرٹ سیموئیل کو ہائی کمشنر بنایا گیا۔

## قانون ساز مجلس کا مطالبہ:

فروری 1921ء میں عربوں کے ایک اجتماع میں قانون ساز مجلس کا مطالبہ کیا گیا۔ کیم اور دو مئی کو یہودیوں کے خلاف خوفناک ہنگامے شروع ہو گئے۔ عربوں نے یہودی تارکان وطن کے داخلے اور یہودی فرموں کی طرف خرید اراضی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔

کیم ستمبر کو ہائی کمشنر کی طرف سے ایک دستور کا نفاذ ہوا۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ ایک ہیئت حاکمہ (ایگزیکٹو کونسل) مقرر کی جائے۔ اس کے ساتھ ایک قانون ساز مجلس ہو، جس کے کچھ ممبر چناؤ کے ذریعے سے لیے جائیں۔ عربوں نے قانون ساز مجلس کے لیے ووٹ دینے سے انکار کر دیا لہٰذا دستور پر عمل نہ ہو سکا اور حکومت کا کاروبار ہیئت حاکمہ کی طرف سے جاری ہوا۔

مشرقی اردن میں ایک خود مختار حکومت کی تنظیم 26 اپریل 1923ء کو ہوئی۔ جس کا فرمانروا کیم اپریل 1921ء کو امیر عبداللہ بن حسین (شریف مکہ) تھا۔ یروشلم میں لارڈ بالفور نے عبرانی یونیورسٹی کا کیم

اپریل 1925ء کو افتتاح کیا۔ یکم جولائی کو فیلڈ مارشل بلومر کو ہائی کمشنر بنایا گیا۔

## مشرقی اُردن کی خود مختاری کا اعتراف:

20 فروری 1925ء کو مشرقی اردن کی خود مختاری کا اعتراف کرلیا گیا۔ برطانیہ نے صرف فوجی اور ایک حد تک مالی کنٹرول قائم رکھا۔ 6 جولائی کو سرجان چانسلر ہائی کمشنر مقرر ہوئے۔ یہودیوں پر پہلا وسیع حملہ اگست 1929ء میں ہوا جب بہت سے یہودی مارے گئے۔ تنازعہ کا باعث دیوار گریہ تھی، جسے یہودی استعمال کرنے پر مصر تھے[1]۔ سروالٹر شا کی سرکردگی میں جو تحقیقاتی کمیشن بھیجا گیا تھا، اس کی رپورٹ 31 مارچ 1930ء کو منظر عام پر آئی۔ اس رپورٹ میں جھگڑے کی وجہ یہ بتائی گئی کہ عربوں کو یہودیوں سے سخت نفرت ہے اور وہ (عرب) آزادی نہ ملنے کے باعث سخت مایوس ہیں۔ ایک ہدایت نامہ جاری کیا گیا کہ یہودیوں کا داخلہ محدود کردیا جائے۔ اس پر یہودیوں کی طرف سے احتجاجی ہڑتال 17 مئی کو ہوئی۔ جمعیت اقوام نے حکمداری کا جو کمیشن مقرر کیا تھا، عربوں اور یہودیوں کے تصادم کی نسبت اس کی رپورٹ 25 اگست کو موصول ہوئی۔ اس میں برطانوی نظم ونسق پر سخت اعتراضات کیے گئے تھے کہ پولیس کی حفاظت کا انتظام ناکافی تھا۔

سرجان ہوپ سمپسن کی رپورٹ کے بعد پاس فیلڈ کی رپورٹ 20 اکتوبر کو سامنے آئی۔ اس میں اس امر پر زور دیا گیا کہ جن عربوں کے پاس زمینیں نہیں ان کی حالت روز بروز بگڑ رہی ہے۔ زمین کی بھوک بڑھ رہی ہے۔ سفارش یہ کی گئی کہ جب تک عربوں کو زمینیں نہ مل چکیں، یہودیوں کو خرید اراضی کی ممانعت کردی جائے اور جب تک عربوں میں بے روزگاری باقی ہے، یہودیوں کا داخلہ بند کردیا جائے۔

پاس فیلڈ کی رپورٹ پر برطانوی پارلیمنٹ میں گرما گرم بحث ہوئی۔ حکومت برطانیہ نے اعلان کیا کہ پالیسی میں تغیر کا کوئی خیال نہیں، لیکن یہودیوں کا اعتماد بری طرح زائل ہوگیا۔

## یہودیوں کے داخلے پر پابندی میں نرمی:

سرآرتھر واشوپ ہائی کمشنر۔ یہودیوں کے داخلے پر پابندیاں نرم کردی گئیں۔ اس پر عربوں کا احتجاج لحظہ بہ لحظہ تیز تر ہوتا گیا۔ ہائی کمشنر نے عربوں کا یہ مطالبہ رد کردیا کہ عربوں کی زمینیں فروخت کرنے کی ممانعت ہوجائے، پھر یہودیوں کا داخلہ محدود رکھا جائے (25 فروری 1933ء)۔ اس مجلس اعلیٰ نے برطانیہ سے لاتعاون کی پالیسی کا اعلان کردیا اور برطانوی مال کا بائیکاٹ شروع ہوگیا۔

یہودیوں نے داخلے پر پابندی لگانے کے باعث احتجاجات اور فسادات شروع کردیے۔ (یہ مسئلہ

اس وجہ سے بہت نازک صورت اختیار کر گیا کہ جرمنی میں یہودیوں کے خلاف بعذ بہی کارروائیاں شروع ہو چکی تھیں)۔ یہ دسمبر 1933ء کا واقعہ ہے۔

موصل سے حیفا تک برطانیہ کی پائپ لائن کا افتتاح، جو تیل کے لیے بنائی گئی تھی (4 جنوری 1935ء)۔

عربوں کی مجلس اعلیٰ کی ترتیب، جس کا مقصد یہ تھا کہ یہودیوں کے دھاوی کے خلاف عربوں کو متحد کیا جائے (اپریل 1936ء)۔ اس وقت تک عربوں کے مظاہروں اور فسادوں نے یہودیوں کے خلاف کھلا کھلا جنگ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ چار عرب حکمرانوں نے مصالحت کے لیے جو کوششیں کیں (اگست) وہ بے اثر رہیں۔ عربوں نے عام ہڑتال کا اعلان کر دیا جو ماہ اکتوبر تک جاری رہی۔ صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے برطانیہ نے مزید فوجیں بھیج دیں۔ اگرچہ تسلیم کرنا چاہیے، اس بارے میں تاخیر سے کام لیا گیا۔ نیز حالات کی تحقیق اور سفارشات کی ترتیب کے لیے ایک کمیشن مقرر کر دیا گیا (پیل کمیشن) جس نے موسم خزاں میں فلسطین پہنچ کر شہادتیں لیں۔ عربوں نے اس کمیشن کا اس وقت تک بائیکاٹ جاری رکھا جب تک یہ جنوری 1937ء میں مراجعت کے لیے تیار نہ ہوا۔

## تقسیم فلسطین کی تجویز:

پیل کمیشن کی رپورٹ شائع ہوگئی (8۔ جولائی 1937ء) کمیشن نے یقین ظاہر کیا کہ عرب او یہودی اکٹھے نہیں رہ سکتے اس وجہ سے سفارش کی کہ فلسطین کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(1) یہودی ریاست (فلسطین کا تقریباً ایک تہائی حصہ)۔ اس میں پورا ساحلی علاقہ شامل تھا جو فلسطین کی شمالی حد سے یافا کے جنوب تک آتا تھا۔ اندازہ یہ تھا کہ اس میں تقریباً تین لاکھ یہودی ہوں گے اور تقریباً دو لاکھ نوے ہزار عرب [1116] یہاں کی زمینیں زیادہ تر عربوں کے قبضے میں ہوں گی۔

(2) برطانوی حکمداری کا علاقہ جو ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ یافا سے یروشلم تک جاتا تھا۔ یافا، یروشلم اور بیت لحم اسی میں شامل ہیں۔

(3) عرب ریاست، جس میں باقی فلسطین شامل ہو اور اسے شرق اردن سے ملا دیا جائے۔

یہودیوں کی عالمی مجلس صہیونی کانگرس نے یہ سکیم منظور کر لی، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس کے اندر

یہودیوں کے حق میں ترمیمات کر دی جائیں (2اگست 1937ء)۔ کچھ ووٹ اس کے خلاف آئے۔ غیر صیہونی یہودیوں کی رائے اس کے خلاف تھی اور اسے اعلان بالفور کی خلاف ورزی قرار دیا گیا۔ جمعیت اقوام نے حکمداری کا جو کمشن بنا رکھا تھا، اس نے نیز بعدازاں جمعیت کی اسمبلی نے اس تجویز کو اصولاً منظور کر لیا۔

## عربوں کے مطالبات:

مجلس اتحاد عرب نے بلودان (شام) میں ایک اجلاس منعقد کیا (8۔ستمبر)۔ اس میں تمام عرب ممالک کی طرف سے تقریباً چار سو غیر سرکاری نمائندے شریک ہوئے[1]۔ اجلاس فلسطین کے مسئلے پر غور کے لیے بلایا گیا تھا اور اس نے بہت بڑی اکثریت سے پیل کمیشن کی سفارش کے خلاف فیصلہ صادر کیا۔ عربوں نے یہ مطالبات پیش کیے۔

(1) حکمداری کو ختم کیا جائے اور فلسطین میں ایک آزاد حکومت بن جائے، جو برطانیہ سے دوستی کا تعلق قائم رکھے۔

(2) فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی سکیم ترک کر دی جائے اور یہودیوں کا داخلہ بند کر دیا جائے۔

(3) جو یہودی فلسطین میں آ چکے ہیں، انھیں فلسطین کی عرب ریاست کے ماتحت ایک منظورہ اقلیت کی حیثیت حاصل رہے۔

(4) تقسیم کی تجویز غیر مشروط طریق پر مسترد کی جاتی ہے۔

مجلس اتحاد عرب نے ایک مستقل ائیت نافذہ (ایگزیٹو) بنادی تاکہ فلسطینی عربوں کے لیے اقتصادی امداد کا بندوبست کرے نیز اس بارے میں پراپیگنڈہ کرتی رہے۔ یہودیوں کے مال اور منصوبوں کا بائیکاٹ ضروری قرار دیا دگیا یہ فیصلہ بھی ہو گیا کہ حسب ضرورت برطانوی مال کا بائیکاٹ کیا جائے۔

## حکومت کی انسدادی کاروائیاں:

• گلیل کے برطانوی، ڈسٹرکٹ کمشنر یلنڈ اینڈریو (Yelland Andrews) کا قتل (26 ستمبر)۔ یہ واقعہ عربوں کی بغاوت میں نہایت نازک دور کا مظہر تھا۔ برطانوی و نظم و نسق کے ذمہ داریوں نے مجلس اعلیٰ کے ممبروں کو گرفتار کر کے سیچی لس بھیج دیا۔ یروشلم کا مفتی اعظم الحاج امین الحسینی، جو سب سے

بڑھ کر ذی اثر لیڈر تھا، مسجد اقصیٰ میں جا بیٹھا اور بعد ازاں شام پہنچ گیا (16۔اکتوبر)۔اس وقت سے شام مخالفین حکومت کا مرکز بن گیا۔انتہا پسند (دہشت پسند) تحریک میں زیادہ سے زیادہ اثر ورسوخ کے مالک بن گئے اور یہودیوں کے خلاف جارحانہ اقدامات زبردست لڑائیوں کی شکل اختیار کر گئے (یروشلم 14۔نومبر) برطانوی ہائی کمشنر نے خاص فوجی عدالتیں۔دہشت پسندوں کے مقدمات کی غرض سے قائم کرادیں محض ہتھیار یا بم لے کر نکلنے کی سزا بھی موت قرار دی گئی (11 نومبر)۔

## نئے کمیشن کا تقرر:

حکومت برطانیہ نے تقسیم کی تجویز کے دستور کا اعلان کر دیا۔(4 جنوری 1938ء) اور سر جان وڈہیڈ (John Woodhead) کی سرکردگی میں ایک نیا کمیشن مقرر کیا گیا۔اس کا مقصد یہ تھا کہ مجوزہ ریاستوں کے حدود کی دیکھ بھال کے علاوہ اس کے اقتصادی اور مالی پہلوؤں کا بھی جائزہ لے لے۔اس کمشن نے اپریل سے اگست تک فلسطین میں شہادتیں لیں۔عربوں نے بالاہتمام اس کا بائیکاٹ جاری رکھا۔

سر آرتھر واشوپ کی جگہ سر ہیرلڈ میک مائیکل (Harold Mac Micheal) ہائی کمشنر مقرر ہوا (3 مارچ)۔سمجھا گیا کہ اب زیادہ سخت ذرائع اختیار کیے جائیں گے۔اختتام سال سے پیشتر فلسطین میں پچیس ہزار سے تیس ہزار تک فوج پہنچ چکی تھی۔

## دہشت پسند یہودی:

ایک دہشت پسند یہودی نوجوان سالومن (Solomon) بن یوسف کو سزائے موت (21 جولائی)۔یہ شخص یہودیوں کی اس جماعت سے متعلق تھا جو عربوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کے داعی تھے۔جولائی اور اگست میں فلسطین پر اعلان کے بغیر جنگ کی کیفیت طاری رہی۔یروشلم، حیفا اور یافا کی عرب منڈیوں میں شدید بم باری، جس میں بہت جانی نقصان ہوا۔بہت سے آدمیوں کی رائے تھی کہ یہ یہودیوں کا نہیں بلکہ دہشت پسندوں کا کام ہے، جو پوری آبادی پر حاوی تھے۔

طبریہ (Tiberias) میں بیس یہودیوں کا قتل (2۔اکتوبر)۔انتہا پسند عربوں نے متعدد قصبات پر قبضہ کر لیا۔برطانوی نظم ونسق کے ذمہ داروں نے خاصی مشکل کے بعد انھیں واپس لیا۔(بیت لحم کی واپسی۔10۔اکتوبر۔پرانے یروشلم کی واپسی 18۔اکتوبر)۔

## کمیشن کی رپورٹ اور کانفرنس:

وڈ ہیڈ کمیشن کی رپورٹ 9۔نومبر کو شائع ہوئی۔ تقسیم کی مختلف تجاویز کا تجزیہ کرنے کے بعد کمیشن اس نتیجے پر پہنچا کہ ان میں سے کوئی قابل عمل نہیں۔اس پر حکومت برطانیہ نے تقسیم کو ترک کر دیا اور فیصلہ کیا کہ یہودیوں اور عربوں کی ایک کانفرنس بلائی جائے۔صرف فلسطین نہیں بلکہ دوسرے ملکوں سے بھی عرب نمائندے بلائے جائیں، اس لیے کہ سارے عرب اپنے فلسطینی بھائیوں سے متحد تھے۔

فلسطینی کانفرنس کا انعقاد لندن میں (فروری۔مارچ 1939ء)۔ اگرچہ غیر فلسطینی عربوں نے مصالحت کی بڑی کوشش کی لیکن عربوں یا یہودیوں میں سے کوئی بھی برطانوی تجویز ماننے پر آمادہ نہ ہوا لہٰذا کانفرنس کسی فیصلہ پر پہنچے بغیر ختم ہوگئی (17۔مارچ)۔

## برطانیہ کی تجویز:

برطانوی تجویز کی اشاعت (17۔مئی) جس کا مفاد یہ تھا کہ فلسطین کو دس سال میں آزاد کر دیا جائے۔برطانیہ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ ہو جائے۔عرب اور یہودی اس طریق پر حکومت میں شریک ہوں گے کہ دونوں کے بنیادی مفاد کی حفاظت ہوتی رہے۔عبوری دور میں عرب اور یہودی محکموں کے ذمہ دار رہیں گے لیکن برطانوی مشیروں کے مشورے کے مطابق کام کریں گے اور آبادی کے تناسب کے مطابق ایک مشورتی مجلس حاکمہ بنادی جائے گی۔پانچ سال کے بعد ایک نمائندہ مجلس دستور تیار کرے گی جس میں مختلف اقوام اور یہودی وطن کے لیے انتظام ہوگا۔یہودیوں کی آمد کے سلسلے میں ملک کی حیثیت جذب کا اصول ترک کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ پانچ سال کے لیے کسی یہودی کو آنے کی اجازت نہ ہوگی، عرب اجازت دے دیں تو دوسری بات ہے۔پانچ سال میں بھی صرف پچھتر ہزار یہودی آسکیں گے۔اس طرح انھیں 1944ء میں فلسطین کے اندر ایک تہائی آبادی کا تناسب حاصل ہو جائے گا۔حکومت آئندہ اراضی کا انتقال بالکل بند کر دے گی یا ان کا مناسب انتظام کرے گی[1]۔

## جنگ یورپ:

برطانوی پارلیمنٹ نے یہ سکیم منظور کر لی لیکن صرف 89 ووٹ کی اکثریت سے، حالانکہ حکومت کے حق میں عموماً دوسو ووٹ پڑا کرتے تھے (23 مئی)۔یہودیوں نے اس سکیم کی سخت مذمت کی اور کہا کہ ہمارے قومی وطن کو "علاقائی باڑہ[1]" بنا دیا گیا ہے۔فلسطینی عربوں نے بھی اسے رد کر دیا۔ملک میں پھر کشاکش اور چپقلش کے واقعات پیش آنے لگے۔حالات بڑے غیر تسلی بخش تھے لیکن اس اثناء میں یورپ

کے اندر جو خوفناک کیفیت پیدا ہوئی، اس کی موجودگی میں ہر شے ماند پڑ گئی۔ برطانیہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا (3 ستمبر 1939ء) تو صہیونی جماعتوں نے اعلان کر دیا کہ ہم ظالم جرمنی کے خلاف برطانیہ کے حامی ہیں۔

## یہودیوں کو نئی کروٹ:

دوران جنگ میں فلسطین کے اندر یہودیوں کے آنے کی رفتار بہت تیز ہو گئی۔ مئی 1942ء میں امریکہ کے صہیونیوں نے بلٹ مور پروگرام (Biltmore Programme) اپنا لیا، جس کا مفاد یہ تھا کہ جو تجویز حکومت برطانیہ نے 1939ء میں آزاد فلسطین کے لیے پیش کی تھی، اسے رد کر دیا جائے اور اس کی جگہ ایک یہودی ریاست اور یہودی فوج کا مطالبہ کیا جائے۔ جنگ ختم ہوئی تو یہودیوں اور عربوں دونوں نے ارض مقدس میں فوجی تنظیمات قائم کر رکھی تھیں اور دونوں کے درمیان ایک اضطراب انگیز متارکے کی حالت قائم تھی۔

کل عالم صہیونی کانگرس نے مطالبہ کیا کہ فلسطین میں دس لاکھ یہودیوں کو آباد کیا جائے (13۔اگست 1945ء)۔ صدر ٹرومین نے فوراً ایک لاکھ یہودیوں کو داخلے کی اجازت دینے کے لیے کہا (31۔اگست) جو یورپ میں بے خانماں ہو چکے تھے۔

## اسلامی ملک اور برطانیہ وامریکہ:

مصر، عراق، شام اور لبنان نے امریکہ کو متنبہ کیا کہ اگر فلسطین میں یہودی ریاست بنائی گئی تو اس کا انجام جنگ کے سوا کچھ نہ ہوگا (20□6 اکتوبر) برطانیہ اور امریکہ نے ایک تحقیقات کمیٹی مقرر کی جس نے تقسیم کے خلاف مشورہ دیا (21۔اپریل 1946ء) اور سفارش کی کہ فلسطین کو آزاد کر دیا جائے۔ مختلف صوبوں کو خود اختیاری نظام دے دیا جائے۔ اس تجویز پر کوئی بھی مطمئن نہ ہوا۔

صہیونیوں کی غیر آئینی سرگرمیاں کمال پر پہنچ گئیں۔ کنگ ڈیوڈ ہوٹل (King David Hotel) (یروشلم) میں برطانوی نظم ونسق کے دفاتر تھے، اسے اڑا دیا گیا۔ اس میں اکانوے آدمی موت کے گھاٹ اتر گئے (22۔جولائی)۔

## لندن کانفرنس:

فلسطین کے متعلق لندن میں کانفرنس (ستمبر۔دسمبر)۔ صہیونیوں نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ عرب حکومتوں کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی کہ فلسطین میں ایک آزاد حکومت بنا دی جائے جس میں اکثریت اور

تفوق عربوں کو حاصل ہو۔اس کے برعکس صیہونیوں نے باسل (Basel) میں ایک کانفرنس منعقد کر کے یہودی ریاست کا مطالبہ پیش کر دیا۔ یہودیوں اور عربوں دونوں کی رائے تھی کہ برطانیہ فلسطین کی حکمداری سے دست کش ہو جائے۔ برطانیہ نے تجویز پیش کی کہ فلسطین کو یہودی اور عرب حلقوں میں تقسیم کر دیا جائے اور دونوں کا نظم ونسق ٹرسٹی کی حیثیت میں برطانیہ کے پاس رہے۔ یہ تجویز عربوں اور یہودیوں دونوں نے مسترد کر دی (7۔فروری 1947ء)۔آخر برطانیہ نے فلسطین کا مسئلہ انجمن اقوام متحدہ کے روبرو پیش کر دیا (2۔اپریل)۔

## انجمن اقوام متحدہ کا فیصلہ:

انجمن اقوام متحدہ نے فلسطین کے متعلق ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی کی اکثریت نے تقسیم کی سفارش کی تھی لہٰذا انجمن اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ملک میں دو ریاستیں قائم کر دینے کا فیصلہ صادر کر دیا۔ ایک یہودی ریاست اور دوسری عرب ریاست (29 نومبر)۔یہودیوں نے اس نے قبول کر لیا اور عربوں نے اسے مسترد کر دیا اور عرب لیگ کی کونسل نے 17۔دسمبر کو فیصلہ کیا کہ وہ ارضِ مقدس کی تقسیم کو بہ زور روکے گی۔

یہودی ارگون، ''سٹرن کے جتھے [1] '' اور ایک حد تک کم درجے ''ہنگامہ [2]'' کی دہشت پسندانہ سرگرمیاں، جنہوں نے جنگ کی شکل اختیار کر لی اور ہزاروں عرب گھر بار چھوڑ کر نکلنے پر مجبور ہو گئے (1948ء)۔حکومت برطانیہ فلسطین کا مسئلہ حل نہ کر سکی لہٰذا اس نے اپنی فوج ہٹا لینے کا فیصلہ کر لیا۔ 14 مارچ کو برطانوی حکم داری ختم کر دی۔ اسی روز یہودیوں نے مرکز حکومت تل ابیب سے یروشلم میں منتقل کر لیا۔(14□6 دسمبر)

## نازک اقتصادی صورت حال:

جنگ اور یہودیوں کی مسلسل وغیر محدود آمد نے اسرائیل کے لیے نازک اقتصادی صورت حال پیدا کر دی۔ اس میں بدیں وجہ اضافہ ہو گیا کہ اسرائیل اور اس کی ہمسایہ عرب حکومتوں میں کشمکش جاری تھی۔ اقوام متحدہ نے فلسطین میں مصالحت کے لیے جو کمیشن مقرر کیا تھا۔ اس نے مصالحانہ تصفیہ کی جتنی کوششیں کیں، وہ ناکام رہیں۔

## شرق اردن:

برطانیہ شرق اردن کی آزادی تسلیم کی (22۔مارچ 1946ء) اور گہرے تعاون کا معاہدہ کر لیا۔امیر

عبداللہ نے باقاعدہ شرق اردن کی بادشاہی کا اعلان کیا (25 مئی)۔ اسے انجمن اقوام کا ممبر بنانے کی تجویز کو روس نے ویٹو کر دیا۔ شرق اردن اور ترکی کے درمیان دوستی کا معاہدہ (11 جنوری 1947ء)۔ عراق کے ساتھ معاہدہ اتحاد (14۔ اپریل)۔ قومی اسمبلی کے لیے انتخابات (20۔ اکتوبر)۔ تقریباً تمام نشستیں سرکاری پارٹی کو مل گئیں، جس کا نام حزب احیاء (Revival Party) تھا۔ برطانیہ کے ساتھ نیا معاہدہ اتحاد (15 مارچ 1948ء)۔ اس کے مطابق ایک مشترکہ دفاعی بورڈ کا قیام۔ شرق اردن کے عرب لیجن نے جسے، برطانیہ نے ترتیب دی تھی، فلسطین پر حملہ کیا اور وہ یروشلم میں داخل ہو گیا (15 مئی)۔ فلسطینی عربوں کی ایک کانفرنس نے عبداللہ کو پورے فلسطین کا بادشاہ بنا دیا (یکم دسمبر) اور 6□13 دسمبر کو شرق اردن کی پارلیمنٹ نے فلسطین کی عرب ریاست سے اتحاد کی تجویز منظور کر لی۔ عرب لیگ نے اس پر اعتراض کیا اس لیے کہ ضمناً فلسطین کی تقسیم منظور کر لی گئی تھی اور تجویز پیش کی کہ شام کلاں کی سکیم عبداللہ کی سرکردگی میں پایہ تکمیل کو پہنچائی جائے۔ شرق اردن کا نام "ملوکیت ہاشمیہ اردن" رکھا گیا (2۔ جون 1949ء)۔ عرب لیگ کی اکثریت کے احتجاج کے باوجود عربی فلسطین کو اردن میں شامل کر لینے کی سکیم قطعی طور پر عمل میں آ گئی (24 اپریل 1950ء)۔

# دولت سعودیہ، یمن اور عراق

## شریف حسین اور حکومت برطانیہ:

شریف حسین اور حکومت برطانیہ کے درمیان ترکی کے خلاف عربوں کی شرکت جنگ کے متعلق خط و کتابت (جولائی۔ دسمبر 1915ء)۔ حسین نے دولت عربیہ کے قیام کا اعلان کیا۔ (27 جون 1916ء)۔ حسین کے بارے میں اعلان کہ وہ عربوں کا بادشاہ بن گیا ہے (6□29 اکتوبر) برطانیہ، فرانس اور روس نے حسین کو حجاز کا بادشاہ اور اقوام عرب کا سردار تسلیم کرلیا (6 نومبر)۔

## عبدالعزیز آل سعود:

عبدالعزیز بن سعود امیر وہابیان نجد نے حجاز کی فوج کو شکست دی (مئی 1919ء)۔ وہابی مسلمانوں کے ایک اصلاحی فرقے کے افراد تھے، جس کا ظہور 1740ء کے قریب ہوا اور وہ بڑی تیزی سے اندرون عرب میں پھیل گیا۔ وہابیوں نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر قبضہ جمالیا (1803ء-1806ء) اور دمشق کے لیے خطرہ پیدا کردیا (1808)۔ محمد علی خدیو مصر نے انھیں شکست دی اور دبا دیا۔ (1812ء-1820ء) ابن سعود نے 1913ء تک مشرقی عرب کا بڑا حصہ مسخر کرلیا تھا اور برطانیہ کے ساتھ دوستی کا معاہدہ بھی ہو گیا تھا (26 دسمبر 1915ء)۔ اس کے دعاوی شریف حسین کے دعاوی سے تصریحاً متصادم تھے۔

## عسیر، حائل اور حجاز:

ابن سعود کے ہاتھوں عسیر کی فتح اور الحاق (اگست 1920ء)۔ حائل کی فتح اور رشدی خاندان کی حکومت کا خاتمہ (2 نومبر 1921ء)۔ جوف پر قبضہ اور رشعلان خاندان کی حکومت کا خاتمہ (جولائی 1924ء)۔ عراق کے ساتھ حد بندی کے بارے میں معاہدہ (2 دسمبر)۔ وہابیوں نے طائف (حجاز) پر حملہ کیا (24۔ اگست 1924ء) اور اس فتح کرلیا (5۔ ستمبر)۔ شاہ حسین (سابق شریف مکہ) کو رعایا نے بادشاہی سے دست برداری پر مجبور کردیا اور اس کا بیٹا علی شاہ حجاز ہوا (3۔ اکتوبر)۔ علی کو مکہ معظمہ سے نکلنا پڑا۔ ابن سعود کا قبضہ مکہ معظمہ پر (13۔ اکتوبر)

وہابیوں نے جدہ کا محاصرہ کر لیا (جنوری۔ جون 1925ء)۔ عراق کے ساتھ ابن سعود کا معاہدہ سرحدی قبائل کے متعلق (یکم نومبر)۔ شرق اردن کے حدود کے متعلق برطانیہ اور ابن سعود کا معاہدہ (2 نومبر)۔ مدینہ منورہ ابن سعود کے حوالے ہو گیا (5 ستمبر)۔ شریف علی شاہ حجاز کی دست برداری (19۔ دسمبر) جدہ پر ابن سعود کا قبضہ (23 دسمبر)۔

## ابن سعود کا ملک حجاز اور سلطان نجد ہونے کا اعلان:

ابن سعود کے ملک حجاز اور سلطان نجد ہوئے کا اعلان (8۔ جنوری 1926ء)۔ فروری 1927ء میں ابن سعود کا لقب ملک نجد حجاز مقرر ہوا۔

اٹلی اور امام یمن کے درمیان دوستی کا معاہدہ (2 ستمبر 1926ء)۔ اطالویوں نے بحیرہ احمر کے مشرقی ساحل پر اپنے اثر و رسوخ کے قیام کی ابتداء کی۔ ابن سعود اور برطانیہ کے درمیان معاہدہ (2 مئی 1927ء) اس کے رو سے سلطنت نجد و حجاز کی آزادی کامل کا اعتراف کر لیا گیا۔ ترکی کے ساتھ معاہدہ دوستی (3۔ اگست 1929ء)۔ ایران کے ساتھ معاہدہ دوستی (24۔ اگست) عراق کے ساتھ معاہدہ دوستی (24 فروری 1930ء)۔ شرق اردن کے باغیوں کا حملہ (مئی۔ جولائی 1932ء) بعد ازاں خود نجد میں بغاوت شروع ہو گئی، جس کی وجہ بہ ظاہر یہ تھی کہ مغربی طور طریقوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ سڑکوں کی تعمیر، تار اور ہوابازی کا انتظام وغیرہ)۔ نیز ابن سعود کے مسلک مرکزیت سے ناراضگی پیدا ہوئی تھی۔ مملکت نجد و حجاز کا نام بدل کر دولت سعودیہ عربیہ رکھ دیا گیا (22 ستمبر)۔

## مشرقی اردن سے معاہدہ دوستی:

مشرقی اردن سے معاہدہ دوستی (27۔ جولائی 1933ء) اس معاہدے نے دونوں سلطنتوں کے درمیان عداوت اور کشمکش کا طویل دور ختم کیا۔ برطانیہ کے ساتھ چالیس سال کے لیے یمن کا معاہدہ جو معاہدہ صنعا کے نام سے مشہور ہے (11 فروری 1940ء)۔ بہت سی سرحدی چپقلشوں اور کشاکشوں کے بعد یمن کے خلاف دولت سعودیہ کے جنگی اقدامات (مارچ۔ جون)۔ ابن سعود ان اقدامات میں ہر لحاظ سے کامیاب ہوا۔ برطانیہ کی مداخلت سے 23۔ جون کو صلح ہوئی۔ اس کے مطابق یمن کو آزاد چھوڑ دیا گیا البتہ باہمی حدود کا تصفیہ ہو گیا۔ دولت سعودیہ اور عراق کے درمیان معاہدہ مواخات جس کے مطابق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔ اس کے بعد عرب حکومتوں کے درمیان معاہدوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ تمام حکومتیں فلسطین کے مسئلے پر ہم آہنگ تھیں۔ اتحاد عرب کی تحریک کا فروغ اور عرب حکومتوں کے درمیان

وفاق کی گفتگو۔یمن بھی اپریل 1937ء میں اس معاہدے میں شریک ہوگیا۔دولت سعودیہ اور مصر کے درمیان مفاہمت، جس کے مطابق مصر نے حجاز کا الحاق تسلیم کرلیا (7۔مئی)۔اٹلی اور یمن کے درمیان 1936ء کے معاہدے کی تجدید پچیس سال کے لیے (15۔اکتوبر 1937ء)۔امام یمن بحیرہ احمر پر ایک نہایت اہم حیثیت کا مالک تھا۔اس نے دولت سعودیہ، برطانیہ اور اٹلی کے مقابلے میں اپنی رائے بحال رکھنے کی زبردست کوشش جاری رکھی۔

## عراق:

بغداد پر برطانیہ کا قبضہ (10۔جنوری 1919ء)۔سپریم کونسل نے عراق پر حکمداری کا پروانہ برطانیہ کودیا (25۔اپریل 1930ء) اور اسے قبول کرلیا گیا (5 مئی)۔برطانیہ کے خلاف عربوں کی زبردست بغاوت (جولائی۔دسمبر)۔متعدد برطانوی افواج جا بجا ہفتوں محصور رہیں۔آخر بغاوت فرو کردی گئی۔ عربوں کے عزم آزادی کامل کا یہ پہلا مظاہرہ تھا۔

سرپرسی کاکس (Percy Cox) کو ہائی کمشنر بنایا گیا (یکم اکتوبر)۔امیر فیصل سابق شاہ شام بصرہ پہنچا (23 جون 1921ء) کاکس نے فیصل کے شاہ عراق ہونے کا اعلان کیا۔(13 اگست) رائے عامہ چھیانوے فی صد اس کے حق میں تھی۔

## فیصل کی بادشاہی:

فیصل کی بادشاہی (1921ء-1933ء)۔برطانیہ کے ساتھ ایک فوجی مفاہمت جس کے مطابق آخرالذکر کو وسیع اختیارات دے دیئے گئے (25۔مارچ 1912ء) شیخ محمود کی سرکردگی میں کردوں کی بغاوت (18۔جون)۔اس بغاوت کا مقصد یہ تھا کہ آزادی وخود مختاری حاصل کی جائے۔یہ جولائی 1934ء تک فرو نہ ہوسکی۔

برطانیہ سے مفاہمت، جس کے مطابق حکمداری کو معاہدہ دوستی کی شکل دے دی گئی (10۔اکتوبر)۔ عراق کی اسمبلی نے 11۔جون 1824 کو اس کی تصدیق کی۔سرحدات کے متعلق نجد سے معاہدہ (2 دسمبر) لیکن بعد کے چند برسوں میں مسلسل سرحدی حملے جاری رہے۔قبائل کی باہمی کشمکش بھی بند رہی۔ان میں بعض مفاہمت کی بنا پر دو حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔

10۔اکتوبر کے معاہدے کے مسودہ (6 تا 30 اپریل 1933ء)۔اس کا مفاد یہ تھا کہ عراق جمعیۃ اقوام کا رکن بنتے ہی آزاد ہوجائے گا۔یہ فیصلہ بھی ہوگیا کہ ترکی سے معاہدہ کے بعد آزادی میں چار سال

سے زیادہ دیر نہ لگے گی۔ معاہدہ لوزان (24□ó جولائی)۔ موصل کے علاقے میں تیل کے پیش قیمت چشمے تھے۔ ان کے متعلق ترکوں سے گفت وشنید ملتوی رکھی گئی اور زبردست جھگڑا جاری رہا۔

سر ہنری ڈابس (Henry Dobbs) ہائی کمشنر مقرر ہوا۔ دستور ساز اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوا۔ (27 مارچ 1924ء) اور برطانیہ سے مفاہمت کی تصدیق کر دی گئی۔ اسمبلی نے دستور منظور کیا جس میں آزادانہ پارلیمنٹری نظام کے اجزاء کا فیصلہ ہوا۔ 19 جولائی کو کردوں کی بغاوت ختم ہو گئی۔

## سرحدی قبائل کی مالکی اور حقوق کا معاملہ:

سرحدی قبائل کی مالکی اور حقوق کے متعلق نجد کے ساتھ مفاہمت (یکم نومبر 1925ء)۔ جمعیۃ اقوام نے سفارش کی کہ اگر موصل عراق کے حوالے کیا گیا تو برطانیہ کے ساتھ تعلق میں توسیع ہو جانی چاہیے۔ اس وجہ سے ایک نیا معاہدہ کیا گیا، جس میں تعلقات پچیس سال کے لیے بڑھا لیے گئے یا اس وقت تک کے لیے کہ عراق جمعیۃ اقوام میں شامل ہو جائے۔ (13 جنوری 1926ء)۔

برطانیہ اور ترکی کے درمیان رضا مندی کی بنا پر مسئلہ موصل کا حل (5۔ جون)۔ موصل کا زیادہ بڑا حصہ عراق کے حوالے ہوا۔ جمعیۃ اقوام میں فوری شمول کے انتظام کی غرض سے شاہ فیصل لندن گیا (نومبر 1927ء)۔ برطانیہ سے نیا معاہدہ (14 دسمبر)، جس میں عراق کی آزادی کا اعتراف کر لیا گیا اور وعدہ کیا گیا کہ عراق کو 1932ء میں جمعیۃ اقوام کا ممبر بنا لینے کی حمایت کی جائے گی۔ عراق کو 1932ء میں جمعیۃ اقوام کا ممبر بنا لینے کی حمایت کی جائے گی۔ عراق نے برطانیہ کے لیے تین نئے ہوائی اڈے منظور کیے نیز اس بات سے اتفاق کہ برطانوی افسر عراق فوج کو تربیت دیں۔

سر گلبرٹ کلیٹن (Gilbert Clayton) ہائی کمشنر مقرر ہوا (2 مارچ 1929ء) ایران سے معاہدہ دوستی (11۔ اگست) گلبرٹ کلیٹن کی وفات (11□ó ستمبر 1929ء) پر سر فرانسس ہمفریز (Francis Humphreys) ہائی کمشنر بنا (3□ó اکتوبر)

## نجد سے معاہدہ دوستی:

نجد سے معاہدہ دوستی (24□ó فروری 1930ء)۔ شیخ محمود کی سرکردگی میں کردوں نے از سر نو بغاوت کر دی (11 ستمبر)۔ شیخ کو حوالگی 11۔ ستمبر کو عمل میں آئی۔ عراقی پارلیمنٹ نے برطانیہ سے اس معاہدے کی تصدیق کر دی جس میں عراق کو 1932ء میں جمعیۃ اقوام کا ممبر بنانے کا وعدہ کیا گیا تھا (16 نومبر)۔ اس میں عراق کی کامل آزادی اور خود مختاری کو قطعی طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ برطانیہ و عراق کا معاہدہ

جمعیۃ اقوام کے پاس پیش کیا گیا (22۔ جنوری 1931ء)۔ کردوں کی تیسری بغاوت (اپریل۔ جون 1934ء)۔ عراقی فوجوں نے برطانیہ کے پہریدار ہوائی جہازوں کی مدد سے باغیوں کو بھگا کر ترکی کے حدود میں پہنچا دیا۔

جمعیت اقوام میں عراق کا شمول (3۔ اکتوبر)۔ یہ شمول حکمداریوں کے کمیشن کی سازگار مگر مبہم رپورٹ کی بنا پر عمل میں آیا۔ عراق سے مندرجہ ذیل امور کی ضمانت طلب کی گئی۔ اقلیتوں کی حفاظت، غیر ملکیوں کے حقوق کی حفاظت، ضمیر کی آزادی، قرضوں کی تسلیم وغیرہ۔

شام کے ساتھ سرحد کے متعلق مدت سے جھگڑا چلا آتا تھا۔ جمعیت اقوام کی امداد سے اس کا تصفیہ (نومبر)۔ مسیحی اشوریوں کا قتل، جب وہ سرحد سے گزر کر دوبارہ شام میں داخل ہو رہے تھے اور نقل مکان کر کے وہیں جا بسے تھے۔ جمعیت اقوام نے یہ مسئلہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور انھیں دوسری جگہ آباد کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ برن میں شاہ فیصل کی وفات (8 ستمبر)۔

## فیصل کے بیٹے غازی کی مسند نشینی:

فیصل کے بیٹے غازی کی مسند نشینی (1933ء-1939ء)۔ موصل سے طرابلس الشام تک تیل کی پائپ لائن کا افتتاح (14۔ جولائی 1934ء)۔ حیفا والی لائن کا افتتاح 14۔ جنوری 1935ء کو ہوا تھا۔

جنرل یاسین پاشا الہاشمی کی قیادت میں قومی حکومت کی تربیت (مارچ 1935ء)۔ بغاوتیں ابتدائی دور ہی میں قوت سے فرو کر دی گئیں۔ جبری فوجی تربیت نافذ ہو گئی (19۔ جون)۔ انتخابات میں نئی حکومت نے فیصلہ کن کامیابی حاصل کی (6۔ اگست)

دولت سعودیہ کے ساتھ عربی مواخات کا معاہدہ جس میں یہ بھی طے ہو گیا کہ ایک دوسرے پر حملہ نہ کیا جائے گا۔ (12۔ اپریل 1936ء)۔ یہ معاہدہ عام عرب مملکتوں کے اتحاد کی بنیاد بن گیا جو تحریک اتحاد عرب کی اصل نصب العین تھا۔ دوسری عرب ریاستوں کو اس میں شرکت کی دعوت۔ جنرل بکر صدیقی کا ناگہانی اقدام (29 اکتوبر)۔ وہ اتحاد عرب کی تحریک کا ایک ممتاز لیڈر تھا۔ بادشاہ اس اقدام کا حامی تھا۔ پارلیمنٹ توڑ دی گئی اور جنرل صدیقی نے عملاً ڈکٹیٹر شپ قائم کر دی۔

نئی جماعت کا قیام جس کا نام مجلس اصلاح امت تھا۔ یہ دراصل حکمران گروہ کی جماعت تھی۔ ریلوے لائنوں، سڑکوں، آبیاری کی سکیموں اور نشو و نما ارتقاء کے دوسرے منصوبوں پر سرگرمی سے عمل۔ ترکی، ایران، عراق اور افغانستان کے درمیان ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا معاہدہ (9 جولائی 1937ء)۔ یوں مسلمان حکومتوں نے اتحاد مشرق کی بنیاد رکھی تا کہ بیرون طاقتوں کے سامراجی منصوبوں کی مزاحمت کامیابی سے ہو

سکے۔

جنرل صدیقی کو ایک کرد نے قتل کر دیا (11۔اگست) اتحاد عرب کی حامی نئی وزارت۔ فلسطینی عربوں کے حقوق کی حمایت میں حکومت عراق نے سرگرم حصہ لیا اور وہ اتحاد عرب میں ایک زبردست عامل بن گئی۔

بغداد میں موٹر کے ایک حادثے کے باعث شاہ غازی کی وفات (4۔اپریل 1939ء)۔اس پر فسادات شروع ہوئے۔سمجھا گیا کہ حادثہ انگریزوں کی سازش کا نتیجہ ہے اور برطانوی قونصل کو سنگسار کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔غازی کا سہ سالہ بیٹا فیصل ثانی کے لقب سے جانشین ہوا (1939ء)۔

## دوسری جنگ یورپ کا زمانہ:

دوسری جنگ یورپ کے زمانے میں عراق کے اندر اس وجہ سے تشویشناک حالت پیدا ہوئی کہ رشید عالی الجیلانی نے جو پہلے وزیراعظم رہ چکا تھا، فوجی افسروں کی امداد سے حکومت پر قبضہ کر لیا، نائب سلطنت امیر عبدوالالہ پہلے بغداد سے بصرہ پھر شرق اردن چلا گیا۔انگریزی فوجیں عراق میں پہنچیں۔بغداد پر قبضہ کر لیا۔رشدی عالی الجیلانی اور اس کے ساتھ جس میں سید امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین بھی تھے، ایران چلے گئے اور وہاں سے ترکی کے راستے جرمنی پہنچ گئے۔

## ترکی سے معاہدہ دوستی:

ترکی سے معاہدہ دوستی (29 مارچ 1946ء)۔جس میں دجلہ وفرات کے بالائی حصوں پر مشترکہ کنٹرول کا فیصلہ ہو گیا۔شرق اردن سے معاہدہ اتحاد (14۔اپریل 1947ء)۔برطانیہ نے عراق سے فوجیں واپس بلا لیں۔صرف ایک فوجی مشن اور دو ہوائی دستے باقی رہ گئے (26۔اکتوبر) برطانیہ کے ساتھ معاہدہ پورٹسمتھ، جس کا مفاد یہ تھا کہ عراق کی حفاظت میں برطانیہ بدستور امداد دیتا رہا۔عوام میں اس کی شدید مخالفت۔اس وجہ سے معاہدے کی تصدیق نہ ہو سکی اور 1930ء ہی کا معاہدہ جاری رہا۔

# ایران

## 1914ء-1950

### ایران:

کہا جاسکتا ہے کہ پہلی جنگ عظیم نے ایران کی پرانی حکومت پر بدبختی کی مہر لگا دی حکومت نے غیر جانب داری کا اعلان کیا ( یکم نومبر 1914ء)، لیکن وہ اتنی بے دست و پا تھی کہ اپنے کسی فیصلے کو نافذ نہیں کر سکتی تھی۔ حکومت کے پاس یا تو کاسک بر گیڈ تھا، جس کے افسر روسی تھے یا جندرامہ تھا، جس کی بنیاد 1911ء میں پڑی تھی۔ اس کے افسر اہلِ سویڈن تھے، جن کی ہمدردیاں جرمنی کے ساتھ تھیں۔ روسی فوجیں اس وقت تک شمالی ایران کے اہم شہروں پر قابض تھیں اور برطانیہ خلیج فارس کے سواحل پر مسلط تھا۔

ترکوں نے قفقاز میں روسیوں کے خلاف اقدامات کرتے ہوئے تبریز لے گیا (7 جنوری 1915ء)۔ فریقین بے تکلف حدود ایران کی بے حرمتی کرتے رہے۔ ساتھ ہی برطانیہ نے اپنے حلیف روسیوں کو تقویت پہنچانے کے خیال سے روسی حلقہ اثر میں (1907ء کے معاہدے کے مطابق) من مانی کارروائیوں کی اجازت دے دی اور جس حلقے کو غیر جانبدار چھوڑا گیا تھا اسے برطانوی حلقہ اثر میں شامل کر لیا۔

### جرمنوں کی مداخلت:

جنوری میں ہر ویس مس (Herr Wessmuss) ایران پہنچ گیا، جو پہلے بوشہر میں جرمن قونصل تھا۔ اس نے بوشہر کے آس پاس قبائل کو منظم کر کے انگریزوں کے لے خاصی تشویش پیدا کیے رکھی جو بوشہر پر قابض تھے۔ ساتھ ہی دوسرے درمن کارندے (نیڈر میئر (Nideermayer) اور زگ میئر (Zugmayer) دوسرے قصبات میں قدم جما کر بیٹھ گئے۔ ان کی غرض یہ تھی کہ افغانستان تک راستہ کھلا رکھیں تاکہ ترکی و جرمنی کی مشترکہ فوج ایران و افغانستان کے راستے ہندوستان پہنچ جائے۔ ایک مشن افغانستان پہنچ گیا مگر امیر افغانستان اقدام سے گریزاں رہا۔ تاہم ایک وقت میں جرمنی کا اثر افغانستان کے اندر بہت بڑھ گیا تھا۔ روسیوں نے جرمن اثر کو زائل کرنے کی غرض سے شمالی ایران پر حملہ کر دیا (نومبر)۔ ترکوں نے برطانیہ کو عراق میں شکست دینے کے بعد ایران پر دو مرتبہ حملہ کیا لیکن روسیوں نے دونوں مرتبہ یہ اقدامات روک دیئے۔

## جنوبی ایران میں جیش کی ترتیب:

بندر عباس میں سر پرسی سائیکس کا ورود (مارچ 1916ء) اور جنوبی ایران میں جیش کی ترتیب (ساؤتھ پرشیا رائفلس)۔ امید تھی کہ اس فوج کے ذریعے سے جنوبی ایران میں جرمنوں کا اثار بھی توڑا جا سکے گا اور ترکی حملے کو بھی روکا جا سکے گا۔ سائیکس کرمان مئی میں پہنچا، یزد (اگست میں)، اصفہان میں جہاں روسی پہلے سے قابض تھے اور شیراز (نومبر میں)۔ آخری دور میں سائیکس کی فوج گیارہ ہزار پر جا پہنچی تھی۔ اس کے ذریعے سے ایرانی جندارمہ اور جنگجو قبائل دونوں کے مقابلے میں برطانوی وضعیت کو تقویت پہنچی۔ ترکوں نے مارچ 1917ء میں بغداد پر شکست کھائی اور ایران سے پیچھے ہٹ گئے۔ روسی بھی بالشویکی انقلاب کے بعد ایران سے ہٹنے لگے۔ اس وقت تک مکمل بدنظمی کا شکار ہو چکا تھا (نومبر)۔

تھوڑی سی انگریز فوج کے ساتھ جنرل ڈنسٹرول (Dunsterville) کی آمد (جنوری 1918ء)۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ گرجستان اور ارمنستان کو ترکوں کے مقابلے میں تقویت پہنچائے اور قفقاز میں ایک ایسا محاذ قائم کر دے جو یوکرین کے راستے جرمنی کی پیش قدمی کو روک سکے۔ ڈنسٹرول بغداد سے انزلی پہنچا لیکن باکو میں جو بالشویک بیٹھے تھے، ان کے حملے کا ایسا خطرہ پیدا ہوا کہ وہ ہمدان کی طرف مراجعت پر مجبور ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس کی فوج میں اضافہ ہوتا گیا۔ پھر جنرل سر ولفرڈ میلی سن (Wilfrid Malleson) کی سرکردگی میں ایک اور فوج شمالی و مشرق ایران بھیج دی گئی تاکہ اگر بالشویک اس طرف سے ہندوستان پر پیش قدمی کرنا چاہیں تو انھیں روکا جا سکے۔ بحیرۂ قزوین میں برطانیہ کا ایک بیڑا بھی پہنچایا گیا، جس نے ترکوں کو باکو سے نکال دیا (نومبر)

## متفرق واقعات:

ڈی ٹی نارس (D. T, Norris) نے جو برطانوی بیڑے کا کمانڈر تھا، بالشویکوں کی بحری فوج کو الگزانڈروسک میں شکست (21 مئی 1919ء)۔ اگست میں برطانوی جہاز سفید روسیوں [1] کے حوالے کر دیئے گئے۔

## پیرس کی صلح کانفرنس:

حکومت ایران نے پیرس کی صلح کانفرنس میں ایک وفد بھیجا جس نے مطالبہ کیا کہ 1907ء کا معاہدہ منسوخ کیا جائے۔ غیر ملکیوں کے لیے خاص حقوق ختم کر دینے چاہئیں۔ ہر قونصل خانے کے ساتھ جو گارد ہے اسے توڑ دیا جائے۔ نیز ماورائے قزوین، مرو، خیوا، قفقاز، دربند، اریوان، باکو، کردستان اور دریائے

فرات تک کے تمام علاقے ایران کو واپس دلائے جائیں۔ (1909ء)۔ برطانیہ کے اشارے پر اس وفد کو سرکاری طور پر سند قبول حاصل نہ ہوئی۔

برطانوی اور ایرانی معاہدہ (6۔ اگست)۔ جس کے لیے سر پرسی کاکس نے گفت وشنید کی تھی۔ برطانیہ نے پھر ایک مرتبہ ایران کی آزادی اور حدود کے احترام کا عہد کیا۔ اس معاہدے کے باقی اجزا یہ تھے۔

(1) ایران کے لیے انگریز مشیروں اور افسروں کا بندوبست نیز سامان جنگ کی فراہمی جو امن قائم کرنے والی فوج کے لیے مطلوب تھا۔

(2) قرض کا انتظام نیز سڑکوں کی اور ریلوے لائن کی تعمیر میں امداد کا وعدہ۔

محصولات پر نظر ثانی کا عہد کرلیا گیا، چونکہ اس معاہدے کے ذریعے سے برطانیہ کی برتری اور تفوق کی توثیق منظور تھی لہٰذا عوام نے اس کی شدید مخالفت کی۔ اس کی تصدیق کے لیے مجلس کا اجلاس بلانے ہی سے انکار کر دیا گیا۔

ایران جمعیت اقوام کے ابتدائی ممبروں میں شامل ہو گیا (10 جنوری 1931ء) بالشویکوں کے بیڑے نے انقلاب کے مخالفوں کو شکست دے کر انزالی اور رشت پر قبضہ کرلیا اور گیلان کے بڑے حصے پر وہ مسلط ہو گئے (بلکہ اکتوبر 1921ء میں گیلان کے اندر سویت جمہوریت بنادی) شمالی ایران کی برطانوی فوج قزوین کی طرف ہٹ آئی (18 مئی)۔ ایران کے کاسک بریگیڈ نے کرنیل سٹوروسلکی (Storroselki) کے ماتحت بالشویکوں سے رشت چھین لیا لیکن اس نے اس بعد ازاں شکست کھائی اور انزلی سے نکالا گیا۔ آخر برطانیہ نے اس بریگیڈ کی از سر نو ترتیب میں امداد دی (24 اگست)۔ برطانیہ نے شمالی ایران کا تخلیہ شروع کر دیا۔

## رضا خان کا اقدام:

رضا خان، زندران میں پیدا ہوا (1878ء) وہ کاسک بریگیڈ میں ایک افسر تھا۔ وہ بڑا دور اندیش، بڑا سرگرم اور بہ درجہ کمال محبت وطن تھا۔ انزالی میں کاسک بریگیڈ کی شکست کے بعد اس نے روسی افسروں کی برطرفی کا انتظام کیا پھر سید ضیاء الدین طباطبائی سے گفت وشنید شروع کر دی۔ جو ایک ممتاز محرر و مصباح تھا۔ تین ہزار کاسکوں کے ساتھ رضا خان نے طہران کی جانب اقدام کیا اور سید ضیاء الدین کی قیادت میں نئی حکومت قائم کی۔ خود رضا خاں کو اس حکومت میں سپہ سالار اور وزیر جنگ کے عہدے مل گئے۔

نئی حکومت کا پہلا قدم یہ تھا کہ برطانیہ سے جس معاہدے کی تصدیق نہ ہوئی تھی، اسے پس پشت ڈال دیا گیا اور بالشویکوں سے عہد نامہ کرلیا گیا۔ بالشویکوں نے برطانیہ کے تفوق کو توڑنے کی غرض سے ایران کو خالی کر دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ خاص حقوق ترک کر دیئے۔ قرضوں اور مراعات پر خط تنسیخ کھینچ دیا اور ایران میں روس کی جتنی جائداد تھی کسی معاوضے کے بغیر حکومت ایران کو دے دی۔ یہ معاہدہ 26 فروری کو ہوا۔ ترکی اور ایران کا معاہدہ امن دوستی (12 دسمبر)۔

ایک امریکی ماہر مالیات ڈاکٹر اے۔سی ملسپا (Dr. A. Millspaugh) کا مشن (1922ء-1927ء)۔ اسے وسیع اختیارات دے دیئے گئے۔ رضا خان اس کا زبردست حامی تھا، حالانکہ جن مالیات کا تعلق فوج سے تھا، وہ ملیسا کے کنٹرول سے خارج تھے۔ نئی اور زبردست فوج تیار کر کے رضا خان نے گیلان میں ایک خطرناک بغاوت فرو کی اور آذربائیجان کو مسخر کرلیا (1922ء)۔

## رضا خان وزیر اعظم:

رضا خاں نے وزارت عظمٰی سنبھال لی (6□28 اکتوبر 1923ء)۔ شاہ ڈکٹیٹری منظور کرنے کے لیے تیار نہ ہوا اور یورپ چلا گیا جہاں سے وہ واپس نہ ہوا (وفات 1930ء)۔ شاہ کی مراجعت کی افواہ (مارچ 1924ء)۔ اس پر زبردست پروپیگنڈا شروع ہو گیا کہ ایران میں جمہوری حکومت قائم کر دی جائے۔ سمجھا گیا کہ اس پروپیگنڈے کے محرک بالشویک ہیں اور اسے ترکی کے واقعات سے تقویت پہنچی ہے۔ علما و مجتہدین نے اس پروپیگنڈے کی سخت مخالفت کی اور رضا خاں کو بھی اپنا ہم نوا بنالیا۔ رضا خاں نے استعفیٰ کی دھمکی دے کر عوام کا اضطراب ختم کیا۔

محمرہ کے شیخ خزعل اور جنوبی ایران کے بختیاری سرداروں کے خلاف مہمیں۔ یہ لوگ اینگلو پرشین آئل کمپنی اور حکومت برطانیہ کی امداد کے باعث عملاً خود مختار ہو گئے تھے۔ وہ اطاعت پر مجبور ہو گئے اور ایران کے بڑے حصے میں حکومت کا اقتدار مستحکم ہو گیا۔

مجلس نے رضا خاں کو ڈکٹیٹری کے اختیارات دے دیئے (فروری 1925ء)۔ غیر بادشاہ کی معزولی کا اعلان (6□31 اکتوبر) رضا کی بادشاہی کا اعلان (13۔دسمبر)

## رضا شاہ پہلوی:

25۔اپریل 1929ء کو رضا خاں کی تاج پوشی ہوئی اور اس نے رضا شاہ پہلوی کا لقب اختیار کیا۔ نئے بادشاہ نے وہ پالیسی اختیار کی جو مصطفیٰ کمال نے ترکی میں اختیار کی تھی، البتہ کوئی بات مذہب کے خلاف

گوارا نہ کی۔ اس نے قیام امن کا کام جاری رکھا۔ فوج کی ترتیب و توسیع پر خاص توجہ کی۔ سڑکیں بنائیں۔ بحیرہ قزوین سے خلیج فارس تک ریلوے لائن شروع کردی۔ ہوابازی کی حوصلہ افزائی کی۔

روس کی سرپرستی میں ایران، ترکی اور افغانستان کا معاہدہ جس میں ایک دوسرے کی حفاظت کا اقرار کیا گیا تھا (22۔ اپریل 1926ء)، لیکن سرحدات کی کرد آبادی کے متعلق تینوں ملکوں کے درمیان کشمکش کی ناخوشگواری باقی رہی۔ جرمنی کی جنکر کمپنی نے باکو، طہران۔ اصفہان اور بوشہر کے درمیان ہوائی آمدورفت باقاعدہ جاری کردی (فروری 1927ء)۔ یہ سروس اپریل 1932ء تک باقی رہی۔ حکومت ایران نے جزائر بحرین کے متعلق اپنا دعویٰ پیش کیا جہاں کے شیخ نے برطانوی حفاظت قبول کرلی تھی (22 نومبر 1927ء)۔ تیل کی دریافت نے ان جزائر کی قدروقیمت بہت بڑھادی۔ متصادم دعاوی کا اب تک کوئی تصفیہ نہیں ہوسکا۔

ایران نے امپیریل ایرویز (برطانوی کمپنی) کے ساتھ مفاہمت کی اور اس کمپنی کو اجازت دے دی کہ ساحل خلیج، کراچی اور ہندوستان کے ساتھ پرواز کا سلسلہ جاری کردے (1928ء)۔ حکومت ایران نے ایک نیا جوڈیشنل نظام جاری کیا جو فرانس کے نمونے پر بنایا گیا تھا (1928ء)۔ غیر ملکیوں کے لیے خاص حقوق منسوخ کردیئے۔ مختلف اقوام کے ساتھ معاہدے کرکے نئے کم سے کم محصول عائد کردیئے گئے۔ برطانیہ نے اور اس کے بعد دوسری طاقتوں نے یہ نظام قبول کرلیا۔ ایران میں قومی بنک (بانک ملی) کا قیام (ستمبر)۔ دولت عراق کو تسلیم کرلیا گیا (11۔ اگست 1929ء)۔ اس طرح بہتر تعلقات کے لیے راستہ ہموار ہوگیا۔

## معیار زر گولڈ سٹینڈرڈ کا نفاذ:

معیار زر (گولڈ سٹینڈرڈ) کا نفاذ (28 مارچ 1930ء)۔ ایرانی و ترکی سرحد پر کردوں کی ایک اور زبردست بغاوت (جون و جولائی)۔ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات میں کشیدگی لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں نے اطمینان بخش سرحد کے تعین پر توجہ مبذول کی۔ غیر ملکیوں کے لیے ایران میں زرعی زمین کی ملکیت ممنوع قرار دی گئی (جنوری 1931ء) انڈر یورپین (ہندو فرنگی) تاربرقی کمپنی کی جو لائنیں ایران میں واقع تھیں، وہ حکومت نے سنبھال لیں (فروری)۔ ساتھ ہی حکومت نے پوری غیر ملکی تجارت پر گہری نگرانی قائم کردی اگرچہ انفرادی کاروبار کی اجازت پہلے کی طرح قائم رکھی۔

کوہ ارارات کے پاس ایران و ترکی کی سرحد میں ترمیم (23 جنوری 1932ء)۔ اس طرح ترکی کے ساتھ مستقل کشمکش کا ذریعہ ختم کردیا گیا۔ فیصل شاہ عراق کی تشریف آوری ایران میں (26 اپریل) اور

دوستانہ تعلقات کا انتظام۔خلیج میں ایرانی بیڑے کی تاسیس (26 اپریل)۔اس بیڑے کا آغاز یوں ہوا کہ اٹلی میں حکومت ایران نے متعدد جنگی کشتیاں بنوائی تھیں۔ڈ راسی کو 1901ء میں تیل کے لیے جو اجارہ دیا گیا تھا،حکومت ایران نے اسے منسوخ کر دیا (26۔اپریل)۔یہی اجارہ 1909ء میں اینگلو پرشین آئل کمپنی نے سنبھال لیا تھا۔اجارے میں ترمیم کے لیے طویل گفت وشنید نا کام رہی۔حکومت برطانیہ نے چونکہ سب سے زیادہ حصے خرید لیے تھے اس لیے مالی لحاظ سے وہ 14۔اگست 1914ء سے اس کمپنی کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھی۔اس نے یہ معاملہ جمعیۃ اقوام کے پاس پیش کر دیا۔جمعیۃ نے براہ راست گفتگو سے مسئلہ طے کر لینے پر زور دیا۔

## نئے اجارہ کی منظوری:

براہ راست گفتگو سے 29۔مئی 1933ء کو نیا اجارہ منظور ہوا،جس نے پہلے اجارے میں 1961ء سے 1993ء تک توسیع کر دی لیکن اجارے کا رقبہ پانچ لاکھ مربع میل سے گھٹا کر اڑھائی لاکھ مربع میل کر دیا گیا۔نیز کہہ دیا گیا کہ 1938ء کے بعد صرف ایک لاکھ مربع میل رقبہ زیر اجارہ رہ جائے گا۔کمپنی نے قبول کیا کہ پندرہ سال تک سوا لاکھ پاؤنڈ ٹیکسوں کی شکل میں ادا کرتی رہے گی اور آئندہ پندرہ سال کے لیے رقم پندرہ لاکھ پونڈ سالانہ ہوگی۔رائلٹی کی کم سے کم رقم سالانہ ساڑھے سات لاکھ پونڈ ہوگی۔

سویڈن اور ڈنمارک کی کمپنیوں کو اس ریلوے لائن کی تکمیل کا اجارہ دے دیا گیا جو ایران کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بننے والی تھی (اپریل 1933ء)۔کیلی فورنیا کی سٹینڈرڈ آئل کمپنی کو جزائر بحرین میں تیل کی دریافت کا ٹھیکہ دیا گیا تو ایران نے پھر جزائر کی ملکیت کا سوال کھڑا کر دیا (مئی 1934ء)۔رضا شاہ نے انقرہ اور قاہرہ کا سفر کیا (16۔جون۔جولائی)۔ایران اور ترکی کے درمیان تعلقات بہت گہرے ہو گئے۔پرشیا کا نام بدل کر ایران رکھا گیا (21 مارچ 1937ء)۔افغانستان،ترکی ایران اور عراق کے درمیان ایک دوسرے پر حملہ نہ کرنے کا میثاق (9 جولائی 1937ء)۔گویا ان چار ملکوں نے باہم اتحاد کر لیا،جو بلقانی ممالک کے اتحاد سے مشابہ تھا۔قزوین سے خلیج فارس تک ریلوے لائن کا افتتاح (جنوری 1939ء)۔اس لائن کی تعمیر 1927ء میں شروع ہوئی تھی اور یہ خالص ایرانی سرمائے سے بنی تھی۔

## دوسری جنگ یورپ کا زمانہ:

دوسری جنگ یورپ کے زمانے میں برطانیہ اور روس کے نقطہ نگاہ سے حالات اس لیے تشویشناک

ہو گئے کہ حکومت ایران نے جرمنی سے معاہدہ کر کے ماہرین کی ایک تعداد منگوائی تھی۔ برطانیہ اور روس نے یہ سمجھا کہ جرمنوں کی بڑی تعداد ایران سے تیل کی بہم رسانی نیز روس کو فوجی ساز و سامان کے ارسال میں خلل پیدا کر دے گی۔ 1941ء میں دونوں حکومتوں کی طرف سے مطالبہ کہ جرمنوں کی تعداد گھٹائی جائے۔ آخر 25۔ اگست 1941ء کو روس اور برطانیہ دونوں شمال اور جنوب کی طرف سے ایران پر حملہ آور ہوئے۔ علی منصور وزیر اعظم نے استعفیٰ دے دیا۔ علی فروغی نے نئی حکومت بنائی۔ 10۔ ستمبر کو حکومت ایران نے یہ مطالبات منظور کر لیے۔



(1) جرمنی، اٹلی، ہنگری اور رومانیہ کے ساتھ سفارت خانے بند کر دیئے جائیں گے اور ان ملکوں کے جو باشندے ایران میں ہیں وہ برطانیہ اور روس کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔

(2) روس کو سامان جنگ پہنچانے میں سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔

معلوم ہوا کہ رضا شاہ کی طرف سے دشمن ملکوں کے باشندوں کو حوالے کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے۔ خوراک کی کمی کے باعث عوام میں بے چینی۔ 16 ستمبر 1941ء کو رضا شاہ، ولی فہد کے حق میں تاج و تخت سے دست بردار ہو گیا اور ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ باہر ہی اس نے وفات پائی۔ چونکہ تیل کی قیمت بڑھ گئی تھی اس لیے ایران کی رائلٹی دوران جنگ میں بڑھا دی گئی۔ 1942ء میں وہاں چرچل، سٹالین اور روز ویلٹ کی کانفرنس ہوئی۔

## فوجوں کی واپسی کا مطالبہ:

جنگ ختم ہو گئی تو حکومت ایران نے برطانوی، امریکی اور روسی فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کیا (13 ستمبر 1945ء)۔ اس یقین دلا دیا گیا کہ 2 مارچ 1947ء تک تمام فوجیں نکال لی جائیں گی۔ تو دہ پارٹی (کمیونسٹ) نے آذر بائیجان میں ایک بغاوت کی تنظیم کر لی۔ حکومت نے باغیوں کے خلاف کاروائی کا ارادہ کیا تو سویت یونین اس میں مزاحم ہوئی اور روسی فوجیں بھی ایران سے نہ نکلیں (18 نومبر)۔ روس کی سرگرمیوں کے خلاف ایران نے مجلس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے پاس احتجاج کیا (19 مارچ 1946ء)۔ ایران اور روس میں تخلیہ افواج کے متعلق معاہدہ (6□5 اپریل) تخلیہ 9 مئی کو مکمل ہوا۔ آذر بائیجان میں اصلاحات کا نفاذ۔ شمالی ایران میں تیل کے لیے سویت ایرانی کمپنی کی ترتیب۔ آذر بائیجان پر ایران کا اقتدار مسلم ہو گیا لیکن اسے خود اختیار نظام دے دیا گیا (13 جون)۔ صوبے میں کچھ مدت تک بے چینی قائم رہی۔ فارس میں بغاوت (22 ستمبر)۔ وہاں اصلاحات جاری ہوئیں اور جنوبی قبائل کو خود

اختیاری نظام سے مطمئن کیا گیا۔

## امریکہ سے مفاہمت:

پارلیمانی انتخابات میں حکومت کی حمایت (جنوری و فروری 1947ء)۔ امریکہ سے مفاہمت 6 اکتوبر)۔ اس کے مطابق امریکہ سے ایک فوجی مشن منگوایا گیا۔ نیز امریکی سامان جنگ خریدا گیا سویت یونین کو اپریل 1946ء میں تیل کا جو اجارہ دیا گیا تھا۔ اس کے خلاف مسلسل غم وغصہ کا اظہار۔ پارلیمنٹ نے 22۔ اکتوبر کو اس معاہدے کی تصدیق نہ کی بلکہ اسے کالعدم قرار دیا۔ اس کے خلاف نیز امریکی فوجی مشن کے خلاف روس کا احتجاج مسترد کر دیا گیا۔ 

تودہ پارٹی کے افراد نے شاہ محمد رضا پہلوی پر قاتلانہ حملے کا اقدام کیا، اس لیے یہ پارٹی خلاف قانون قرار دی گئی (5۔ فروری 1949ء)۔ دستور میں ترمیم کر کے بادشاہ کو پارلیمنٹ توڑنے کا اختیار دے دیا گیا۔ امریکی ماہرین کے زیر نگرانی ایران کی اقتصادی نشوونما کے لیے ہفت سالہ منصوبہ (10 مئی)۔ اینگلو ایرانی کمپنی کے ساتھ نیا معاہدہ (18 جولائی) جس کے مطابق کمپنی کے منافع سے زیادہ حصے کا مطالبہ کیا گیا۔ کمپنی نے اسے رد کر دیا۔

# جمہوریہ انڈونیشیا

## انڈونیشیا:

پاک و ہند کے مشرق میں جزیروں کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے جنھیں پہلے جزائر شرق الہند کہتے تھے۔ چونکہ جزیرے بہت زرخیز تھے اور وہاں وہ قیمتی مسالے کثرت سے موجود تھے جن کی ضرورت دنیا بھر کو تھی، مثلاً لونگ، سیاہ مرچ، دار چینی وغیرہ، اس لیے سب لوگ وہاں پہنچنے اور مسلط ہونے کے آرزو مند تھے۔ پہلے ہندوؤں نے وہاں سلطنتیں قائم کیں، پھر چینی پہنچے۔ عرب تاجروں کے ذریعے سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ دسویں صدی سے پندرہویں صدی تک اسلام تیزی سے پھیلا یہاں تک کہ جزیروں کی آبادی میں مسلمانوں کا تناسب نوے فیصد سے بھی بڑھ گیا۔

یورپی قوموں میں سے پہلے پرتگیزوں نے ادھر کا رخ کیا۔ پھر ولندیز وہاں قدم جمانے لگے۔ انگریز بھی پہنچے لیکن چونکہ ان کی توجہ ہندوستان پر زیادہ تھی، لہٰذا ولندیزوں کے لیے میدان خالی ہو گیا اور انھوں نے جزائر شرق الہند کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ مسلمانوں نے وقتاً فوقتاً بغاوتیں کیں، جن میں سے (1825ء-1830ء) کی بغاوت خاص طور پر اہم ہے، لیکن ولندیزوں کے بہتر ساز و سامان جنگ اور بہتر تنظیمات کے مقابلے میں نری کثرت تعداد سے کچھ فائدہ نہ پہنچا۔

## دوسری جنگ عظیم:

جزائر شرق الہند کی اسلامی آبادی نے آزادی حاصل کرنے کے لیے کئی تحریکات شروع کر رکھی تھیں، جن کی وجہ سے عوام میں بیداری پیدا ہوئی اور سیاست کے علاوہ تعلیم، صحت و حرفت اور کاروبار میں بھی انھوں نے خاصی ترقی کر لی۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں جاپان اتحادیوں (برطانیہ، امریکہ، روس وغیرہ) کے خلاف جنگ میں شامل ہوا تو جہاں اس نے فلپائنز، ملایا، برمان وغیرہ پر قبضہ کر لیا وہاں جزائر شرق الہند کا مالک بھی وہ بن گیا اور باقی مدت میں یہ جزیرے جاپان ہی کے پاس رہے۔ اگرچہ باشندگان جزائر کے لیے یہ محکومی کا نیا دور تھا، تاہم اس سے فائدہ بھی پہنچا۔ وہ اس طرح کہ ایک تو افراتفری کے دوران میں آزادی پسند جماعتوں کی تنظیمات بدرجہا بہتر اور مستحکم تر ہو گئی، دوسرے جاپانیوں نے مقامی آبادیوں کو اس غرض سے مسلح کر دیا کہ وہ جاپانیوں کے ساتھ ہو کر فرنگی طاقتوں کا مقابلہ کریں۔

## آزادی کا اعلان:

جاپانیوں کے ہتھیار ڈالنے سے دو روز بعد جزائر شرق الہند (جن کا مجموعی نام انڈونیشیا رکھا گیا) کے لیڈروں احمد سوکارنوں اور عطا محمد نے جمہوریہ انڈونیشیا کی آزادی کا اعلان کر دیا (17 اگست 1945ء)۔ ولندیزوں نے نئی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔

برطانیہ اور ہالینڈ کی فوجیں ان جاپانی فوجوں سے جو انڈونیشیا میں موجود تھیں ہتھیار لینے اور جاپان بھیجنے کے لیے بٹاویا پہنچ گئیں (29 ستمبر۔3 اکتوبر)۔ کچھ دیر بعد ان فوجوں اور انڈونیشیا کے عوام کی فوجوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی۔

ہالینڈ کی حکومت نے انڈونیشیا کے ان باشندوں سے بات چیت پر آمادگی ظاہر کی جو ہالینڈ کی بادشاہی کے اندر خود اختیار نظام قبول کر لینے پر آمادہ تھے (12۔اکتوبر)۔ ایک نوجوان اشترا کی شہریار انڈونیشیا کی نئی جمہوریت کا وزیر اعظم بن گیا۔ سوکارنو کو صدر بنایا گیا (13 نومبر)۔

انڈونیشیا اور ہالینڈ کے نمائندوں میں گفت وشنید کا آغاز (19 فروری 1946ء) اس اثناء میں ہالینڈ اور برطانیہ کی فوجیں انڈونیشیا کی قومی فوجوں کو جاوا کے وسطی اور مشرقی حصے کی طرف دھکیلتی رہیں۔

فوجی متارکے بندوبست (10۔نومبر)۔ اس کے بعد ہالینڈ اور انڈونیشیا کے نمائندوں نے مفاہمت چیری بون (Cheribon) پر دستخط کر دیے۔ اس کے مطابق ہالینڈ کی حکومت نے جمہوریہ انڈونیشیا (جاوا، ساٹرا، مدورا) کو تسلیم کر لیا اور یہ اقرار بھی کر لیا کہ ریاستہائے متحدہ انڈونیشیا کے قیام کا انتظام کر لیا جائے جس میں جمہوریہ انڈونیشیا کے علاوہ بورنیو (Borneo) اور شرق کلاں (سیلبیز i□ (Celebes) سنڈا (Sunda) اور ملکا (Molucca) کے جزائر) بھی شامل ہوں گے۔ یہ متحدہ ریاستیں تاج ہالینڈ کے تحت برابر کی رفیق اور حصہ دار ہوں گی اس مفاہمت پر 5 مارچ 1947ء کو دستخط ہوئے۔ برطانوی فوج کے آخری دستے 6□29 نومبر 1946ء کو انڈونیشیا سے نکلے۔

## 1947ء سے -1948ء تک کے واقعات:

جب مفاہمت چیری بون پر عمل شروع ہوا (مئی۔ جولائی 1947ء) تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اس کی تعبیرات میں ہالینڈ اور انڈونیشا کے ارباب اختیار کے درمیان دور رس اختلافات۔ وزیر اعظم شہریار نے 26 جون کو استعفیٰ دے دیا۔ اس کا جانشین امیر شریف الدین بھی تعطل کو گفت وشنید کے ذریعے سے ختم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ فریقین بندش جنگ کے سمجھوتے کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ حکومت

ہالینڈ نے یہ تجویز پیش کی کہ امن شکن انڈونیشیائی دستوں کے خلاف مشترکہ پولیس کے ذریعے سے اقدامات کیے جائیں۔ حکومت جمہوریہ نے یہ تجویز مسترد کر دی۔ اس پر حکومت ہالینڈ نے وسطی اور مشرقی جاوا کے خلاف پورے زور سے اقدامات شروع کر دیئے (20 جولائی) اور حکومت کی فوجیں تیزی سے آگے بڑھیں۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے ایک قرارداد کے ذریعے سے جنگ کی بندش کا مطالبہ کیا۔ فریقین نے اسے قبول کر لیا لیکن اس کی پوری پابندی کبھی نہ ہوئی (یکم اگست)۔

انجمن اقوام کی ایک مجلس کی سرپرستی میں ہالینڈ اور انڈونیشیا کے درمیان گفت وشنید کا آغاز 8 دسمبر)۔ انڈونیشیا اور ہالینڈ کے نمائندوں نے ابن ول جہاز میں عارضی صلح کے معاہدے پر دستخط کیے جس میں آئندہ گفت وشنید کے اصول واضح کیئے گئے تھے، (17 جنوری 1948ء) لیکن بہت جلد ان اصول یک تعبیر کے متعلق اختلافات شروع ہو گئے۔ محمد عطا کی قیادت میں انڈونیشیا کی نئی وزارت بنی (31 جنوری)۔ انڈونیشیا کا ایک کیمونسٹ روس سے واپس آیا تھا، اس نے جاوا میں سویت حکومت کی بنیاد رکھ دی (18 ستمبر) جمہوریہ انڈونیشیا کی حکومت نے اس کیمونسٹ گروہ کے خلاف کامیاب اقدامات کیے اور کیمونسٹ جنگلوں میں چلے گئے۔ گفت وشنید میں بار بار ناکامی کے بعد ہالینڈ نے پھر جارحانہ اقدامات شروع کر دیئے (18 دسمبر)۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ جمہوریہ کے بڑے بڑے شہروں پر قابض ہو گئے اور سوکارنو کی حکومت بھی ان کے ہاتھ آگئی۔

## جنگ بندی کا مطالبہ:

سلامتی کونسل نے مطالبہ کیا کہ جنگ فوراً بند کی جائے۔ حکومت کے لیڈر رہا کر دیئے جائیں اور جمہوریہ انڈونیشیا کو یکم جولائی 1950ء تک تمام اختیارات منتقل کر دیئے جائیں (28 جنوری 1949ء) اقوام متحدہ کی مزید کوششوں سے ہالینڈ اور انڈونیشیا کے نمائندوں کے درمیان ہیگ میں ایک گول میز کانفرنس کا بندوبست ہوا۔ جمہوریہ متحدہ انڈونیشیا کو پورے اختیارات منتقل کرنے کے متعلق مکمل سمجھوتہ۔ ساتھ ہی ہالینڈ کے ساتھ تعلقات اور روابط کا فیصلہ ہو گیا (2 نومبر)۔

سوکارنو جمہوریہ متحدہ انڈونیشیا کا پہلا صدر اور محمد عطا پہلا وزیر اعظم مقرر ہوا (16 دسمبر)۔ حکومت ہالینڈ اور حکومت جمہوریہ انڈونیشیا نے تمام اختیارات جمہوریہ متحدہ انڈونیشیا کو منتقل کیے (27 دسمبر)۔ یہ سولہ ریاستوں کی وفاقی جمہوریت تھی، جس کا اعلان جکارتا (بٹاویا) سے ہوا۔ ڈچ نیوگنی جمہوریہ متحدہ میں شامل نہ ہوا۔ اس کی حیثیت کے بارے میں فیصلے کو آئندہ گفت وشنید پر ملتوی رکھا گیا۔

نئی جمہوریت کے مختلف حصوں میں بغاوتیں بھی ہوئیں اور چھاپہ مار جنگ بھی جاری

رہی (1950ء)۔وفاقی حکومت اور ریاستوں کی ایک کانفرنس میں فیصلہ ہوا کہ جمہوریہ متحدہ میں وحدانی (یونٹری) طرز حکومت جاری کیا جائے (19 مئی) چنانچہ ایک عارضی دستور بنا کر جمہوریہ انڈونیشیا کے قیام کا بندوبست کرلیا گیا (17۔اگست)۔محمد ناصر نے نئی وزارت بنائی (6۔ستمبر)۔جمہوریہ انڈونیشیا کو اقوام متحدہ میں داخل کرلیا گیا (28 ستمبر)۔

# مشرقی افریقہ

## کیفیت اور آبادی:

مشرقی افریقہ میں کینیا، یوگنڈا، ٹانگانیکا، نیا سالینڈ اور موزمبیق شامل ہیں۔ان علاقوں میں عموماً بنتو نسل کے حبشی آباد ہیں۔انیسویں صدی کے آغاز تک یہاں فرنگستانی قوموں میں سے صرف پرتگیزوں کی آبادیاں موجود تھیں اور ان میں سے بھی صرف وہی باقی رہ گئی تھیں جو زیادہ جنوب میں واقع تھیں۔ باقی علاقوں پر سترہویں صدی کے اواخر میں مسقط کے عرب قابض ہو گئے تھے۔راس ڈلگاڈو (Delgado) سے شمالی سمت میں اسی علاقے تک جسے آج کل اطالوی صومالی لینڈ کہتے ہیں پورا ساحل سلطان مسقط کے زیرنگیں تھا۔اور یہاں سلطان کی طرف سے ایک نائب (سید) حکومت کرتا تھا جس کا مرکز شروع میں ممباسہ تھا، بعد میں یہ مرکز زنجبار منتقل ہو گیا۔عرب غلاموں کی کامیاب تجارت کرتے رہے۔آہستہ آہستہ غلام پکڑنے والے لوگ اندرون ملک کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ بڑی جھیلوں [1] کے حلقے میں پہنچ گئے۔جب یورپی طاقتوں نے اس حصے کے معاملات میں دلچسپی لینا شروع کی تو ان کے دو مقصد تھے،ایک یہ کہ بردہ فروشی کو روکیں، دوسرا یہ کہ اپنی تجارت کو ترقی دیں۔انھیں دو مزاحمتوں سے سابقہ پڑا۔اول عرب حکمران جو پورے علاقے کے مالک ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے، دوسرے پرتگیز جنھوں نے پہلے سے وہاں اپنی آبادیاں قائم کر رکھی تھیں۔

## برطانوی جہازوں کا ایک دستہ:

1823ء میں امیر البحر اوون (Owen) برطانوی جہازوں کا ایک دستہ لے کر خلیج ڈلگوا میں پہنچا اور وہاں برطانوی جھنڈا نصب کر دیا۔لیکن وہ واپس ہوا تو پرتگیزوں نے جھنڈا ایک طرف پھینک دیا۔

اوون نے (1824ء-1828ء) مشرقی افریقہ کے ساحل پر ممباسہ اپنے قبضے میں لے لیا۔اس خطے کے متعلق سلطان مسقط اور اس کے مقامی نائب کے درمیان جھگڑا پیدا ہو گیا۔سلطان مسقط کا نائب سید سعید مشرقی افریقہ کے ساحل کا حاکم تھا۔اس نے زنجبار کو اپنا دارالحکومت بنایا (1840ء) زنجبار میں پہلے برطانوی قونصل جنرل کا تقرر (1841ء)۔اس وقت سے مشرقی افریقہ میں برطانیہ کی تجارت تیزی کے ساتھ ترقی کر گئی۔

## جرمن سیاح فان ڈرڈ یکن:

جرمنی کے ایک مشہور سیاح فان ڈرڈ یکن (Von Der Decken) نے مشرقی افریقہ کے مختلف حصوں میں چکر لگائے (1860ء-1865ء)۔ اس کی خواہش تھی کہ اس حصے میں جرمنی کے لیے نوآبادیاں قائم کرے۔ اس کے لیے ایک منصوبہ بھی تیار کرلیا۔ برطانوی دباؤ کے ماتحت سلطان مسقط کے مقبوضات تقسیم کیے گئے (1861ء)۔ زنجبار سلطان ماجد کا مرکز بن گیا، جو ساحل کے ساتھ ساتھ کئی ہزار میل کے رقبے میں تسلط کا مدعی تھا۔ برطانیہ اور فرانس نے سلطان زنجبار کی آزادی تسلیم کر لی (10 مارچ 1862ء)۔ سر جان کرک (John kirk) زنجبار میں برطانوی قونصل جنرل بنا (1866ء-1887ء)۔ اس کے کہنے سننے سے سلطان نے بردہ فروشی کے خلاف تدابیر اختیار کیں۔ برطانیہ کا اثر بہت بڑھ گیا اور کرک ہی بڑی حد تک سلطان کی پالیسی وضع کرنے کا مختار تھا۔ سید برغاش زنجبار سلطان بنا (1870ء-1888ء) برطانوی دباؤ کے ماتحت سلطان نے اپنے علاقے میں بردہ فروشی بند کر دی (5 جون 1873ء)۔ اور زنجبار میں بردہ فروشی کی جتنی منڈیاں تھیں وہ ختم ہو گئیں۔

لونگ سٹون کے انکشافات۔ یہ پہلا برطانوی مشنری تھا جو دریائے شیرے[1] اور جھیل نیاسا کے آس پاس نمودار ہوا۔ اور بلنٹائر[2] کی بنیاد رکھی گئی (1876ء)۔ فرانس کے صدر میکمھن نے خلیج ڈلگووا کا جنوبی کنارہ پرتگال کے حوالے کر دیا (24 جنوری 1875ء اور برطانیہ کا دعویٰ مسترد ہو گیا۔

## افریقی مقبوضات:

سلطان زنجبار نے اپنے افریقی مقبوضات برٹش انڈیا سٹیم نیوی گیشن کمپنی کے صدر ولیم میکینان (Mackinnon) کے حوالے کر دیئے (1876ء)۔ میکینان نے حکومت برطانیہ سے امداد کے لیے اپیل کی۔ جب کوئی امداد نہ مل سکی تو سلطان کی پیش کش واپس کر دی۔ شاہ مُتیسا (Mtesa) (1857ء-1884ء) نے سٹینلے کے ذریعے سے ایک اپیل کی جس کی بنا پر پراٹسٹنٹوں کا پہلا مشن یوگنڈا بھیجا گیا (1877ء)۔ جرمنی کی افریقی سوسائٹی نے جو بین الاقوامی ایسوسی ایشن کی ایک شاخ تھی بارگاموںیو[1] اور جھیل ٹانگانیکا کے درمیانی علاقے میں کئی چوکیاں قائم کیں۔ برطانوی مشنریوں اور تاجروں نے مل کر جھیل نیاسا پر تجارت کے لیے ایک کمپنی بنائی۔ فرانس سے کیتھولک مشنریوں کا ایک گروہ یوگنڈا پہنچا (1879ء)۔ انھیں عام طور پر سفید فام (White Fathers) پادری کہا جاتا تھا۔

حکومت پرتگال نے خلیج ڈلگووا سے ٹرانسوال تک ریلوے لائن بنانے کی غرض سے ایک امریکی

میکمر ڈو (Macmurdo) کو ٹھیکہ دیا۔ (14۔دسمبر 1883ء)۔

معاہدہ کانگو کے مطابق پرتگال نے نیاسا کے حلقے میں برطانوی دعاوی تسلیم کر لیے (26 فروری 1884ء)۔

## یوگنڈا کے بادشاہ ٹیسا کی وفات:

یوگنڈا کے بادشاہ ٹیسا کی وفات (10۔اکتوبر)۔ بیٹا اس کا جانشین ہوا۔ وہ عمر کا نوجوان اور بڑا خودرائے تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں مختلف مذہبی گروہوں سے اس کے جھگڑے شروع ہو گئے جن میں عرب مبلغین بھی شامل تھے، برطانوی پراٹسٹنٹ بھی اور فرانسیسی کیتھولک بھی۔ اس کا نام ونگا (Mwanga) تھا۔

جرمنوں کی استعماری تحریک کا روح رواں کارل پیٹرز (Karl Peters) تھا۔ اس نے باگامویوں کے پاس کے علاقوں میں مختلف مقامی سرداروں سے معاہدے کیے جن میں سے پہلے معاہدے پر 19 نومبر کو دستخط ہوئے۔ جرمن ایسٹ افریقہ کمپنی کی منظوری۔ اس کا کام یہ تھا کہ پیٹرز نے جو حقوق حاصل کیے تھے ان کے مطابق کام شروع کر دیے (12 فروری 1885ء)۔ حکومت جرمنی نے جنوب میں دریائے امبا سے شمال میں دریائے روما تک مشرقی افریقہ میں اپنی پروٹیکٹوریٹ قائم کر دی (17۔فروری)۔ جرمنوں کی ایک فرم نے جس کا نام ڈین ہارٹ (Denhardt) برادرز تھا وٹو (Wito) کا علاقہ مقامی سلطان سے وٹو کمپنی کے لیے حاصل کرلیا (8۔ اپریل)۔ اس پر حکومت جرمنی کی پروٹیکٹوریٹ کا اعلان (27 مئی)۔ سلطان زنجبار کے خلاف ایک بحری مظاہرہ اور الٹی میٹم جس سے مجبور ہو کر اس نے وٹو پر جرمن پروٹیکٹوریٹ منظور کر لی (14۔اگست)۔

# ہندوستان اور پاکستان-1

ہندوستان کے حالات ہم نے دوسری جنگ میسور پر چھوڑے تھے، جس کے دوران میں حیدر علی نے وفات پائی اور ٹیپو سلطان، سلطان میسور بنا۔ انگریزوں سے لڑائی کے ارادے پر ثابت قدم رہا۔ ہندوستان کے اندر اور باہر کی طاقتوں سے رشتہ اتحاد استوار کرنے کی بڑی کوششیں کیں۔ دو مرتبہ انگریزوں سے جنگیں پیش آئیں جو میسور کی تیسری اور چوتھی جنگیں کہلاتی ہیں۔ 4۔ مئی 1799ء کو سلطان اپنے دارالحکومت سرنگا پٹم کی حفاظت کرتا ہوا شہید ہوا۔ انگریزوں نے اس کی سلطنت کے کچھ حصے نظام اور مرہٹوں کو دے دیئے۔ ایک حصہ آپ لے لیا اور میسور کی گدی پر قدیم راجاؤں کے خاندان میں سے ایک فرد کو بٹھا دیا۔ اس کے بعد انگریز آہستہ آہستہ سارے ہندوستان پر قابض ہو گئے اور یہاں کی تاریخ اصلاً اسلامی نہ رہی بلکہ غیر اسلامی بن گئی۔ چونکہ اس دور میں بھی مسلمانوں نے ہندوستان کی آزادی کے لیے کوششیں جاری رکھیں اور اپنی تنظیم کر کے ایک آزاد حکومت کا بھی انتظام کیا۔ اس لیے پس منظر کے طور پر انگریزی عہد کے اہم واقعات نیز مسلمانوں کی جدوجہد اور تنظیم کی کیفیت پیش کی جاتی ہے۔

## ولیم پٹ کے آئین حکومت کی منظوری:

ولیم پٹ کے آئین حکومت کی منظوری (1784ء) علاقائی توسیع کو روکنے کی غرض سے حکم دے دیا گیا کہ دیسیوں کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے اور لڑائی اس وقت تک ہرگز نہ ہو جب تک کوئی طاقت ایسٹ انڈیا کمپنی کے مقبوضات پر حملہ نہ کر دے۔ کمپنی کے معاملات تاج کی نگرانی میں آ گئے اور دوگانہ حکومت کا بھدا انتظام قائم ہوا جو 1808ء تک جاری رہا۔

وارن ہیسٹنگز گورنر جنرل کا دور 1785ء میں ختم ہوا۔ بیس مہینے کے بعد (اس اثناء جان میکفرسن گورنر جنرل کے فرائض انجام دیتا رہا) لارڈ کارنوالس کو مستقل گورنر جنرل بنایا گیا (1786ء-1793ء) اس امن قائم رکھنے کی تاکید کی گئی تھی لہٰذا انتظامی اصلاحات کیں۔ مثلاً ملازمین کمپنی کے لیے مستقل مشاہروں کا انتظام۔ بنگال، بہار، اڑیسہ میں دوامی بندوبست (1793ء) یہ بندوبست بنارس میں بھی جاری ہوا (1795ء)۔ عدالتی نظام برطانوی نمونے پر مرتب ہوا۔ زمینداروں کو صرف تحصیل زر کے اختیارات حاصل ہوئے۔ مجسٹریٹی اور پولیس کے پورے اختیارات ججوں اور ہندوستانی پولیس کو دے دیئے گئے۔

مدراس میں رعیت سے براہ راست مالیہ وصول ہونے لگا۔ یہ نظام بنگال کے نظام سے بہتر تھا۔ مادھو جی سندھیا، بادشاہ دہلی کا مختار اور وکیل بن گیا اور اس نے شمالی ہند میں اپنی طاقت بڑھالی۔ سر جان شور گورنر جنرل (1795ء-1978ء)۔

## مارکوئیس ویلزلی گورنر جنرل:

مارکوئیس ویلزلی گورنر جنرل (1798ء-1805ء) اس نے فوجی آمداد (Subsidiary System) کی پالیسی اختیار کی جس کا مطلب یہ تھا کہ دیسی حکمرانوں میں سے ہر ایک کے لیے فوج اور حفاظت کا بندوبست کر دیا اور اس کے بدلے میں نقد رقمیں یا اتنی آمدنی کے علاقے لے لیے۔ انگریزوں کے سوا تمام غیر ملکیوں کو ملازمت سے خارج رکھنے کا عہد لے لیا اور خارجی معاملات خود سنبھال لیے۔ البتہ ان حکمرانوں کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دینے کا عہد کر لیا۔ چوتھی جنگ میسور، جس میں ٹیپو سلطان نے شہادت پائی، ویلزلی ہی کے عہد میں ہوئی تھی۔ مرہٹوں سے جنگ ہوئی، جس کے اختتام پر پیشوا سے عہد نامہ بسین ہوا (1802ء) اس پر بہت خرچ آیا اور کمپنی کے ڈائریکٹروں میں تشویش پھیل گئی۔ چنانچہ ویلزلی کو واپس بلا لیا گیا اور اس نے جو پالیسی اختیار کی تھی، وہ ترک کر دی گئی۔

مختلف گورنر جنرل برسر کار رہے۔ رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ جما لیا تھا لارڈ منٹو (1807ء 1812ء) نے رنجیت سنگھ سے معاہدہ کر کے دریائے ستلج کو سکھ حکومت اور انگریزی حکومت کی درمیانی حد بنا لیا (1809ء) اس وقت سے رنجیت سنگھ نے پنجاب کے شمالی و مغربی حصوں کی طرف بے خلش پیش قدمی شروع کر دی۔ فرانس نپولین کے ماتحت یورپ کے بڑے حصے پر قابض ہو گیا تھا اور خطرہ تھا کہ وہ ہندوستان کی طرف نہ بڑھے، منٹو نے اس کی روک تھام کے لیے سندھ، ایران اور افغانستان سے معاہدے کیے (1808ء-1810ء) مرہٹوں سے جنگ شروع ہوئی تھی تو انگریزوں نے دہلی اور آگرہ کو بھی فتح کر لیا تھا (1803ء) اور بادشاہ دہلی، اس وقت سے مرہٹوں کے بجائے انگریزوں کی حفاظت میں آ گیا تھا۔ اسے ایک مقررہ رقم ماہ بہ ماہ ملتی تھی۔ انگریز ملنے کے لیے جاتے تھے تو پرانے دستور کے مطابق نذریں پیش کرتے تھے اور سکہ بھی بادشاہ کے نام کا چلتا تھا۔ مارکوئیس ہیسٹنگز گورنر جنرل بن کر آیا (1813ء-1833ء) تو اس نے بادشاہ کی حیثیت کم کرنے کا خاص اہتمام کیا۔ چنانچہ پہلے نذریں بند ہوئیں۔ پھر سکے سے بادشاہ کا نام بھی حذف کر دیا گیا (1835ء)

## لارڈ آک لینڈ:

لارڈ آک لینڈ (1836ء-1842ء) کے عہد میں افغانستان کے ساتھ پہلی جنگ چھڑی، جو لارڈ ایلن برا (1842ء-1844ء) کے عہد میں ختم ہوئی اور دوست محمد خان کو افغانستان کا امیر تسلیم کرلیا گیا حالانکہ جنگ اسی کے خلاف شروع کی گئی تھی۔ سندھ کا الحاق (1843ء)۔ لارڈ ہارڈنگ (1844ء-1848ء) اور لارڈ ڈلہوزی (1848ء-1856ء) کے عہد میں سکھوں سے دو جنگیں ہوئیں۔ پہلی جنگ میں انگریزوں نے دوآبہ بست جالندھر کے علاوہ پہاڑی علاقے کشمیر تک سکھوں سے لے لیے اور بہت بڑا تاوان ان پر ڈالا۔ سکھ پوری رقم ادا نہ کرسکے تو کشمیر اور جموں کے علاقے گلاب سنگھ ڈوگرا کے ہاتھ فروخت کر کے رقم پوری کرلی گئی۔ یوں کشمیر میں ڈوگروں کی حکومت شروع ہوئی۔ دوسری جنگ کے بعد انگریز پنجاب پر قابض ہوگئے اور سکھوں کے آخری حکمران دلیپ سنگھ کو الگ کردیا گیا۔ لارڈ ڈلہوزی نے بہت سے دوسرے علاقوں کے علاوہ اودھ کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا اور وہاں کے بادشاہ واجد علی شاہ کو معزول کر کے کلکتہ لے گئے۔

## 1857ء سے 1900ء تک کے واقعات:

لارڈ کیننگ گورنر جنرل مقرر ہوا (1856ء-1862ء)۔ اسی کے عہد میں ہندوستانیوں نے آزادی ملک کے لیے وہ جنگ شروع کی جسے انگریز ''غدر'' قرار دیتے رہے (1857ء)۔ اس کے اختتام پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ختم ہوگئی اور ملک کا انتظام براہ راست تاج برطانیہ نے سنبھال لیا (یکم ستمبر 1858ء)۔ لیجسلیٹو اور ایگزیکٹو کونسلوں کا آغاز (1861ء)۔ ان میں ہندوستانیوں کو بھی شریک کیا جانے لگا۔

ملکہ وکٹوریہ نے قیصرہ ہند ہونے کا اعلان کیا (1877ء)۔ دوسری جنگ افغانستان (1878ء-1881ء) جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عبدالرحمان خان افغانستان کا امیر بن گیا۔

انڈین نیشنل کانگرس کا پہلا اجلاس (28- دسمبر 1885ء)۔ اس سے پہلے بھی ملک کے مختلف حصوں میں ایک گونہ عوامی تحریکیں جاری ہوچکی تھیں۔ مثلاً بنگال میں برٹش انڈین ایسوسی ایشن (1851ء)۔ بمبئی میں بمبے ایسوسی ایشن کے نام سے ایک نئی انجمن بنی (1876ء) جس کے روح رواں سریندر ناتھ بینرجی تھے۔ جب کل ہند عوامی انجمن بنانے کا فیصلہ ہوا تو پہلے اس کا نام ''انڈین نیشنل یونین'' رکھا گیا، پھر انڈین نیشنل کانگرس کا نام تجویز ہوا۔ ابتداء میں اس کی حیثیت بہت معمولی تھی۔ مختلف ممتاز لوگ اہم ملکی معاملات کے متعلق غور و فکر کے بعد جو فیصلے کرتے وہ حکومت کے پاس بھیج دیئے جاتے۔ سریندر ناتھ بینرجی، گوپال

کرشن گو کھلے اور بال گنگا دھر تک نے جمناسٹک کی انجمنوں اور اخباروں کے ذریعے سے اسے خاص پر زور قومی تحریک بنا دیا۔

لیجسلیٹو کونسلوں میں توسیع (1892ء)۔ سرحدی قبائل میں شدید بے چینی اور ان کی ہنگامہ آرائی (1897ء)۔

## سید احمد خاں اور علی گڑھ کالج:

مسلمان 1857ء کے بعد بہت خستہ حال اور پس ماندہ رہ گئے تھے۔ وہ انگریزی علوم کی تحصیل سے اس لیے متنفر تھے کہ یہ علوم بے شک وشبہ اجنبیوں کے تھے، جن میں وقت صرف کرنا ان کے نزدیک دین کے لیے نقصان کا باعث تھا اور ان علوم کی تحصیل کے بغیر وہ انگریزی حکومت کے قائم کردہ انتظامی ڈھانچے میں کوئی حصہ نہ لے سکتے تھے۔ اس موقع پر سر سید احمد خاں نے مسلمانوں میں تعلیمی تحریک جاری کی۔ 1877ء میں بمقام علی گڑھ نمونے کی ایک درسگاہ قائم کر دی، جس نے عالمگیر شہرت پائی۔ تھوڑی ہی مدت میں اس درسگاہ کے تعلیم یافتہ مسلمان نوجوان گرہ در گرہ نظم و نسق کے عہدوں پر فائز ہونے لگے اور مسلمانوں کی تباہی کا جو خطرہ پیدا ہوا تھا، وہ زائل ہو گیا۔ علی گڑھ کالج کی وجہ سے دوسرے حصوں میں بھی مسلمانوں نے اعلیٰ تعلیمی ادارے قائم کر لیے اور انگریزی علوم کی تعلیم مسلمانوں میں عام ہو گئی۔ آگے چل کر انھیں اداروں کے تعلیم یافتہ مسلمانوں نے قومی تحریکات میں نمایاں حصہ لیا۔ سر سید کی تعلیمی تحریک احیاء ملت اسلامیہ کی سرگزشت کا نہایت شاندار باب ہے۔

خالص دینی اور اسلامی علوم کی اشاعت کے لیے بھی بہت سے ادارے قائم ہو گئے جن میں سے دار العلوم دیو بند کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

## تقسیم بنگال:

لارڈ کرزن (1898ء-1905ء) کے عہد حکومت میں بنگال تقسیم ہوا۔ یہ تقسیم اصل میں انتظامی سہولت کے پیش نظر عمل میں آئی تھی۔ بنگال، بہار اور اڑیسہ کا متحدہ صوبہ بہت بڑا تھا، پھر اس میں آسام بھی شامل ہو گیا تھا۔ تقسیم میں مشرقی بنگال اور آسام کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا گیا، مغربی بنگال، بہار اور اڑیسہ کا صوبہ الگ رہا۔ اس پر بنگالیوں میں شورش پیدا ہوئی۔ یہ عموماً ہندوؤں تک محدود تھی۔ شورش کی بنیاد یہ تھی کہ بنگال (ہندو) اس طرح دو حصوں میں بٹ گئے ہیں۔ شورش پسندوں نے بدیشی مال کا بائیکاٹ شروع کر دیا اور دہشت انگیزی کے واقعات بھی پیش آئے۔ اس وجہ سے جلسوں اور اخباروں پر پابندیاں لگانی پڑیں۔

1911ء میں یہ تقسیم منسوخ کردی گئی۔ بنگال کو متحد رکھا گیا۔ بہار اڑیسہ کو الگ صوبہ بنادیا گیا اور آسام الگ صوبہ بن گیا۔ ہندوستان کی سیاسی بیداری اور مسلمانوں کی قومی تحریک میں اس واقعے کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

## مسلم لیگ اور جداگانہ انتخابات:

اب تک ہندوستان میں کانگرس ہی کو ملک کی آواز سمجھا جاتا تھا۔ حالانکہ مسلمان بہت کم اس میں شریک تھے اور کانگرس کے فیصلوں میں بھی زیادہ تر ملک کی اکثریت یعنی غیر مسلموں ہی کا نقطہ نگاہ سامنے رکھا جاتا تھا۔ یہاں نمائندہ ادارے شروع ہو چکے تھے، جن میں انتخابات مخلوط تھا اور رائے دہی کے معیار ایسے مقرر کیے گئے تھے کہ مسلمان جہاں اکثریت میں تھے، وہاں بھی انھیں اپنی حیثیت کے مطابق نمائندے منتخب کرانے کا موقع نہ ملتا تھا۔ 1906ء میں مسلمان لیڈروں نے بمقام ڈھاکہ جمع ہو کر اپنی ایک انجمن کی بنیاد رکھی جس کا نام آل انڈیا مسلم لیگ قرار پایا۔ اگرچہ کانگرس کی طرح اس کے بھی سرگروہوں کا ابتدائی دور معمولی تھا۔ تاہم یہی انجمن ہے جس نے مسلمانوں کی تنظیم اور ان کے حقوق کی حفاظت کا فرض سب سے بہترین طریق پر ادا دیا، یہاں تک کہ ان کے لیے ایک آزاد دولت پیدا کردی۔

1906ء ہی میں مسلمانوں کا ایک نمائندہ وفد لارڈ منٹو وائسرائے (1905ء-1910ء) سے ملا اور کہا کہ مسلمانوں کے لیے انتخابی اداروں میں جداگانہ انتخاب کا حق منظور کیا جائے تاکہ ان کی نمائندگی تعداد اور حیثیت کے اعتبار سے بگڑنے نہ پائے۔ جداگانہ انتخاب مسلمانوں کی علیحدہ قومی ہستی کا سنگ بنیاد تھا۔

## منٹو مارلے اصلاحات:

ہندوستانی کونسلوں کے قانون کی منظوری (15 نومبر 1909ء)، جسے عام طور پر منٹو مارلے اصلاحات کہتے ہیں اس لیے کہ ان اصلاحات کی ترتیب اور منظوری کے زمانے میں لارڈ منٹو ہندوستان کا وائسرائے اور لارڈ مارلے وزیر ہند تھا۔ اس کے مطابق کونسلوں کے اختیارات بڑھا دیئے گئے۔ ممبروں کی اکثریت کے لیے انتخاب منظور کیا گیا۔ ایک ہندوستانی کو وائسرائے کی ایگزیٹو کونسل کا رکن بنایا گیا۔ دو ہندوستانی وزیر ہند کی کونسل (برطانیہ) کے لیے تجویز ہوئے (1919ء میں یہ تعداد بڑھا کر تین کردی گئی)۔

لارڈ ہارڈنگ وائسرائے (1910ء-1916ء) ہندوستان میں قومی تحریکات کا زور اسباب:

(1) روس و جاپان کی جنگ (1905ء) میں اہل ایشیا کی فتوحات اہل یورپ پر، اس سے اہل یورپ کی برتری کا طلسم ٹوٹا۔

(2) یونیورسٹیوں کے ایکٹ (1904ء) پر بے اطمینانی۔

(3) تقسیم کے بنگال کے سلسلے میں ایجی ٹیشن۔

(4) برطانیہ اور روس نے باہم سمجھوتے سے ایران میں اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر متقرر کر لیے (1907ء)۔ اس طرح ایران کی آزادی قریباً ختم ہوگئی۔ آگے جا کر روس نے ایران کے بعض شہروں پر قبضہ کر لیا اور بڑے ظلم کیے۔

(5) اٹلی کا حملہ طرابلس الغرب (لیبیا) پر جو سلطنت عثمانیہ کا ایک حصہ اور خالص اسلامی آبادی کا ملک تھا اور سلطنت عثمانیہ کو خلافت اسلامیہ کا منصب بھی حاصل تھا (29 ستمبر 1911ء-5-اکتوبر 1912ء)۔ مسلمانوں میں جوش، اس لیے کہ یورپی طاقتیں جن میں برطانیہ بھی شامل تھا، اٹلی کی حامی تھیں۔

(6) دہلی میں جارج پنجم کی تاج پوشی کا دربار (1911ء) اور اس میں تنسیخ بنگال کا اعلان۔ تقسیم کو مسلمان اپنے لے مفید سمجھتے تھے اور خود انگریزوں نے مسلمانوں کو یقین دلایا تھا کہ تقسیم منسوخ نہ ہوگی۔

(7) جنگ بلقان (اکتوبر 1912ء-ستمبر 1913ء) جس میں برطانیہ اور دوسری یورپی طاقتوں کی شہ پر بلقانی ریاستوں نے سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے خلاف جنگ کی اور خاصے بڑے علاقے لے لیے۔

(8) کان پور (یوپی) میں ایک سڑک سیدھی کرنے کے لیے مسجد کے ایک حصے کو شہادت اور جب مسلمانوں نے شہید شدہ حصے کو بچانا چاہا تو ان پر گولی چلائی گئی۔

(9) پہلی جنگ عظیم میں ترکوں کا برطانیہ، فرانس اور روس کے خلاف جنگ میں شامل ہونا۔ ان تمام

اسباب نے مل کر مسلمانوں میں ہمہ گیر بیداری پیدا کر دی۔ مشہور مسلمان لیڈروں (مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی) کی نظر بندی اور اسیری۔

(10) جنگ کے دوران میں برطانیہ کی شہ پر شریف مکہ (حسین بن علی) کی بغاوت ترکوں کے خلاف (1916ء) اس میں برطانیہ اور شریف کے خلاف مسلمانوں میں جذبہ مخالفت۔

(11) مولانا محمود حسن حج کے لیے مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے شریف مکہ کے حق میں اور ترکوں کے خلاف فتویٰ پر دستخط نہ کیے۔ شریف نے انھیں اور ان کے رفیقوں کو مکہ معظمہ میں گرفتار کیا اور جدہ میں انگریزوں کے حوالے کر دیا۔ وہ مولانا کو پہلے مصر، پھر مالٹا لے گئے جہاں وہ جنگ کے اختتام تک نظر بند رہے۔ حرم پاک میں ایسے بزرگوں کی گرفتاری مسلمانوں کے لیے بڑی ہی رنج افزا تھی۔ اس سے حرم کی عزت پر بھی زد پڑی۔

(12) عام لوگوں میں حکومت کے خلاف جذبہ، جسے کوما گاتا مارو جہاز کے واقعے (21 مئی 1914ء) نے بہت مشتعل کیا۔ امریکہ کے مختلف علاقوں میں ہندوستانیوں کے داخلے پر پابندیاں عائد تھیں۔ گوردت سنگھ نے کوما گاتا مارو جہاز جاپانیوں سے کرائے پر لیا۔ اور چار سو ہندوستانیوں کو لے کر وینکوور پہنچا جو کینیڈا کا حصہ اور برطانیہ کا جز وتھا۔ وہاں انھیں اترنے کی اجازت نہ دی گئی۔ جہاز ہندوستان واپس آیا تو کلکتہ کے قریب بج بج میں ہنگامہ ہوا۔ (2۔ اکتوبر) سولہ ہندوستانی مارے گئے، کچھ قید اور کچھ فرار۔

## 1916ء سے-1919ء کے واقعات:

جنگ کے ابتدائی دور میں فی الجملہ امن رہا اور لیڈروں کی نظر بندی یا اسیری یا اخباروں پر پابندی کے سوا کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ سپاہیوں اور مزدوروں میں ہندوستان سے کم و بیش بارہ لاکھ آدمی بھرتی ہوئے۔ جنھوں نے یورپ، عراق، فلسطین، مصر اور مشرقی افریقہ کی مہموں میں حصہ لیا۔ پھر جنسوں کی قیمتیں بڑھ گئیں ٹیکسوں میں اضافہ ہو گیا۔ اس وجہ سے بے چینی بھی زیادہ ہوئی لیکن اصل بے چینی کے اسباب وہ تھے جن کا ذکر پہلے آ چکا ہے۔

اصلاحات کا مطالبہ۔ کانگرس اور مسلم لیگ نے باہم سمجھوتا کرلیا اور نمائندگی کے متعلق ایک مشترکہ سکیم پیش کردی (دسمبر 1916ء)۔ یہ سمجھوتہ میثاق لکھنو کے نام سے مشہور ہوا۔ بال گنگادھر تلک، مسز اینی بیسنٹ وغیرہ نے ہوم رول کی تحریک چلائی (1916ء)۔

مسٹر مانٹیگو وزیر ہند کی معرفت اعلان کہ حکومت برطانیہ خود اختیاری ادارت کے نشو و ارتقاء سے ہندوستان میں ذمہ دار حکومت قائم کرنا چاہتی ہے۔ مسٹر مانٹیگو خود ہندوستان آیا اور مختلف جماعتوں کے نمائندوں سے بات چیت کر کے لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے (1916ء-1921ء) کے اشتراک سے اصلاحات کی سکیم تیار (12 اپریل 1918ء) اور جولائی میں اسے منظوری کے لیے پارلیمنٹ میں پیش کر دیا۔ ہندوستان کے لیڈروں نے اسے سراسر ناکافی قرار دے کر رد کردیا۔

قانون رولٹ (21 مارچ 1919ء)۔ اس کے ذریعے سے حکومت کو اختیار دیا گیا تھا کہ مقدمات کے بغیر لوگوں کو نظر بند کردے اور ججوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ جیوری کے بغیر مقدمات کی سماعت کرلیں۔ اس پر بے چینی اور اضطراب۔ جنگ کے خاتمے پر سلطنت عثمانیہ کے لیے جو معاہدہ برطانیہ، فرانس وغیرہ نے منظور کیا (معاہدے سیورے)، اس سے سلطنت کے حصے بخرے ہوتے تھے نیز عرب کی تقدیس خطرے میں پڑی تھی۔ مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر۔ یوں ہندو، مسلمان، سکھ وغیرہ سب متحد ہوگئے اور گاندھی جی کی سرکردگی میں لاتعاون کی تحریک کا آغاز ہوا، جس میں درسگاہوں، عدالتوں، خطابات، کونسلوں اور بدیشی مال کے بائیکاٹ پر خاص زور دیا گیا۔

امرتسر میں جلیانوالہ باغ کے ایک اجتماع پر جنرل ڈائر نے فوج سے گولی چلوادی (13 اپریل 1919ء)۔ سرکاری بیان کے مطابق اس دردناک واقعے میں 389 آدمی مارے گئے اور بارہ سو زخمی ہوئے۔ (ایک فوجی کونسل نے ڈائر کے فعل کو فیصلے کی غلطی قرار دیا۔ دارالعوام کی کمیٹی نے اس کی مذمت کی)۔

## آئین حکومت ہند:

23 دسمبر 1919 کو مانٹیگو اور چمسفورڈ کی تجاویز کے مطابق آئین حکومت ہند جاری ہوا اور اصلاحات کا وہ نظام عمل میں آیا جسے دوعملی کا نظام کہتے ہیں۔ اس کے مطابق ہندوستان کی مجلس قانون سازی کی ہیئت ترکیبی یہ تھی کہ وائسرائے، کونسل آف سٹیٹ (جس کے ساٹھ ممبروں میں سے چھبیس سرکاری افسر تھے) اور لیجسلیٹو اسمبلی (ایک سو چالیس ممبر جن میں سے ایک سو منتخب ہوئے تھے)۔ فروری 1921ء میں بمقام دہلی پارلیمنٹ کا افتتاح ہوا۔

صوبائی حکومتوں کے باب میں طے ہوا کہ ان میں انگریز بھی وزیر ہوں گے اور ہندوستانی بھی۔ اہم معاملات گورنر اور اس کی ایگزیکٹو کونسل کے لیے "محفوظ" رکھے گئے۔ کم اہمیت رکھنے والے معاملات (حفظان صحت، تعلیم، زراعت وغیرہ) ہندوستانی وزیروں کے حوالے کر دیئے گئے۔ گویا تمام معاملات کی دو قسمیں ہو گئیں، محفوظ اور منتقلہ (Reserved and transferred)

# ہندوستان اور پاکستان-2

## تحریک ترک موالات:

نیشنل کانگریس نے گاندھی جی کی قیادت میں لاتعاون کی پہلی مہم شروع کی (ستیہ گرہ) اور برطانوی مال کا بائیکاٹ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ موقع پر تین اہم شکایتیں جمع ہوگئی تھیں، اول خلافت کی بحالی اور عرب کی آزادی، دوم پنجاب میں جلیانوالہ باغ اور مارشل لاء کے مظالم، سوم سوراج۔ خلافت کو معاہدہ سیورے کے ذریعے سے سخت نقصان پہنچا تھا۔ عرب کی آزادی شریف حسین کی بغاوت اور حکومت برطانیہ کے ساز باز کے باعث بطور خطرے میں پڑ چکی تھی۔ سوراج کے تحریک میں زیادہ قوت وہمہ گیری اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ جنگ کے دوران میں ہندوستانیوں کی طرف سے غیر محدود امداد ملنے کے باوجود برطانیہ نے ایسی اصلاحات منظور کیں، جو ہندوستان کی امیدوں اور آرزوؤں سے بہت کم تھیں۔ اسی زمانے میں مجلس خلافت کی بنیاد رکھی گئی۔ ترک موالات کی تحریک میں کانگریس، خلافت اور دوسری جماعتیں شریک تھیں۔ اس میں کونسلوں، عدالتوں، درسگاہوں، خطابوں اور جاگیروں نیز غیر ملکی خصوصاً برطانوی مال کا بائیکاٹ شامل تھا اور اس امر پر خاص زور دیا جاتا تھا کہ ملک کا بنا ہوا کپڑا پہنا جائے۔ مسلمانوں کی ایک اور مجلس اسی عہد میں بنی جس نے مذہبی پیشوائی کا وظیفہ بڑے اچھے انداز میں پورا کیا، یعنی جمعیۃ العلماء۔

## قومی تحریکات کا زور:

چیمسفورڈ کی جگہ لارڈ ریڈنگ وائسرائے مقرر ہوا (1921ء-1926ء) اس کے عہد میں مذہبی تحریکات بہت کمال پر پہنچ گئیں اور ان کا زور کم بھی اسی عہد میں ہوا مثلاً کانگریس، خلافت اور جمعیۃ العلماء کے لیڈروں نے مشترکہ دورے شروع کر دیئے۔ ترک موالات یا لاتعاون کی تحریکات کو کامیاب بنایا۔ مولانا محمد علی ایک وفد لے کر انگلستان گئے تاکہ وزیراعظم اور دوسرے ذمہ دار مدبروں سے مل کر خلافت و جزیرۃ العرب کو محفوظ کر رکھیں، لیکن نتیجہ حسب مراد نکلا۔ کراچی کے اجتماع میں یہ قرارداد بھی منظور ہوئی کہ کسی غیر مسلم حکومت کی فوج میں ملازم ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ ہرگز جائز نہیں۔ مذکورہ بالا قرارداد کی حمایت کے سلسلے میں مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی اور بعض دوسرے اصحاب پر مقدمے چلے اور انھیں دو دو سال کی قید ہوئی۔ پھر عام گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ پرنس آف ویلز ہندوستان آیا۔ اس کی پیشوائی اور استقبال کا بائیکاٹ کیا اور ہر جگہ اس بائیکاٹ کو کامیاب بنایا گیا۔ اس سلسلے میں ہزاروں قید ہوئے۔ اندازہ کیا

گیا تھا کہ ترک موالات کی تحریک میں مسلمانوں قیدیوں کا تناسب اسی فیصد سے کم نہ تھا۔

سکھوں میں اکالیوں کی تحریک منظم ہوئی، جس کا مقصد یہ تھا کہ سکھ دھرم کے احیا کا بندوبست ہو۔ انھوں نے گوردواروں کو مہنتوں کے قبضے سے آزاد کرانے کے لیے بڑی قربانیاں کیں اور اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

## چوری چورا اور اس کے نتائج:

کانگرس نے گاندھی جی کو تمام معاملات کا اختیار دے دیا کہ قومی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے جو کچھ مناسب سمجھیں کریں۔ بردولی (گجرات) سے پرامن سول نافرمانی کی تحریک جاری کرنے کا اعلان۔ اس سے پیشتر چوری چورا (صوبجات متحدہ) میں پولیس کے تھانے پر حملہ ہوگیا اور پولیس کے بائیس جوان مارے گئے۔ گاندھی جی نے تشدد کے اس واقعے کی بنا پر سول نافرمانی ملتوی کردی۔ حکومت کی طرف سے انتہائی تادیبی اقدامات۔ گاندھی جی کی گرفتاری (10 مارچ) اور چھ سال کی قید۔ اس کے بعد پرامن مزاحمت کی مہم میں اختلال شروع ہوا۔

کانگرس میں ان لوگوں کی تنظیم جو قانون ساز مجلسوں کے انتخابات میں حصہ لینے اور مجلسوں کے اندر جا کر سرکاری کارروائیوں کی مزاحمت کرنے کے معتقد تھے یعنی سوراج پارٹی جس کی قیادت سی آر داس کو حاصل تھی (25 ستمبر 1923ء)۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ حکومت کو اسی طرح سوراج دینے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انتخابات میں انھوں نے موثر اکثریت حاصل کی لیکن آہستہ آہستہ بے امتیاز مزاحمت کا جوش ہلکا پڑنے لگا اور اور صرف انھیں سرکاری تجاویز کی مخالفت کی جانے لگی، جن کی مضرت کے واضح دلائل موجود تھے۔ سوراج پارٹی کے لیڈر داس اور موتی لال نہرو ہندوستان کے لیے نوآبادیوں کے درجے کا مطالبہ پیش کرنے لگے۔ خرابی صحت کی بناء پر گاندھی جی کی رہائی (4 فروری 1924ء)۔ اس وقت تک ملک کے حالات خاصے بدل چکے تھے۔ اور ہنگاموں کی گرمی باقی نہ رہی تھی۔

## مسلم لیگ، خلافت اور جمعیۃ العلماء:

ملک میں فرقہ وار فسادات برپا ہوئے، لہٰذا مختلف اوقات میں ان فسادات کو روکنے اور مختلف اقوام میں مصالحت کرا دینے کی کوششیں کی گئیں۔ ہندوؤں، مسلمانوں، پارسیوں، سکھوں اور عیسائیوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی (26 ستمبر 1924ء) جس میں مذہبی کشاکشوں کی روک تھام کے لیے مقامی کمیٹیاں بنا دینے کا فیصلہ ہوا۔

ترک موالات کی تحریک زوروں پر تھی تو مسلم لیگ پیچھے ہٹ گئی اور مجلس خلافت و جمعیۃ العلماء کو مسلمانوں میں وسیع اثر و رسوخ حاصل ہوگیا۔ 1924ء میں مسلم لیگ کا اجلاس بمقام لاہور اور اس کی سرگرمیوں کا از سرنو آغاز۔

اب ملک کے سامنے دو بنیادی مسئلے آگئے۔ اول یہ کہ انگریزی تسلط سے آزادی حاصل کی جائے، دوم یہ کہ آئندہ جو نظام حکومت بنے، اس میں مسلمانوں کے حقوق آزادی کی حفاظت کن کن طریقوں پر ہو سکتی ہے۔ ہندو چونکہ تعداد میں زیادہ تھے، اس لیے ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی قوم کے لیے امتیازی حیثیت پیدا نہ ہو، اس کے برعکس مسلمان چاہتے تھے کہ اپنے تمام حقوق کی حفاظت کا پختہ بندوبست کرالیں۔ فرقہ وار فسادات بھی اس کشمکش کا نتیجہ تھے۔ ہندو سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا حق ختم کر دیا جائے تو اصل مقصد پورا ہو جائے گا۔ اس کے برعکس مسلمان جداگانہ انتخاب کو اپنی مستقل قومیت کی حفاظت کا اہم ذریعہ سمجھتے تھے اور اگر یہ حق چھن جاتا تو ان کے لیے کوئی بھی ذریعہ استقلال باقی نہ رہتا تھا۔

مختلف اسلامی جماعتوں نہیں، لیڈروں کے نقطہ نگاہ میں طریق انتخاب کے متعلق جزوی اختلافات موجود تھے۔ مسلمان لیڈروں نے سمجھوتے کے لیے ایک تجویز مرتب کی (1927ء)۔ اس کا مفاد یہ تھا کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت بحال کر دی جائے۔ سرحد اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کے برابر درجہ دے دیا جائے۔ سندھ کو بمبئی سے الگ کر دیا جائے۔ پھر مسلمان مشترکہ انتخاب قبول کر لیں گے۔ ہندوؤں نے مشترکہ انتخابات کے قبول کا خیر مقدم کیا اور باقی تجویزیں مسترد کر دیں۔

## سائمن کمیشن اور نہرو رپورٹ:

حکومت کی طرف سے ایک کمشن کا تقرر جس کا صدر جان سائمن تھا (اگست 1927ء)۔ اس میں برطانوی پارلیمنٹ کے تمام پارٹیوں نے نمائندے شریک تھے اور اس کا اصل کام یہ تھا کہ ہندوستان کے سیاسی حالات کا مطالعہ کرے اور دیکھے کہ مانٹیگو چیمسفورڈ کی اصلاحات کس حد تک کامیاب ہوئی ہیں۔ بعض ملکی جماعتوں نے کمیشن کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ بعض نے اعلان کیا کہ اپنا نقطہ نگاہ کمیشن کے روبرو پیش کر دینے میں مضائقہ نہیں۔ مسلم لیگ میں اختلاف۔ ایک گروہ بائیکاٹ کا حامی تھا، دوسرا گروہ کہتا تھا کہ کانگرس مسلمانوں سے سمجھوتا کرلے تو بے شک بائیکاٹ مناسب ہوگا۔ اگر سمجھوتا نہ کرتے تو مسلمانوں کو اپنے مطالبات کمیشن کے روبرو پیش کر دینے چاہئیں۔

ادھر کانگرس نے باہم سمجھوتے کے لیے ایک قرارداد منظور کی (دسمبر 1927ء)۔ اس کے مطابق دہلی میں آل پارٹیز کانفرنس ہوئی جس میں کیمشن کو بائیکاٹ کرنے والے مسلم لیگیوں نے شرکت کی (فروری

1928ء)۔ کانفرنس بے نتیجہ رہی اور گاندھی جی نے موتی لال نہرو کی سرکردگی میں آٹھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنادی کہ وہ سمجھوتے کی سکیم بنائے، جن میں دو مسلمان بھی شامل تھے۔ اس کمیٹی نے وہ نظام مرتب کیا جو نہرو رپورٹ کے نام سے مشہور ہوا (10۔ اگست 1928ء)۔ اس کی تجاویز سے مسلمانوں کی اکثریت کا شدید اختلاف۔ اس کے متعلق کلکتہ میں آل پارٹیز کنونشن کا انعقاد (29 دسمبر 1928ء۔ یکم جنوری 1929ء)۔

کانگرس نے تمام قوموں کے اعتراضات ٹھکرا دیئے اور نہروں رپورٹ کو متحدہ دستور قرار دے کر حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایک سال کے اندر اندر اسے منظور کر لیا جائے، ورنہ نو آبادیوں کے درجے (ڈومینین سٹیٹس) کی جگہ کامل آزادی کا مطالبہ پیش کر دیا جائے گا۔

## مسلم کانفرنس اور گول میز کانفرنس:

دسمبر 1928ء میں تمام اسلامی جماعتوں کے نمائندوں، صوبائی اور مرکزی قانون ساز مجلسوں کے مسلمانوں ممبروں، دوسرے ممتاز مسلمانوں کا ایک اجتماع بمقام دہلی زیر صدارت سر آغا خان منعقد ہوا تاکہ آئندہ دستور میں مسلمانوں کے مطالبات کے متعلق ایک متفقہ نقشہ تیار ہو جائے۔ اس اجتماع میں تجاویز دہلی کو (1927ء) ایک طویل قرارداد کی شکل دے کر منظور کر لیا گیا۔ یہی قرارداد جزوی ترمیم کے ساتھ بعد ازاں مسٹر جناح (قائداعظم) کے چودہ نکات کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ پنجاب و بنگال میں اسلامی اکثریت بحال کر دی جائے۔ سرحد اور بلوچستان کو دوسرے صوبوں کے مساوی نظام حکومت دیا جائے۔ سندھ کو احاطہ بمبئی سے الگ کر دیا جائے۔ مرکز میں مسلمانوں کی نمائندگی 1/3 سے کم نہ ہو اور طرز حکومت وفاقی رکھا جائے۔ جس میں صوبے زیادہ سے زیادہ اختیارات کے مالک ہوں۔

دہلی کے اس اجتماع نے مسلم کانفرنس کا نام پایا جو گول میز کانفرنس کے دور میں اسلامی حقوق کے متعلق مسلمانوں کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت سمجھی جاتی تھی۔

گول میز کانفرنس کی تجویز لارڈ ارون (1926ء-1931ء) نے پیش کی۔ پہلی گول میز کانفرنس 1930ء میں بمقام لندن منعقد ہوئی کانگرس اس سے پیشتر نہرو رپورٹ منظور نہ ہونے کی بنا پر گاندھی جی کی قیادت میں سول نافرمانی شروع کر چکی تھی اور وہ گول میز کانفرنس میں شریک نہ ہوئی۔ 1931ء میں دوسری مرتبہ اس کانفرنس کا انعقاد ہوا تو کانگرس کی طرف سے گاندھی جی شریک ہوئے۔ زیادہ تر اختلافات مختلف قوموں کے حقوق کے متعلق تھے اور ان کے تصفیے کی کوئی شکل پیدا نہ ہوئی لہٰذا قوموں کے حقوق کا معاملہ وزیراعظم برطانیہ کے حوالے ہو گیا کہ وہ فیصلہ صادر کر دے تاکہ دوسرے معاملات کے بارے میں گفتگو شروع ہو سکے۔

## فرقہ وارانہ فیصلہ اور آئین حکومت ہند:

وزیر اعظم نے اگست 1932ء میں فرقہ وار فیصلہ صادر کیا جس میں پورے مطالبات کسی بھی قوم کے نہ مانے گئے البتہ اچھوتوں اور مسلمانوں کو پہلے سے زیادہ حقوق مل گئے۔ پھر یہاں مختلف قوموں کے درمیان گفت وشنید کا آغاز ہوا۔ ایک اتحاد کانفرنس منعقد کی گئی لیکن اس میں شرکت سے زیادہ تر مسلمانوں نے انکار کر دیا۔ اس میں پہلے کی طرح پھر چھوٹے چھوٹے معاملات کے متعلق بحثیں شروع ہو گئیں۔ اس اثناء میں حکومت برطانیہ نے سرحد اور بلوچستان کی مساوات، سندھ اور اڑیسہ کی علیحدگی اور مرکز میں مسلمانوں کے لیے ایک تہائی نمائندگی کا اعلان کر دیا۔ گویا مسلمانوں کے بعض مزید مطالبات منظور ہو گئے۔

گاندھی جی قید تھے۔ انھوں نے اچھوتوں کے لیے ہندوؤں سے جداگانہ نمائندگی تجویز کیے جانے پر مرن برت کا اعلان کر دیا۔ بڑی تگ و دو کے بعد ہندوؤں اور اچھوتوں کے درمیان سمجھوتا ہوا۔ اس طرح گاندھی جی کے برت کھولنے کا موقع پیدا کیا گیا۔

نئے آئین حکومت کے دو حصے تھے، ایک صوبائی، دوسرا مرکزی۔ صوبائی نظام پہلے جاری کرنا تجویز ہوا اور اس کے مطابق 1937ء میں انتخابات ہوئے۔ اسے عام طور پر صوبائی خود اختیاری نظام کہتے تھے۔ مرکزی نظام جاری نہ ہوا تھا کہ جنگ شروع ہو گئی۔ اس دوران میں آزادی اور تقسیم کا فیصلہ ہو گیا۔

## پاکستان کے لیے پہلی صدا:

پاکستان کے لیے پہلی صدا علامہ اقبال نے اس خطبے میں بلند کی تھی جو انھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں بطور صدر پڑھا تھا۔ (دسمبر 1930ء)۔ یہ صدا بروقت کوئی موثر عملی صورت اختیار نہ کر سکی لیکن جیسے جیسے کانگرس اور مسلم لیگ کے نقطہ ہائے نگاہ میں اختلاف بڑھتا گیا، مسلموں اور غیر مسلموں کے درمیان سمجھوتے کے امکانات کم ہوتے گئے اور مسلمان علامہ اقبال کی تجویزی کی جانب متوجہ ہوتے گئے۔ صوبائی خود اختیاری نظام کے انتخابات میں ان تمام صوبوں کے اندر کانگرس کو اکثریت حاصل ہوئی، جہاں ہندوؤں کی آبادی زیادہ تھی۔ کانگرس پارٹی نے حکومت بناتے وقت مسلم لیگ سے تعاون نہ کیا۔ اس طرح حقیقی مسلمان نمائندے شرکت سے الگ رہے۔ اس کے بعد کانگرسی حکومت کے خلاف اسلامی حقوق سے بے پروائی کی شکایتیں پے در پے پیش ہونے لگیں تمام حالات نے مل جل کر ایسی صورت پیدا کر دی کہ مسلمان آزاد ہندوستان میں اپنے حفاظت کے لیے کوئی موثر اقدام کریں۔

قائداعظم محمد علی جناح بہت پہلے سے اسلامی حقوق کی حفاظت کے لیے کوشاں چلے آتے تھے اور

دوسرے لیڈروں کی طرح ان کی خواہش بھی یہی تھی کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان عزت مندانہ سمجھوتا ہو جائے۔ سمجھوتے کی طرف سے فی الجملہ مایوسی۔ مسلمانوں کی مستقل تنظیم کو تقویت پہنچا کر مسلم لیگ کو زبردست عوامی جماعت بنا دینے کا فیصلہ (1935ء)۔

## پاکستان کی قرارداد:

مسلم لیگ کے اجلاس لاہور میں قرارداد پاکستان کی منظوری (23 مارچ 1940ء) اس کا مطلب یہ تھا کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں جن علاقوں کے اندر مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے، انھیں الگ کر کے آزاد حکومت قائم کر دی جائے۔ اس آزادی اسلامی حکومت اور باقی ہندوستان کے تمام حصوں میں اقلیتوں کے جملہ حقوق کی حفاظت کا بندوبست کر دیا جائے۔ یہ قرارداد 1940ء سے مسلمانوں کا نصب العین بنی اور تھوڑی ہی مدت میں آل انڈیا مسلم لیگ مسلمانانِ ہند کی واحد نمائندہ جماعت قرار پائی۔

اس قرارداد کی بنیاد یہ تھی کہ ہندوستان متحد رہے تو اس کی مرکزی حکومت میں بہ ظاہر غیر مسلموں کو ہمیشہ اکثریت حاصل رہے گی، اس لیے کہ ان کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں تین چوتھائی تھی۔ ایسے مرکز کے ماتحت اکثریت والے علاقوں کے مسلمانوں بھی بے بس رہ جائیں گے۔ ان مسلمان کے طبعی حقوق کی حفاظت صوبائی خود اختیاری کے نظام یا دوسرے تحفظات کے ذریعے سے نہ تھی۔ لازم تھا کہ ملک کو تقسیم کر کے مرکز بنائے جاتے، ایک اسلامی اور دوسرا غیر اسلامی۔

## ملک کی آزادی اور قومی حقوق:

ملک کی آزادی پر تمام جماعتیں اور قومیں متفق تھیں کانگرس چاہتی تھی کہ آزادی کے بعد مرکز ایک رہے۔ مسلم لیگ کا مطالبہ یہ تھا کہ مرکز دو ہوں۔ جنگ کے دوران میں سر سٹافورڈ کرپس آزادی کی ایک سکیم لے آئے (1942ء)۔ یہ سکیم کانگرس اور مسلم لیگ دونوں نے نامنظور کر دی۔ جنگ کے خاتمے پر انتخابات میں نشستوں کی بہت بڑی تعداد کانگرس اور مسلم لیگ کو مل گئی (27۔ دسمبر 1945)۔

حکومت برطانیہ کی طرف سے ہندوستان کے لیے آزادی کا اعلان (14 مارچ 1946ء)۔ اور وزارتی مشن کا تقرر۔ اس مشن میں تین وزیر شامل تھے۔ پیتھک لارنس، سر سٹافورڈ کرپس اور اے، وی الیگزانڈر۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وائسرائے کے مشورے اور مختلف پارٹیوں کے لیڈروں سے بات چیت کے بعد نظام آزادی کے نفاذ کی مناسب صورت پیدا کریں۔

ان کی سکیم کے دو حصے تھے۔ ایک کا تعلق عبوری حکومت کے قیام سے تھا، دوسرے کا مستقل نظام

حکومت سے۔ مشن مختلف فریقوں میں ہم آہنگی پیدا نہ کر سکا۔

عبوری حکومت کا قیام (24۔ اگست)۔ اس میں کانگرس کی طرف سے سات ممبر شریک ہوئے۔ پانچ غیر لیگی مسلمانوں کو شامل کیا گیا۔ مسلم لیگ نے شرکت قبول نہ کی۔ 25۔ اکتوبر کو مسلم لیگ اپنے مستقل حق کی بناء پر شامل ہوئی تو غیر لیگی مسلمان مستعفی ہو گئے۔

## دستور ساز اسمبلی اور اعلان آزادی:

دستور ساز اسمبلی کا انتخاب ہوا تو اس میں ہندوؤں کی زیادہ تر نشستیں کانگرس کو اور مسلمانوں کی زیادہ تر نشستیں مسلم لیگ کو ملیں۔ اس کا پہلا اجلاس (9□ó دسمبر)۔ مسلم لیگ نے شامل ہونے سے انکار کر دیا، اس لیے کہ وہ ملک کی تقسیم پر اصرار کر رہی تھی اور متحدہ ہندوستان کا دستور بنانے میں اصولاً حصہ نہ لے سکتی تھی۔

حکومت برطانیہ کا اعلان کہ وہ حکومت کے تمام اختیارات زیادہ سے زیادہ جون 1948ء تک ہندوستانیوں کے حوالے کر دیئے گی۔ (20 فروری 1947ء) لارڈ مونٹ بیٹن کو وائسرائے مقرر کیا گیا (20 فروری۔ 15۔ اگست)

مونٹ بیٹن نے ہندو اور مسلمانوں لیڈروں کے بات چیت شروع کی۔ جب متحدہ دستور پر سب قومیں متفق نہ ہو سکیں تو تقسیم کی سکیم تجویز ہوئی۔ گفت وشنید کے بعد ملک کی تقسیم کا اعلان (3 جون)۔ اس تجویز کو مسلم لیگ نے (9□ó جون کو) اور کانگرس نے (16۔ جون کو) منظور کر لیا۔

ہندوستان کی آزادی کا مسودہ قانون پارلیمنٹ میں (5۔ جولائی)۔ قرار پایا کہ ہندوستان کے دو ڈومینین بنیں گے ایک کا نام ہندوستان ہوگا اور دوسرے کا نام پاکستان۔ ریاستوں پر برطانوی سیادت ختم۔ مسودہ جولائی کو قانون بن گیا۔

## دو آزاد ملک:

15۔ اگست (1947ء) کو ایک محکوم ہندوستان کی جگہ دو آزاد ملک وجود پذیر ہوئے۔ ہندوستان کا گورنر جنرل لارڈ مونٹ بیٹن ہی رہا۔ پاکستان کا گورنر جنرل قائداعظم محمد علی جناح کو بنایا گیا۔ تقسیم کے ساتھ ہی مسلموں اور غیر مسلموں کے درمیان خوفناک فسادات (خصوصاً پنجاب کے حلقے میں) چند مہینوں میں کم وبیش ستر لاکھ آدمی ہندوستان سے منتقل ہو کر پاکستان آئے اور کم وبیش پینتالیس لاکھ غیر مسلم پاکستان سے ہندوستان چلے گئے۔

## ہندوستان:

ہندوستان میں پنڈت جواہر لال نہرو وزیراعظم بنے۔ حیدر آباد، کشمیر اور جونا گڑھ کے سوا تمام ریاستیں ہندوستان میں شامل ہوگئیں، جو ہندوستان کے حدود میں تھیں۔ ایک مرہٹے ناتھورام گاڈسے کے ہاتھ سے دہلی میں گاندھی جی کا قتل (30۔ جنوری 1948ء)۔ مونٹ بیٹن کی جگہ راجگوپال اچاریا گورنر جنرل (13۔ جون)۔ نیا دستور جس کے مطابق ہندوستان فوجوں کی یورش (13۔ جون)۔ نیا دستور جس کے مطابق ہندوستان "فیڈرل ری پبلک" (وفاقی جمہوریت) بنا۔ (26 نومبر) جمہوریت کا افتتاح (16۔ جنوری 1950ء) اور بابو راجندر پرشاد اس کے پہلے صدر قرار پائے۔

## پاکستان:

حکومت پاکستان کی وزارت عظمٰی لیاقت علی خان صاحب نے سنبھالی، حضرت قائداعظم کا انتقال (11۔ ستمبر 1948ء)۔ خواجہ ناظم الدین نئے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔

ہندوستان کی یورش کشمیر پر (26 اکتوبر 1947ء)۔ جونا گڑھ کا اعلان الحاق پاکستان کے ساتھ۔ وہاں ہنگامہ، ہندوستانی فوج کا داخلہ اور اعلان الحاق بہ ہند (9 نومبر)۔ کشمیر میں جنگ۔ ہندوستان نے یہ معاملہ اقوام متحدہ کے پاس پیش کر دیا۔ (30 دسمبر)۔ کشمیر میں بندش جنگ کا اعلان (یکم جنوری 1949ء) اور فیصلہ ہوا کہ انجمن اقوام متحدہ کی نگرانی میں اہل کشمیر کی رائے معلوم کی جائے گی۔ اس کے مطابق کشمیر کا آخری فیصلہ ہوگا۔ ہر قدم پر رکاوٹیں پیدا ہوتی رہیں۔

# انجمن اقوامِ متحدہ

## ابتدائی دور:

انتیس قوموں نے منشور کی تصدیق کر دی۔ اس طرح 24۔ اکتوبر 1945ء کو انجمن اقوام متحدہ رسمی طور پر وجود میں آئی، اور اس کے لیے مرکز جمہوریہ امریکہ میں تجویز ہوا۔

انجمن کی جنرل اسمبلی کا پہلا اجلاس 10۔ جنوری 1946ء کو لندن میں ہوا جس میں اکیاون قوموں کے نمائندے شریک ہوئے۔ بلجیم کے پاس سپاک (Paul Hspaak) کو اس کا پہلا صدر چنا گیا، سلامتی کی کونسل کے لیے گیارہ ممبر چنے گئے تھے، پانچ مستقل اور چھ غیر مستقل۔ چین، فرانس، جمہوریہ امریکہ، برطانیہ اور روس کے نمائندے مستقل حیثیت رکھتے تھے۔ 12 جنوری کو غیر مستقل چھ ممبروں کا انتخاب ہوا اور اس طرح سلامتی کی کونسل کی ممبری ختم ہوئی۔ یہ چھ نمائندے برازیل، پولینڈ، آسٹریلیا، میکسیکو، ہالینڈ اور مصر کے تھے۔

ناروے کے ٹرمیجو لی کو (Trygvillie) انجمن اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل چنا گیا (یکم فروری)۔

جمعیتِ اقوام کی اسمبلی نے جنیوا میں آخری اجلاس کے بعد اپنے خاتمے کا اعلان کر دیا اور اپنی ہر چیز انجمن اقوام متحدہ کے نام منتقل کر دی (18۔ اپریل)۔

انجمن اقوام کی جنرل اسمبلی نے فیصلہ کیا کہ فرینکو کو انجمن کی تمام سرگرمیوں سے محروم رکھا جائے اور ممبروں سے سفارش کی کہ ہسپانیہ سے سیاسی تعلقات توڑ لیں (11 دسمبر)۔

جوہری قوت کے کمشن نے جمہوریہ امریکہ کی یہ تجویز منظور کر لی کہ جوہری قوت کی نگرانی اور معائنے کا زیادہ سے زیادہ حق حاصل ہوگا، روس اور پولینڈ نے رائے دینے سے احتراز کیا (30۔ دسمبر)۔

## 1947ء:

جوہری قوت کے کمیشن نے بین الاقوامی نگرانی کا جو درجہ تجویز کیا تھا، روس نے اس میں ترمیمات پیش کیں۔ بعد میں سلامتی کی کونسل نے جوہری قوت کی نگرانی کے لیے جو تجویز مرتب کرنی چاہی تھی وہ روس کی مخالفانہ رائے کے باعث ناکام ہو گئی (18۔ فروری)۔ بحر الکاہل کے جو جزیرے پہلے جاپان کی حکمداری میں تھے، سلامتی کی کونسل نے ان کے لیے امریکہ کو ٹرسٹی مقرر کر دیا (2 اپریل)۔ سلامتی کی کونسل نے انڈونیشیا میں جنگ بند کرنے کا مطالبہ کیا (یکم اگست) اور مصالحت کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی جس کا

وظیفہ یہ قرار پایا کہ ہالینڈ اور انڈونیشیا کے درمیان جھگڑے کے طے کرانے میں مدد دے۔
پاکستان اور یمن کو انجمن اقوام کا ممبر بنایا گیا (20۔ ستمبر)۔ جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی جس میں یونان اور اس کے شمالی ہمسایوں (یوگوسلاویہ، البانیہ، بلغاریہ) سے اپیل کی کہ وہ اپنے جھگڑے پر امن ذرائع سے طے کر لیں (21۔ اکتوبر)۔ بلقان کمیٹی کے نام سے ایک مجلس بنادی گئی کہ مذکورہ بالا چاروں حکومتوں سے اس قراردداد کی تکمیل کرائے۔
جنرل اسمبلی نے آزادی کے متعلق کوریا کا دعویٰ تسلیم کر لیا اور ایک منصوبہ تیار کیا کہ وہاں قومی حکومت قائم کر دی جائے اور جو فوجیں کوریا پر قابض ہیں انھیں ہٹا لیا جائے (14۔ نومبر)
فلسطین کے متعلق ایک خاص کمیٹی بنائی گئی تھی اس کی اکثریت کی رپورٹ کے مطابق جنرل اسمبلی کے فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی تجویز مان لی، ایک حصے میں یہودیوں کی سلطنت تجویز ہوئی دوسرے میں عربوں کی آزادی سلطنت۔ یروشلم کے متعلق طے ہوا کہ اسے انجمن اقوام کی نگرانی میں دے دیا جائے (ó□29 نومبر)۔

## 1948ء:

سلامتی کونسل نے ایک کمیشن بنایا جو ریاست جموں و کشمیر کے متعلق پاکستان اور ہندوستان کے جھگڑے کا فیصلہ کرادے (ó□20 جنوری 1948ء)۔ طویل گفت وشنید کے بعد طے ہو گیا کہ جنگ بند کر دی جائے اور ریاست میں رائے عامہ کے استصواب کے لیے انتظامات کیے جائیں (23۔25 دسمبر)۔
برما کو انجمن اقوام کا ممبر بنالیا گیا (ó□19 اپریل)۔ کاؤنٹ فوک برنادو (Folke Bernadotte) صدر صلیب احمر سویڈن کو انجمن اقوام کی طرف سے فلسطین کے لیے ثالث مقرر کیا گیا (20۔ مئی) دہشت پسند یہودیوں نے اسے ó□17 ستمبر کو قتل کر دیا۔ سلامتی کی کونسل نے فلسطین میں متار کے حکم دیا (15 جولائی)۔ اس سے کشمکش بالکل تو نہ رکی لیکن کھلم کھلا اور طویل جنگ کی حالت کے انسداد کو بڑی مدد ملی (15۔ جولائی)۔
اسلحہ کی روک تھام کے کمیشن نے فیصلہ کیا کہ موجودہ حالات ایسے نہیں جن میں مروجہ اسلحہ کی تخفیف اور نگرانی کے پروگرام پر عمل کیا جا سکے (12۔ اگست)۔
سلامتی کی کونسل کے غیر عارضی ممبروں نے برلن کی ناکہ بندی کے تصفیے کے لیے جو تجویز پیش کی تھی، سوویت یونین کے ویٹو نے اسے ناکام بنا دیا (25۔ اکتوبر)۔
جنرل اسمبلی نے استیصال نسل کے انسداد اور سزا کے لیے ایک تجویز منظور کی نیز انسانی حقوق کے

متعلق عالمگیر اعلان کیا (9۔دسمبر)۔
اسمبلی نے جنوبی کوریا کی حکومت کو صحیح آئینی منتخب حکومت تسلیم کیا اور ملک کے اتحاد میں مدد دینے کے لیے ایک کمیشن مقرر کر دیا (12۔دسمبر)۔

## 1949ء کے واقعات:

انڈونیشیا میں جنگ جاری رہی لہٰذا اسلامتی کی کونسل نے اسے روکنے اور انڈونیشیا کا مسئلہ قطعی طور پر حل کرنے کے لیے از سرِ نو کوششیں شروع کر دیں (27۔جنوری)
آخرش حکومت ہالینڈ اور جمہوریہ انڈونیشیا کے درمیان 2۔نومبر کو فیصلہ ہو گیا۔
بین الاقوامی عدالت نے رود بار کارفو میں دھماکوں کی ذمہ داری البانیہ پر ڈالی اور برطانیہ کو حق دے دیا کہ اپنے نقصانوں کی تلافی کرالے (9۔اپریل)۔
اسرائیل کو انجمن اقوام کا ممبر بنایا گیا (11۔مئی)
جنرل اسمبلی نے ہندوستان، پاکستان اور جنوبی افریقہ کی یونین کو ہندی الاصل باشندوں اور گوروں کے درمیان بیان کردہ امتیازات کے مسئلے پر گفتگو کی دعوت دی (14۔مئی)۔
جوہری قوت کے کمیشن نے اپنے اجلاس اس وقت تک کے لیے ملتوی کر دیئے جب تک بڑی طاقتوں کے درمیان مفاہمت کی کوئی بنیاد طے نہ ہو جائے (29۔جولائی)۔
جنرل اسمبلی نے اسلحہ کے کمیشن کی تجاویز منظور کر لیں جن کا مفاد یہ تھا کہ جو حکومتیں اسمبلی کی ممبر ہیں وہ اپنے اسلحہ کی مقدار اور فوجوں کی تعداد کے متعلق مفصل اطلاعات بہم پہنچائیں (5۔دسمبر)۔
جنرل اسمبلی نے مشرق بعید میں بین الاقوامی صورت حال کے استحکام کی غرض سے تمام حکومتوں کو مشورہ دیا کہ وہ چین کی سیاسی آزادی کا احترام کریں اور اہل چین کا یہ حق مانیں کہ وہ اپنے لیے سیاسی ادارے منتخب کرنے میں بالکل آزاد ہیں (8۔دسمبر)۔
جنرل اسمبلی نے یروشلم کو انجمن اقوام متحدہ کے مستقل انتظام میں لانے کی تجویز از سرِ نو منظور کی (6□9دسمبر)۔

## 1950ء کے واقعات:

سوویت یونین نے پہلے یہ کوشش کی کہ قوم پرست چینیوں کو انجمن اقوام متحدہ کے تمام اداروں سے خارج کیا جائے۔ یہ کوشش کامیاب نہ ہو سکی تو اعلان کر دیا کہ انجمن اقوام جن مجالس میں قوم پرور نمائندے

شریک ہوں گے،ان میں سوویت یونین کے نمائندے شریک نہ ہوں گے (3 جنوری)

کوریا میں جنگ کا آغاز (25 جون) سلامتی کی کونسل نے جنگ بند کرنے اور شمالی کوریا کی فوجیں ہٹا لینے کا مطالبہ کیا۔ شمالی کی کونسل نے انجمن اقوام متحدہ کی طرف سے امریکہ کی سرکردگی میں ایک متحدہ کمان کا انتظام کر دیا جو جنوبی کوریا کو ہر ممکن امداد دے۔ (7۔جولائی)۔ بعدازاں انجمن کی ممبر اقوام میں سے ترپن نے اس فیصلے کی تصدیق کر دی۔ ان میں سے متعدد قوموں نے فوجی یا اقتصادی امداد بھی دی تا کہ انجمن اقوام متحدہ کے مقصد کو تقویت پہنچے (7۔جولائی)۔

انڈونیشا انجمن اقوام کا ممبر بن گیا۔ (28۔ستمبر)۔ یہ ساٹھواں ممبر تھا۔ چودہ مزید ممالک ممبری کے درخواست گزار تھے۔ یعنی آسٹریا، سیلون، پرتگال، نیپال، البانیہ، بلغاریہ، ہنگری، جمہوریہ حمایت حاصل نہ ہو سکی جو ممبری کی لازمی شرط تھی۔

جنرل اسمبلی نے متحدہ کوریا میں ایک آزادی جمہوری حکومت کے قیام کی تجویز منظور کی اور ایک کمیشن بنا دیا جو اتحاد اور کوریا میں بحالی امن کو تقویت پہنچائے (7۔اکتوبر)۔

جنرل اسمبلی نے ایک دورس قرارداد 2 نومبر کو منظور کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر سلامتی کی کونسل کسی موقع پر ہم آہنگ نہ ہونے کے باعث کوئی قدم نہ اٹھا سکے تو اس حالت میں اسمبلی کا اجلاس چوبیس گھنٹے کے نوٹس پر بلا لیا جائے۔ اس میں اجتماعی تدابیر کا فیصلہ کیا جائے۔ ضرورت پڑے تو مسلح فوجیں بھی استعمال کی جائیں۔

انجمن اقوام متحدہ کی اسمبلی نے 11۔دسمبر 1946ء کو فرینکو کے خلاف جو قرارداد منظور کی تھی وہ منسوخ کر دی (4۔نومبر) اس طرح ہسپانیہ کو مغربی یورپ کے اس اجتماع میں شریک ہونے کے لیے سہولت مل گئی جو کمیونسٹوں کے خلاف تھا۔

# مراکش

## مراکش یورپی سیاست کے پھندے میں:

مراکش مغربِ اقصیٰ کا آخری حصہ ہے، جس کے مغربی جانب اٹلانٹک، شمالی جانب بحیرۂ روم اور مشرقی جانب الجزائر واقع ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، فرانس نے رفتہ رفتہ وہاں قدم جمائے تھے۔ مختلف یورپی طاقتیں فرانس کی مخالفت کے لیے تیار بیٹھی تھیں۔ 1906ء میں جمہوریہ امریکہ، جرمنی، برطانیہ، فرانس اور ہسپانیہ نے معاہدہ کرلیا، جس کے مطابق ان تمام حکومتوں کے لیے مراکش میں تجارتی مساوات کا فیصلہ ہوگیا، نیز قرار پایا کہ فرانس اور ہسپانیہ کی مشترکہ پولیس مراکش کی تمام بندرگاہوں میں موجود رہے۔ اس فیصلے کے باوجود جرمنی اور فرانس میں کشمکش جاری رہی۔ آخر 1912ء میں فرانس نے اپنے مقبوضہ کانگوں میں سے جرمنی کو ایک لاکھ مربع میل کا علاقہ دے کر مراکش میں مختاری کا درجہ حاصل کرلیا۔ ان میں سے کوئی فیصلہ ایسا نہ تھا، جس کے بارے میں خود اہل مراکش یا ان کے نمائندوں سے کچھ پوچھا گیا ہو۔ پھر پہلی یورپی جنگ شروع ہوگئی۔ اگرچہ اہل مراکش کو فرانس کا جوا گردن سے اتار پھینکنے کا موقع حاصل تھا، تاہم انھوں نے ایسا کوئی قدم نہ اٹھایا۔ جنگ کے بعد امید تھی کہ فرانس اہل مراکش سے انصاف کرے گا، لیکن سامراجی جذبے نے ایسی کوئی صورت پیدا نہ ہونے دی۔

## محمد عبدالکریم کا جہاد:

جب امید کی کوئی کرن باقی نہ رہی تو مراکش کے پہاڑی علاقے میں سے، جس کا نام ریف ہے، مجاہدوں کی ایک جماعت محمد بن عبدالکریم کی قیادت میں اٹھی اور آزادی کے لیے جہاد شروع کر دیا (1921ء)۔ دورانِ جنگ میں اسلحہ کی خاصی مقدار ریف پہنچ چکی تھی۔ ان مجاہدوں نے جہاں جہاں سے ممکن ہوا، اسلحہ اکٹھے کرلیے، اہل وطن کو نئے اصول پر جنگی تربیت دی اور آزادی کے لیے جہاد کا آغاز ہوگیا۔ اس کا پہلا مرکز وہ علاقہ تھا، جس پر ہسپانیہ قابض تھا۔ محمد بن عبدالکریم نے ہسپانیوں کو پے در پے شکستیں دے کر بالکل بے بس کر دیا اور پوری دنیا ان مجاہدوں کی صدائے شہرت سے گونج اٹھی۔ حالات نازک دیکھ کر فرانس کی بھی آنکھیں کھلیں۔ جب اسے یقین ہوگیا کہ ہسپانیہ کو مراکش سے نکالنے کے بعد خود اس پر بھی حملہ ہو جائے گا تو فرانس اور ہسپانیہ نے ایک معاہدہ کیا اور دونوں طاقتوں نے مل کر محمد بن عبدالکریم کے خلاف جنگ شروع کر دی۔ محمد بن عبدالکریم نے فوراً اپنے مجاہدوں کو جگہ جگہ حملے کا حکم دے دیا۔ آخر دو

بڑی یورپی طاقتوں کی متحدہ قوت غالب آ گئی۔ محمد بن عبدالکریم کو جلاوطن کر دیا گیا۔ اسی طرح تھوڑی دیر کے لیے مراکش میں امن قائم ہوا۔ محمد بن عبدالکریم کو جلاوطنی کے بعد واپس لا رہے تھے، اس نے فرانس کی نظر بندی میں رہنے کے بجائے آزادی کو ترجیح دی، چنانچہ اس کا جہاز سویز پہنچا تو وہ محافظوں کی نظر بچا کر مصر میں داخل ہو گیا۔ آج کل قاہرہ میں مقیم رہے اور تمام لوگ اس غیور مجاہد کا انتہائی احترام کرتے ہیں۔

## دوسری عالمی جنگ:

دوسری عالمی جنگ تک مراکش کے حالات میں کوئی خاص تغیر پیدا نہ ہوا۔ فرانس نے جرمنی کے مقابلے میں شکست کھائی اور ہتھیار ڈال دیئے۔ مارشل پیتاں نے حکومت بنائی جسے عام طور پر وشی کی حکومت کہتے تھے کیونکہ اس کا صدر مقام وشی تھا۔ اس پر اتحادیوں کو تشویش پیدا ہوئی کہ جرمنی فرانس کے سمندر پار مقبوضات پر قابض ہو جائے گا تو اتحادیوں کے لیے حالات بہت نازک صورت اختیار کر لیں گے۔ اس وجہ سے مستعدی کے ساتھ کوشش کی گئی کہ فرانس کے مقبوضات، خصوصاً شام، مراکش اور الجزائر حکومت وشی کے قبضے سے نکال لیے جائیں۔ 8۔ نومبر 1942ء کو اتحادی فوجیں، جن کے ساتھ آزاد فرانس کی فوجیں شامل تھیں، ساحل مراکش پر اتریں اور جلد سے جلد مراکش و الجزائر پر قابض ہو گئیں۔ اس اثناء میں برطانوی فوجیں مصر سے پیش قدمی کرتی اور محوری فوجوں کو شکست پر شکست دیتی ہوئی تیونس پہنچ گئی تھیں۔ پھر دونوں فوجوں نے مل کر پہلے سسلی، بعد ازاں اٹلی پر حملہ کر دیا۔ اس طرح نہ صرف مغرب اقصیٰ، نہ صرف شمالی افریقہ، بلکہ پوری جنگ کی کیفیت یکسر بدل گئی۔



## مراکش کی آزادی:

عالمی جنگ ختم ہوئی تو مراکش کے حریت پسندوں نے آزادی کامل کا مطالبہ پیش کر دیا۔ سلطان محمد بن یوسف نے، جو سلطان محمد خامس کے لقب سے مشہور ہوا، حریت پسندوں کی زبردست حمایت کی۔ فرانس نے 1954ء میں سلطان محمد کو تخت سے اتار کر مڈغاسکر جلاوطن کر دیا اور خاندان کے ایک اور فرد کو مسند پر بٹھا دیا تاکہ اپنا اقتدار بدستور قائم رکھے۔ اس پر ملک میں ہنگامے شروع ہو گئے۔ حریت پسندوں نے دہشت انگیزی کا طریقہ اختیار کر لیا۔ جگہ جگہ بم گرائے۔ فرانسیسیوں پر قاتلانہ حملے شروع ہو گئے۔ مجبور ہو کر فرانس نے سلطان محمد کو مڈغاسکر سے بلا کر دوبارہ تخت پر بٹھا دیا اور 2۔ مارچ 1956 کو امراش کی آزادی تسلیم کر لی گئی۔ جو علاقہ ہسپانیہ کے قبضے میں تھا، وہ بھی آزاد مراکش میں شامل ہو گیا۔

مراکش کے شمالی و مغربی گوشے میں طنجہ ایک مشہور مقام ہے جو شہرہ آفاق سیاح ابن بطوطہ کا مولد و مدفن

ہے۔ یورپی طاقتوں نے مراکش کے متعلق سمجھوتا کیا تھا تو طنجہ کو بین الاقوامی حلقہ تسلیم کر لیا تھا، گویا یہ مراکش سے بالکل الگ ہو گیا۔ آزادی کے ساتھ ہی طنجہ بھی مراکش میں شامل ہو گیا اور اپریل 1860ء میں اس کے خاص حقوق ختم کر دیئے گئے۔ دوسرے مراکشی علاقوں میں جو قوانین نافذ تھے، وہی طنجہ میں نافذ ہو گئے۔ ایک اور علاقہ ہسپانیہ کے قبضے میں تھا۔ 1958ء میں وہ بھی مراکش کر واپس مل گیا۔

## دستوری نظام:

سلطان محمد نے اگست 1956ء میں ایک مجلس شوریٰ بنائی، جس کے چھبتر ارکان تھے۔ یہ سب کے سب بادشاہ نے مختلف سیاسی جماعتوں، پیشوں اور مذہبی گروہوں میں سے نامزد کیے تھے۔ مئی 1958ء میں نمائندہ مجلس کے قیام کا اعلان ہو گیا۔ پہلے بلدی انتخابات ہوئے، اسی طرح دیہاتی حلقوں کے انتخابات عمل میں آئے۔ ان تمام مجلسوں نے مجلس شوریٰ کے ارکان منتخب کیے، پھر رائے عامہ سے قومی مجلس کا انتخاب عمل میں آیا۔

سلطان محمد نے عزم اور حسن تدبیر سے مراکش کو آزادی دلائی تھی۔ وہ نہ صرف مراکش بلکہ تمام اسلامی ملکوں اور دوسری حکومتوں میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ اچانک اس کے گلے میں تکلیف ہوئی عمل جراحی کے دوران میں اس نے وفات پائی اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔

## مراکش کی عام کیفیت:

مراکش کا رقبہ ایک لاکھ اکہتر ہزار مربع میل ہے۔ آبادی 1952ء میں اسی لاکھ بتائی جاتی تھی۔ جولائی 1958ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ تین لاکھ تیس ہزار پہنچ گئی۔ عربی سرکاری زبان ہے، فرانسیسی اور ہسپانوی مختلف حصوں میں بولی جاتی ہیں۔ آزادی کے ساتھ ہر مراکش مجلس اقوام متحدہ کا رکن بن گیا۔ زراعت نے خاصی ترقی کر لی۔ تعلیم کی توسیع پر خاص توجہ ہے۔ مراکش کا ایک شرف یہ ہے کہ فاس کی قیروان یونیورسٹی دنیا بھر کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔ یہ 859ء میں یعنی جامعہ ازہر سے تقریباً ایک سو سال پیشتر قائم ہوئی تھی۔ صنعت وحرمت کو بھی ترقی دی جا رہی ہے۔ ملک میں اتنے ڈاکٹر ہیں کہ عام اندازے کے مطابق تقریباً چھ ہزار باشندوں کے لیے ایک ڈاکٹر ضرور موجود ہے۔

## پرچم:

مراکش کے پرچم کی کیفیت یہ ہے کہ سرخ رنگ کی زمین کے عین وسط میں سبز رنگ کا ستارہ جس کے کناروں پر سیاہ دھاری رہے تا کہ وہ نمایاں رہے۔

# الجزائر

## الجزائر اور فرانس:

الجزائر کے ابتدائی حالات پہلے صفحات میں بیان کیے جا چکے ہیں۔ اس کے متعلق فرانس کی پالیسی برابر بدلتی رہی۔ 1847 میں امیر عبدالقادر کی حوالگی کے بعد فرانس کو اس پر قبضہ کرنے کا موقع ملا تھا۔ جب نپولین ثالث بادشاہ ہوا، اس کی رائے یہ تھی کہ الجزائر عربوں کا ملک ہے وہاں فرانسیسیوں کو آباد نہ ہونا چاہیے۔ ملک کی آزادی کے لیے بار بار خونریز جہاد ہوئے۔ ایک جہاد 1861ء سے 1883ء تک جاری رہا۔ فرانس نے 1870ء میں جرمنی سے شکست کھائی تو فرانسیسیوں نے آہستہ آہستہ الجزائر کے ساحلی علاقوں میں آبادکاری کا سلسلہ شروع کیا۔ ایک خاص قانون بنا دیا گیا، جس کے مطابق اہل فرانس کو الجزائر میں زمین حاصل کرنے کے لیے سہولیں بہم پہنچائی گئیں۔ 1882ء میں الجزائر کی کل فرانسیسی آبادی تین لاکھ چھہتر ہزار تھی۔ ان میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار افراد خاصے بڑے قطعات اراضی کے مالک تھے۔

اب حکومت فرانس کا فیصلہ یہ تھا کہ الجزائر کی مستقل حیثیت ختم کر کے اسے فرانس کا جزو بنا لیا جائے۔ پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تو فرانس کے مخالفوں کی انگیخت کے باوجود الجزائر کے باشندوں نے فرانس کا ساتھ دیا۔ ایک لاکھ تہتر ہزار الجزائری فوج میں بھرتی ہوئے ایک لاکھ انیس ہزار الجزائریوں نے مختلف کارخانہ ہائے حرب میں کام کیا۔ اس کے بعد امید تھی کہ الجزائر کو آزادی دے دی جائے گی۔ مگر جنگ ختم ہوئی تو پہلے کی طرح الجزائر کو فرانس کا مستقل جزو بنا لینے کی تدبیریں شروع ہو گئیں۔

## آزادی کے لیے تازہ جہاد:

1919ء میں فرانس نے بعض مسلمان خاندانوں کو ووٹ کا حق دیا۔ 1944 میں یہ حق تمام الجزائریوں کو ملا، لیکن وہ لوگ اب اس قسم کی مہمل رعایتوں سے بہت آگے نکل چکے تھے، ایک زبردست جماعت بنی، جس نے آزادی کے لیے پھر سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔ اس کا نام "قومی آزادی کا محاذ" رکھا گیا۔ 1954ء سے اس جماعت نے کام شروع کیا اور اب تک جہاد کا سلسلہ جاری ہے۔ اس میں فرانس کا بھی سخت نقصان ہوا اور عام روایت کے مطابق کم و بیش دس لاکھ الجزائریوں نے شہادت پائی۔

ہے۔ یورپی طاقتوں نے مراکش کے متعلق سمجھوتا کیا تھا تو طنجہ کو بین الاقوامی حلقہ تسلیم کرلیا تھا، گویا یہ مراکش سے بالکل الگ ہوگیا۔ آزادی کے ساتھ ہی طنجہ بھی مراکش میں شامل ہوگیا اور اپریل 1860ء میں اس کے خاص حقوق ختم کر دیئے گئے۔ دوسرے مراکشی علاقوں میں جو قوانین نافذ تھے، وہی طنجہ میں نافذ ہو گئے۔ ایک اور علاقہ ہسپانیہ کے قبضے میں تھا۔ 1958ء میں وہ بھی مراکش کر واپس مل گیا۔

## دستوری نظام:

سلطان محمد نے اگست 1956ء میں ایک مجلس شوریٰ بنائی، جس کے چھہتر ارکان تھے۔ یہ سب کے سب بادشاہ نے مختلف سیاسی جماعتوں، پیشوں اور مذہبی گروہوں میں سے نامزد کیے تھے۔ مئی 1958ء میں نمائندہ مجلس کے قیام کا اعلان ہوگیا۔ پہلے بدلی انتخابات ہوئے، اسی طرح دیہاتی حلقوں کے انتخابات عمل میں آئے۔ ان تمام مجلسوں نے مجلس شوریٰ کے ارکان منتخب کیے، پھر رائے عامہ سے قومی مجلس کا انتخاب عمل میں آیا۔

سلطان محمد نے عزم اور حسن تدبیر سے مراکش کو آزادی دلائی تھی۔ وہ نہ صرف مراکش بلکہ تمام اسلامی ملکوں اور دوسری حکومتوں میں بہت ہر دلعزیز تھا۔ اچانک اس کے گلے میں تکلیف ہوئی عمل جراحی کے دوران میں اس نے وفات پائی اور اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔

## مراکش کی عام کیفیت:

مراکش کا رقبہ ایک لاکھ اکہتر ہزار مربع میل ہے۔ آبادی 1952ء میں اسی لاکھ بتائی جاتی تھی۔ جولائی 1958ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ تین لاکھ تیس ہزار پہنچ گئی۔ عربی سرکاری زبان ہے، فرانسیسی اور ہسپانوی مختلف حصوں میں بولی جاتی ہیں۔ آزادی کے ساتھ ہر مراکش مجلس اقوام متحدہ کا رکن بن گیا۔ زراعت نے خاصی ترقی کرلی۔ تعلیم کی توسیع پر خاص توجہ ہے۔ مراکش کا ایک شرف یہ ہے کہ فاس کی قیروان یونیورسٹی دنیا بھر کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔ یہ 859ء میں یعنی جامہ ازہر سے تقریباً ایک سو سال پیشتر قائم ہوئی تھی۔ صنعت وحرمت کو بھی ترقی دی جارہی ہے۔ ملک میں اتنے ڈاکٹر ہیں کہ عام اندازے کے مطابق تقریباً چھ ہزار باشندوں کے لیے ایک ڈاکٹر ضرور موجود ہے۔

## پرچم:

مراکش کے پرچم کی کیفیت یہ ہے کہ سرخ رنگ کی زمین کے عین وسط میں سبز رنگ کا ستارہ جس کے کناروں پر سیاہ دھاری رہے تاکہ وہ نمایاں رہے۔

# الجزائر

## الجزائر اور فرانس:

الجزائر کے ابتدائی حالات پہلے صفحات میں بیان کیے جا چکے ہیں۔اس کے متعلق فرانس کی پالیسی برابر بدلتی رہی۔ 1847 میں امیر عبدالقادر کی حوالگی کے بعد فرانس کو اس پر قبضہ کرنے کا موقع ملا تھا۔جب نپولین ثالث بادشاہ ہوا، اس کی رائے یہ تھی کہ الجزائر عربوں کا ملک ہے وہاں فرانسیسیوں کو آباد نہ ہونا چاہیے۔ملک کی آزادی کے لیے بار بار خونریز جہاد ہوئے۔ایک جہاد 1861ء سے 1883ء تک جاری رہا۔فرانس نے 1870ء میں جرمنی سے شکست کھائی تو فرانسیسیوں نے آہستہ آہستہ الجزائر کے ساحلی علاقوں میں آباد کاری کا سلسلہ شروع کیا۔ایک خاص قانون بنا دیا گیا، جس کے مطابق اہل فرانس کو الجزائر میں زمین حاصل کرنے کے لیے سہولیں بہم پہنچائی گئیں۔ 1882ء میں الجزائر کی کل فرانسیسی آبادی تین لاکھ چھہتر ہزار تھی۔ان میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار افراد خاصے بڑے قطعات اراضی کے مالک تھے۔

اب حکومت فرانس کا فیصلہ یہ تھا کہ الجزائر کی مستقل حیثیت ختم کر کے اسے فرانس کا جزو بنا لیا جائے۔ پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تو فرانس کے مخالفوں کی انگیخت کے باوجود الجزائر کے باشندوں نے فرانس کا ساتھ دیا۔ایک لاکھ تہتر ہزار الجزائری فوج میں بھرتی ہوئے ایک لاکھ انیس ہزار الجزائریوں نے مختلف کارخانہ ہائے حرب میں کام کیا۔اس کے بعد امید تھی کہ الجزائر کو آزادی دے دی جائے گی۔مگر جنگ ختم ہوئی تو پہلے کی طرح الجزائر کو فرانس کا مستقل جزو بنا لینے کی تدبیریں شروع ہو گئیں۔

## آزادی کے لیے تازہ جہاد:

1919ء میں فرانس نے بعض مسلمان خاندانوں کو ووٹ کا حق دیا۔ 1944 میں یہ حق تمام الجزائریوں کو ملا، لیکن وہ لوگ اب اس قسم کی مہمل رعایتوں سے بہت آگے نکل چکے تھے، ایک زبردست جماعت بنی، جس نے آزادی کے لیے پھر سرگرمی سے کام شروع کر دیا۔اس کا نام "قومی آزادی کا محاذ" رکھا گیا۔ 1954ء سے اس جماعت نے کام شروع کیا اور اب تک جہاد کا سلسلہ جاری ہے۔اس میں فرانس کا بھی سخت نقصان ہوا اور عام روایت کے مطابق کم و بیش دس لاکھ الجزائریوں نے شہادت پائی۔

## فرانس کی اضطراری تدبیریں:

فرانس نے اس جہاد کو روکنے میں کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھی۔ اس وقت کم از کم پانچ لاکھ فوج الجزائر میں موجود ہے اور اسے اب تک کوئی کامیابی نہیں ہو سکی۔ جب ڈیگال نے فرانس کا انتظام سنبھالا تو الجزائر کے سلسلے میں یکے بعد دیگرے کئی تدبیریں اختیار کیں۔ مدعا یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح الجزائر کے باشندے فرانس کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ پہلے یہ بتایا گیا کہ الجزائر کے ساتھ رہنے پر آمادہ نہ ہوا تو ساحلی علاقہ، جس میں فرانسیسی اور یورپی آباد ہیں، الجزائر سے الگ کر دیا جائے گا۔ الجزائری اس تجویز کو کیونکر منظور کر سکتے تھے؟ دو مرتبہ حکومت فرانس کیساتھ مجاہدین کے نمائندوں کی گفتگو ہوئی۔ اس میں یہ واضح ہوا کہ فرانس صحرائی علاقہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں، جہاں سے تیل کے چشمے نکلے ہیں۔ الجزائر کے مجاہد اس تجویز کو بھی قبول نہیں کر سکتے۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ پورا الجزائر اور پورا صحرائی علاقہ ان کے حوالے کر دیا جائے۔ جو فرانسیسی یا یورپی لوگ الجزائر میں رہنا پسند کریں، ان کی پوری حفاظت ہوگی۔ اس کے سوا الجزائریوں سے مصالحت کی کوئی صورت نہیں۔ فرانس نے جتنا سامان جنگ یورپ کی حفاظت کے سلسلے میں امریکہ سے حاصل کیا تھا، وہ الجزائر میں بیدردی سے استعمال کیا اور کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اب بتایا گیا ہے کہ الجزائر کے فرانسیسی اور دوسرے یورپی کینیڈا یا دوسرے ملکوں کو منتقل ہونے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور فرانس کو الجزائر کا حق آزادی تسلیم کیے بغیر ایک لمحے کے لیے بھی چین نصیب نہ ہوگا۔

## الجزائر کی کیفیت:

خاص الجزائر کا رقبہ تقریباً اکاسی ہزار مربع میل ہے۔ اس کے علاوہ صحرا کا رقبہ پونے تین لاکھ مربع میل سے کم نہیں۔ 1958ء کے اعداد کے مطابق آبادی ایک کروڑ دو لاکھ پینسٹھ ہزار تھی۔ ملک میں سڑکیں بھی اچھی ہیں اور ریل بھی جاری ہے۔ اس کے قدرتی وسائل ایسے ہیں کہ آزادی الجزائر جلد سے جلد ایک زبردست قوت بن جائے گا۔ جن لوگوں نے کم و بیش ایک سو تیس سال آزادی کی جدوجہد میں بسر کر دیئے اور ان کی سرگرمیوں میں اب تک کوئی کمی نہیں آئی، وہ آزاد ہو جائیں گے تو اپنے ملک کو یقیناً بہت تھوڑی مدت میں کہیں سے کہیں پہنچا دیں گے۔

# تیونس

## پروٹیکٹوریٹ:

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، فرانس نے 1881ء میں تیونس پر قبضہ جمایا۔ ٹیونس اٹلی کے عین سامنے واقع ہے۔ یورپی قومیں جس بے تکلفی سے مختلف ملکوں میں قبضہ کر رہی تھیں، ان سے اٹلی بے خبر نہ تھا، چنانچہ اس نے بھی قدم آگے بڑھایا اور فرانس کے پہلو بہ پہلو تیونس میں اقتدار کا جال پھیلانا شروع کیا۔ آخر فرانس نے اٹلی کے ساتھ ایک سمجھوتا کیا اور تیونس کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔ فرانسیسی قبضے کی ابتدا پروٹیکٹوریٹ کے رنگ میں ہوئی، یعنی فرانس نے تیونس کی حفاظت اپنے ذمے لے لی۔ پہلی عالمی جنگ تک صورت حال میں کوئی خاص تغیر نہ ہوا۔

## آزادی کی تحریک:

جنگ میں تیونس نے فرانس کی پوری حمایت کی اور اسے ہر ممکن مدد دی۔ شاید مختلف لوگوں کا خیال ہو کہ فرانس اس حمایت کی قدر کرے گا اور جنگ کے بعد خود آزادی یا کم از کم مساوات کے حقوق دے دے گا، مگر سامراجی طاقتوں میں اس قسم کے احساسات پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ وہ دوسروں سے توقع رکھتی ہیں کہ ہر حال میں انھیں امداد دی جائے۔ اس امداد کو اپنا حق سمجھتی ہیں۔ جب کام نکل جاتا ہے تو محکوموں سے پہلے کی طرح خود غرضانہ برتاؤ شروع کر دیتی ہیں۔ آخر تیونس کے تعلیم یافتہ طبقے میں بیداری پیدا ہوئی اور پہلی عالمی جنگ کے بعد ان لوگوں نے بہت معمولی سی اصلاحات کا مطالبہ کیا۔ حکومت فرانس غضبناک ہو گئی اور بعض اہل تیونس کو وطن چھوڑ کر مصر یا آس پاس کے دوسرے ملکوں میں پناہ لینی پڑی۔ انھیں میں سید عبدالعزیز الثعالبی بھی تھے، جو خاصی مدت تک جلاوطن رہے۔ ان مجاہدوں نے جو جماعت بنائی تھی، اس کا نام حزب دستور تھا۔

## حبیب بورقیبہ:

1934ء میں حزب دستور کے دو حصے ہو گئے۔ ایک فریق معتدل مزاج تھا اور وہ صرف اصلاحات کا مطالبہ کافی سمجھتا تھا، دوسرا فریق زیادہ گرمجوش تھا۔ اس نئے فریق کی قیادت حبیب بورقیبہ نے کی، جس نے تیونس کو آزادی دلائی اور آج بھی اس ملک کی باگ ڈور اسی حبیب بورقیبہ اور اس کی جماعت کے ہاتھ میں

ہے۔
حبیب بورقیبہ کو بھی جدوجہد کے سلسلے میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ دوسری عالمی جنگ کے دوران میں فرانس تیونس کو داخلی خود مختاری دینے پر آمادہ تھا۔ اگست 1945ء میں دونوں حریت پسند جماعتوں نے متحد ہو کر مطالبہ کیا کہ تیونس آزادی کامل کا طلب گار ہے۔ فرانس نے حسب دستور یہ مطالبہ رد کر دیا اور حالات نے بہت نازک صورت حال اختیار کر لی۔ آخر حکومت فرانس 1954ء میں داخلی آزادی پر راضی ہوئی۔ طویل مذاکرات ہوتے رہے، آخر 6□20 مارچ 1956ء کو فرانس نے تیونس کا حق آزادی تسلیم کر لیا۔

## وزارت وصدارت:

اسی سال اپریل میں حبیب بورقیبہ نے آزاد تیونس کی پہلی وزارت بنائی۔ ایک سال بعد دستور مجالس بن گئی۔ تیونس کی پہلی وزارت بنائی۔ ایک سال بعد دستور ساز اسمبلی بن گئی۔ اس نے تیونس میں جمہوری حکومت کے قیام کا فیصلہ کیا۔ یکم جون 1959ء کو نیا دستور جاری ہوا اور حبیب بورقیبہ کو صدر منتخب کر لیا گیا۔
صدر پانچ سال کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ مسلمان ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا باپ اور دادا تیونس کا باشندہ ہو، تیسری شرط یہ ہے کہ اس کی عمر کم از کم چالیس سال ہو۔ اس کی امداد کے لیے بارہ وزیروں اور تین نائب وزیروں کا کابینہ ہوتا ہے۔ قومی مجلس جسے مجلس الامہ کہتے ہیں، نوے ممبروں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ امیدوار کم از کم تیس سال کا ہو۔ بیس سال کے تمام افراد کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے۔ ایک سپریم کورٹ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے، جب حکومت کے کسی رکن کے خلاف غداری کا الزام عائد ہو۔ اس الزام کی چھان بین سپریم کورٹ کرتا ہے۔

## فرانس سے کشمکش:

تیونس کی ایک اہم بندرگاہ بزرتہ ہے۔ یہ فرانس نے ایک خاص مدت کے لیے اپنے قبضے میں رکھی تھی۔ حبیب بورقیبہ نے مطالبہ کیا کہ اب فرانس کو یہ بندرگاہ چھوڑ دینی چاہیے۔ اس پر جھگڑا طول کھینچ گیا اور فرانس نے جنگ شروع کر دی۔ انجمن اقوام متحدہ کی مداخلت سے جنگ رکی اور فرانس و تیونس کے درمیان گفت وشنید شروع ہے۔ حبیب بورقیبہ کا مطالبہ ایک اور ایک ہے اور وہ یہ کہ فرانس بزرتہ چھوڑ دے۔

## رقبہ اور آبادی:

تیونس کا رقبہ اڑتالیس ہزار ایک سو چورانوے مربع میل ہے اور اس کی آبادی 1959ء کی مردم شماری

کے مطابق اڑتالیس لاکھ تیس ہزار تھی۔ واضح رہے کہ 1911ء سے 1956ء تک آبادی دوگنی ہوگئی، گویا افزائش کی شرح بڑی تیز ہے۔

## پرچم:

تیونس کا پرچم یہ ہے: سرخ زمین، اس کے عین وسط میں سفید دائرہ، دائرے کے اندر اس سرخ ہلال جس کا رخ دائیں جانب ہے اور ہلال کے سامنے سرخ ستارہ۔

# لیبیا

## اٹلی کا قبضہ:

لیبیا 1911ء سے پیشتر طرابلس الغرب کہلاتا تھا اور یہ سلطنت عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا۔ 1911ء میں اٹلی نے یورپی طاقتوں سے مفاہمت کے بعد اس پر حملہ کیا، یہاں تک کہ جنگ بلقان شروع ہوگئی اور سلطنت عثمانیہ کو اسے چھوڑنا پڑا۔ اٹلی ساحلی مقامات پر تو قابض ہوگیا، لیکن مجاہد عربوں نے اسے ملک کے اندر قدم رکھنے کا موقع نہ دیا۔ ان عربوں کا تنظیم میں سب سے بڑا حصہ سنوسیوں کا تھا۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد مسولینی برسراقتدار آیا تو اس نے خوفناک ظلم کو جوسے کام لے کر پورے ملک کو مسخر کرلیا۔ جن مجاہدوں نے بیس بائیس سال تک اطالویوں کا مقابلہ کیا تھا، ان میں سید عمر مختار بہت ممتاز تھے۔ 1931ء میں وہ اچانک اطالویوں کے ہاتھ گرفتار ہوگئے اور انھیں پھانسی دے دی گئی۔ اس المناک واقع سے پوری عربی اور اسلامی دنیا میں غم واندوہ کی لہر دوڑ گئی۔ عربوں کو مقابلے کی سزا دینے کے کا یہ طریقہ تو عام تھا کہ انھیں ہوائی جہاز پر سوار ہو کر فضا میں لے جاتے اور نیچے گرادیتے۔

## آزادی کا وعدہ:

دوسری عالمی جنگ میں لیبیا کے عربوں اور سنوسی خاندان نے اس بنا پر اتحادیوں کی امداد کی تھی کہ جنگ کے بعد ان کا ملک آزاد کردیا جائیگا۔ چنانچہ جنگ ختم ہوئی تو لیبیا کی آزادی کا خیال زیرغور آیا۔ انجمن اقوام متحدہ کی مجلس عامہ نے نومبر 1949ء میں لیبیا کو آزاد مملکت بنانے کا فیصلہ کردیا اور انجمن کی طرف سے ایک کمشنر مقرر ہو کر آگیا جس نے نئے دستور کی ترتیب میں مدد دی۔ 24۔ دسمبر اور 1951ء کو لیبیا کی آزاد مملکت کا اعلان ہوگیا۔ سید محمد ادریس السنوسی اس کے بادشادہ قرار پائے۔

## لیبیا کی کیفیت:

اٹلی نے اپنے دور اقتدار میں ملک کا نام طرابلس کی جگہ لیبیا رکھ دیا، اس لیے یہ اب تک اسی نام سے موسوم چلا آتا ہے۔ اس کے تین صوبے ہیں: مشرق میں سکائرانیکا یعنی برقہ، مغرب میں ٹریپولی تانیا یعنی طرابلس اور جنوب میں فزان۔ ملک کا رقبہ چھ لاکھ پچاسی ہزار مربع میل ہے۔ آبادی صرف دس لاکھ بانوے ہزار ہے۔ سب سے زیادہ آبادی طرابلس میں ہے اور سب سے کم فزان میں۔ یہاں ایک پارلیمنٹ ہے، جس کے پچپن ارکان ہیں۔ تینتیس طرابلس سے، چودہ برقہ سے اور آٹھ فزان سے۔ مملکت کا نام المملکت

اللیبیا المتحدہ ہے۔

قومی پرچم کی کیفیت یہ ہے:

تین رنگ کی پٹیوں کی زمین۔ سب سے اوپر کی پٹی سرخ، سب سے نیچے کی سبز، بیچ کی پٹی سیاہ، جو اوپر نیچے کی دونوں پٹیوں کے برابر چوڑی ہے۔ سیاہ پٹی کے وسط میں سفید رنگ کا چاند اور تارا۔

# مصر

# (1)

## انگریزوں سے کشمکش:

مصر میں آزادی کی تحریک مدت سے جاری تھی، برطانیہ نے بہت سے اختیارات رفتہ رفتہ چھوڑ دیئے تھے، لیکن نہر سویز کے حلقے پر اپنا اقتدار بدستور قائم رکھا۔ مصطفیٰ پاشا نحاس وزیر اعظم مصر نے برطانیہ سے مطالبہ کیا تھا کہ 1936ء کا معاہدہ کالعدم قرار دینا چاہیے۔ برطانیہ نے معمول کے مطابق لیت و لعل کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر مصطفیٰ پاشا نحاس نے 8۔ اکتوبر 1951ء کو 1936ء کا معاہدہ نیز سودان سے متعلق مصر و برطانیہ کے مشترکہ انتظام کا معاہدہ (جو 1899ء میں ہوا تھا) منسوخ کر دیا۔ مصری پارلیمنٹ نے اس تنسیخ کی تصدیق کر دی۔ برطانیہ نے اسے یک طرفہ کارروائی قرار دیا اور حلقہ نہر سے فوج نکالنے سے انکار کر دیا۔

اس زمانے میں برطانیہ اور امریکہ مل جل کر شرق اوسط میں مختلف ممالک کا حفاظتی منصوبہ بنانے کی فکر میں تھے۔ برطانیہ نے مصر کو برابر کے اختیارات دے کر اس منصوبے میں شامل کرنا چاہا، نیز تجویز پیش کی کہ نہر کی حفاظت کے انتظامات بین الاقوامی بنا دیئے جائیں، نیز سودان کی آئینی ترقی کی نگرانی ایک بین الاقوامی کمیشن کو سونپ دی جائے۔ مصر نے دونوں تجویزیں ٹھکرا دیں۔ اس پر نہر سویز کے حلقے میں برطانیہ کے خلاف مظاہرے شروع ہو گئے۔ برطانیہ نے پورٹ سعید کے بعض دفاتر پر قبضہ کر لیا۔ حکومت مصر نے اٹھارہ سال سے پچاس سال کے تمام مصریوں کو تیار رہنے کا حکم دے دیا اور وزیر اعظم کے زیر صدارت ایک مجلس جنگ بن گئی۔ علماء ازہر نے اعلان کر دیا کہ ہر مسلمان کو مصر کی اعانت میں جان و مال کی قربانی کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

## نازک صورت حال:

حلقہ نہر میں ترپن ہزار کے قریب مصری ملازم تھے۔ انھوں نے ملازمت ترک کر دی۔ حکومت مصر نے اپنے ہاں کے تمام انگریز ملازموں کی برطرفی کا حکم دے دیا۔ اس سے صورت حال اور بھی نازک ہو گئی۔ چنانچہ اسماعیلیہ اور سویز سے باہر انگریز سپاہیوں اور مصریوں کے درمیان جھڑپیں ہونے لگیں۔ 26۔ جنوری 1952ء کو معلوم ہوا کہ اسماعیلیہ میں مصری قتل ہو گئے جن کی تعداد چالیس اور اسی کے درمیان تھی۔ واقعہ یوں

ہوا کہ حلقہ نہر کی فوج کے انگریز جنرل نے سوچا کہ مصریوں کو سبق دینا چاہیے۔ چنانچہ سامان جنگ لے کر مصر کی فوجی پولیس کی بارکوں کے سامنے پہنچا جو اسماعیلیہ میں مقیم تھی اور کہا کہ ہتھیار حوالے کر دو۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ مظاہرہ کرنے والوں کی حمایت کر رہے تھے۔ ان کے انکار پر بے دردی سے گولیاں چلا دیں۔ اس پر نہ صرف انگریزوں بلکہ تمام یورپیوں کے خلاف ناراضی کی زبردست لہر اٹھی۔ قاہرہ میں امریکہ، فرانس، برطانیہ اور یونان کی کروڑوں روپے کی جائداد تباہ کر دی گئی۔ تقریباً سڑسٹھ یورپی مقتول ہوئے۔ مجروحین کی تعداد اس سے زیادہ تھی۔ مصر میں مارشل لاء کا اعلان ہو گیا۔ شاہ فاروق نے 27۔ جنوری کو مصطفیٰ پاشا نحاس کی وزارت برطرف کر دی اور علی ماہر پاشا کو وزیراعظم مقرر کر دیا۔ (27 جنوری 1952ء) اس سے صورت حال میں کوئی خوشگوار تغیر نہ ہوا۔ قنطرہ کے قریب ایک فوجی ٹرین اڑا دی گئی۔ 15 فروری کو ایک ٹرین تیل لے جا رہی تھی، اسے بھی تباہ کر دیا گیا۔ علی ماہر پاشا نے استعفیٰ دے دیا۔ پھر احمد نجیب ہلالی پاشا اور حسین سری پاشا یکے بعد دیگرے وزیراعظم مقرر ہوئے۔ حالات بہتر نہ ہوئے تو پھر ہلالی پاشا کو تمام اختیارات سونپ دیئے گئے۔

## فوجی انقلاب:

23۔ جولائی 1952ء کو اعلان ہوا کہ میجر جنرل محمد نجیب کی سرکردگی میں فوج نے اقدام کر کے قاہرہ پر قبضہ کر لیا۔ ہلالی پاشا نے استعفیٰ دے دیا۔ عالی ماہر پاشا کو وزیراعظم بنا دیا گیا۔ شاہ فاروق اس وقت سکندریہ میں تھا۔ جنرل محمد نجیب کے حکم سے فوج نے شاہی محل کا محاصرہ کر لیا۔ علی ماہر پاشا کی وساطت سے یہ فیصلہ ہوا کہ فاروق اپنے شیر خوار بچے احمد فواد کے حق میں تاج و تخت چھوڑ دے اور چھ بجے شام سے پیشتر ملک سے باہر نکل جائے۔ چنانچہ فاروق اپنے خاص جہاز پر سوار ہو کر چلا گیا۔ ملکہ، شہزادہ احمد فواد کی نابالغی کے زمانے کے لیے ایک مجلس نیابت بنا دی گئی۔ یہ انتظام زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا اور مصر میں بادشاہی کے بجائے جمہوری نظام قائم کرنے کا فیصلہ ہو گیا۔

## انقلابی مجلس کے اقدامات:

انقلابی مجلس نے تمام سولین خطابات ختم کر دیئے۔ فاروق کی پوری جائداد حکومت نے سنبھال لی۔ تمام سابقہ وزیروں سے مالی وسائل کی کیفیت طلب کر لی گئی۔ شاہ فاروق کے مقربین سے تقریباً پچاس بڑے بڑے آدمی گرفتار کر لیے گئے۔ علی ماہر پاشا نے بھی استعفیٰ دے دیا۔ جنرل نجیب نے خود وزارت بنائی۔ اعلان کر دیا گیا کہ فروری 1953ء میں نئے انتخابات ہوں گے۔ سیاسی قیدی رہا کر دیئے گئے اور بجٹ

ی صحیح ترتیب کے لیے جرمنی سے ایک ماہر مالیات کی خدمت مستعار لے لی گئیں۔ غذائی اجناس کی قیمتوں
بں ایک تہائی کی تخفیف ہوگئی۔

جنوری 1953ء میں ملک کی اقتصادی ترقی کے لیے پہلا پنج سالہ منصوبہ تیار ہوا۔ ملک کے تمام
بقوں میں سے پچاس ماہرین کو نئے دستور کی ترتیب کا کام سونپ دیا گیا۔ اسوان میں پن بجلی
ہائیڈرو الیکٹرک) کے ایک منصوبے کے لیے ایک فرانسیسی فرم کو ایک کروڑ مصری پونڈ کا ٹھیکہ دے دیا گیا۔
نرل نجیب جمہوریہ مصر کے پہلے صدر اور وزیر اعظم بنے۔ جمال عبدالناصر کو نائب وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ شاہ
روق نے اوقاف کی ساٹھ ہزار فدان (زمین کا ایک پیمانہ، جو ایکڑ سے ذرا بڑا ہوتا ہے) زمین خود سنبھال لی
تھی۔ حکومت نے یہ زمین محکمہ اوقاف کو واپس کر دی۔

## رعی اصلاحات:

اس سلسلے میں زرعی اصلاحات کے باب میں تھوڑی سی تفصیل مناسب معلوم ہوتی ہے۔ مصر میں کم و
ش بیس لاکھ چھوٹے زمیندار تھے، جنھیں کسان زمیندار کہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ تھوڑی تھوڑی زمینوں کے بھی
لک تھے اور کھیتی باڑی بھی کرتے تھے۔ ان کے پاس مجموعی طور پر کوئی سات لاکھ اسی ہزار فدان زمین تھے۔
ن کے مقابلے میں دو ہزار ایک سو پندرہ بڑے زمیندار تھے، جن کے قبضے میں گیارہ، لاکھ پچپن ہزار فدان
مین تھی اور پینسٹھ لاکھ انتیس ہزار ایسے لوگ تھے، جنھیں زرعی مزدور کہنا چاہیے کیونکہ ان کی معاش کھیتی باڑی
سے وابستہ تھی اور ان کے پاس زمین بالکل نہ تھی۔

انقلابی حکومت نے اعلان کیا کہ کسی شخص کو دو سو فدان سے زیادہ زمین رکھنے کا حق نہیں۔ اس طرح جو
مین واگزار ہوئی، وہ نرم قسطوں پر کسانوں کو دے دی گئی۔ مالکوں کو حکومت کی طرف سے بانڈ (وثیقے) مل
گئے، جن کے مطابق زمین کی قیمت تیس سال میں ادا ہونی تھی۔ اس اثناء میں انھیں تین فیصد کے حساب
سے سود ملتا رہے گا۔

## رطانیہ سے گفت وشنید:

اہل مصر کے لیے ایک اہم مسئلہ یہ تھا کہ نہر سویز سے برطانوی فوج نکل جائے۔ انقلابی حکومت نے
گفت وشنید شروع کی تو قرار پایا کہ حلقہ نہر میں فوج کا سالار ایک مصری ہوگا۔ انگریز اس کا نائب رہے گا۔
ور وہ صرف فنی مشیر (ٹیکنیکل ایڈوائزر) کے طور پر کام کرے گا۔ چار ہزار برطانوی ماہرین فن اس وقت تک
حلقہ نہر میں رہیں گے، جب تک مصری ماہرین فن تمام دفاعی انتظامات سنبھالنے کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔

## جنرل نجیب کی علیحدگی:

22۔فروری 1954ء کو جنرل نجیب تمام عہدوں سے مستعفی ہو گئے۔مجلس انقلاب کی صدارت اور وزارت عظمیٰ کا منصب جمال عبدالناصر نے سنبھال لیا۔ 24 جولائی سے مجلس انقلاب نے اپنے تمام اختیارات دستور ساز مجلس کے حوالے کر دیئے۔چین اور مصر کے درمیان معاہدہ ہوا،جس کے مطابق چین نے اسی لاکھ پونڈ روئی مصر سے خریدنے کا فیصلہ کیا۔اسی طرح مصر اور روس کے درمیان ایک معاہدہ ہوا اور ساٹھ ہزار ٹن چاول دے کر پانچ لاکھ ٹن تیل روس سے خریدا گیا۔27۔ستمبر 1954ء کو جمال عبدالناصر نے اعلان کیا کہ مصر کو اپنی حفاظت کے لیے جس اسلحہ کی ضرورت تھی،وہ بار بار کی کوششوں کے باوجود مغربی ملکوں سے حاصل نہ ہو سکے،الہٰذا مصر میں فالتو روئی اور چاول دے کر چیکوسلواکیہ سے اسلحہ خریدنے کا فیصلہ کر لیا اور اس کے متعلق معاہدہ ہو چکا ہے۔مصر و شام اور مصر و دولت سعودیہ کے درمیان فوجی معاہدے ہوئے۔ برطانیہ نے مصر کے بغیر ہی شرق اوسط کی دفاعی تقسیم بنالی تھی۔جو میثاق بغداد کے نام سے مشہور ہوئی۔عرب ممالک میں سے عراق کے سوا کوئی اس میں شامل نہ ہوا۔21۔مارچ 1956ء کو نہر سویز کے حلقے سے آخری برطانوی جیش روانہ ہو گیا۔14 اپریل کو آخری ہوائی دستہ بھی چلا گیا۔اس طرح مصر کی آزادی منزل کمال پر پہنچی۔

# مصر

# (2)

## نئے دستور کا اعلان:

18۔جون 1956ء کو نئے دستور کا اعلان ہو گیا اور مصر کے لیے اس طرز حکومت کا فیصلہ ہوا، جسے صدارتی جمہوریت کہتے ہیں، یعنی قوانین بنانے کا اختیار قومی مجلس کو ہوتا ہے اور ان کا نفاذ صدر کی تحویل میں رہتا ہے۔سرکاری مذہب اسلام قرار دیا گیا اور سرکاری زبان عربی۔تمام مجلسی امتیازات اور سول خطابات ختم کر دیئے گئے۔23 جون کو دستور کی تصدیق ہو گئی۔جمال عبدالناصر کو 99 فیصد ووٹوں سے جمہوریہ مصر کا صدر چنا گیا۔18 جون سے 23□6 جون تک انگریزی فوجوں کے نکل جانے پر قومی جشن منایا گیا۔

## مغربی جمہوریتوں کا طرز عمل:

ضرورت تھی کہ زرعی رقبے کو جلد ترقی دی جائے اور یہ کام نئے بند بنا کر ہی انجام دیا جا سکتا تھا۔مصر نے اسوان پر ایک بڑے بند کا منصوبہ تیار کیا تھا، جو تین میل کی چوڑائی میں بنایا جانے والا تھا اور اس کی اونچائی اڑھائی سوفٹ تجویز کی گئی تھی۔اس طرح اڑھائی سو میل لمبی جھیل بن سکتی تھی، جس سے کم از کم بیس لاکھ فدان زمین سیراب ہوتی اور بجلی کے بھی بہت سے منصوبے پورے ہو جاتے۔تخمینہ یہ تھا کہ اس منصوبے پر چوبیس کروڑ مصری پونڈ کی رقم خرچ ہوگی۔دو کروڑ تیس لاکھ پونڈ مالیے میں اضافہ ہو گا اور ساڑھے پچیس کروڑ پونڈ سالانہ کا اضافہ قومی آمدنی میں ہو جائے گا۔اس بند کے لیے امریکہ، برطانیہ اور ان کے زیر اثر بین الاقوامی بنک نے روپیہ دینے کا فیصلہ کیا تھا۔جب مصر نے چیکوسلوا کیہ سے اسلحہ خرید لیا تو مغربی جمہوریتوں کا طرز عمل بدل گیا۔روس نے اس سلسلے میں چالیس کروڑ روبل مشینوں اور دوسرے ضروری سامان کی شکل میں دینے کا اعلان کیا تو امریکہ اور برطانیہ نے امداد سے انکار کر دیا۔اس طرح حکومت مصر اور مغربی جمہوریتوں کے درمیان ناخوشگواری سی پیدا ہو گئی۔

## اصل حقیقت:

حقیقت یہ ہے کہ اس ضمن میں اسرائیل اور فرانس، امریکہ اور برطانیہ کو غلط مشورے دے رہے تھے۔ انھیں کا خیال تھا کہ مصر چیکوسلوا کیہ سے اسلحہ لے کر طاقتور ہو جائے گا، اس طرح اسرائیل کی ہستی خطرے میں

بڑھ جائیں گے، حالانکہ صورتیں دو تھیں۔ یا تو مغربی جمہورتیں ضرورت کے مطابق اسلحہ خرید لیتا۔ باقی رہا بند اسوان کا معاملہ تو وہ ایک پسماندہ ملک کی ترقیب کا معاملہ تھا اس میں ہر جمہوریت بلکہ ہر حکومت کو زیادہ سے زیادہ مدد دینی چاہیے تھی۔

## نہر سویز قومی بن گئی:

برطانیہ اور امریکہ نے بند اسوان کی تعمیر میں امداد سے انکار کیا تو بین الاقوامی بنک نے بھی روپیہ دینے کا وعدہ واپس لے لیا۔ جمال عبدالناصر نے 26۔ جولائی 1956ء کو اسکندریہ میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کر دیا کہ نہر سویز قومی ملکیت بنادی گئی ہے نہر سے کم وبیش دس کروڑ ڈالر سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے یہ آمدنی بند اسوان کی تعمیر میں صرف ہوگی۔ سویز کمپنی کے حصہ داروں کی رقمیں واپس کرنے کی ذمہ داری حکومت مصر نے اٹھالی۔

یہ حقیقتاً کوئی انوکھا فیصلہ نہ تھا۔ تیرہ سال بعد یعنی 1969ء میں نہر خود بخود مصر کی ملکیت بن جانے والی تھی، تاہم برطانیہ اور اس کے ساتھیوں میں اس پر اضطراب برپا ہو گیا۔

## گفت وشنید:

برطانیہ نے اگست 1956ء میں چوبیس ملکوں کو دعوت دے کر ایک کانفرنس لندن میں منعقد کی اور پانچ آدمیوں کا ایک کمیشن جمال عبدالناصر سے بات چیت کے لیے بھیجا۔ ناصر نے وہ تجویزیں پیش کر دیں، جو مصر کے نقطہ نگاہ سے مناسب تھیں۔ پھر برطانیہ نے طرف ایک نہر سویز کا معاملہ انجمن اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں پیش کر دیا، دوسری طرف ایک خاص انجمن بنالی، جس کا نام نہر استعمال کرنے والوں کی انجمن تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اسرائیل، فرانس اور برطانیہ میں خفیہ خفیہ ساز باز ہوتا رہا۔ اسرائیل کا وزیر اعظم خود فرانس گیا اور براہ راست یقین حاصل کیا کہ فرانس ہر قسم کی امداد دے گیا تو اسرائیل مصر پر حملہ کر دے گا۔ برطانیہ اور فرانس کی فوجیں بھی مالٹا اور قبرص پہنچ گئیں تاکہ اچانک مصر پر یورش کی جاسکے۔

## جنگ:

29۔ اکتوبر 1956ء کو اسرائیل نے حملہ کیا۔ 30۔ اکتوبر کو برطانیہ اور فرانس نے اسرائیل اور مصر کو الٹی میٹم دیا کہ دونوں ملکوں کی فوجیں نہر سویز سے دس دس میل دور رہیں مصر سے مطالبہ کیا کہ برطانوی اور فرانسیسی فوجوں کو پورٹ سعید، اسماعیلیہ اور سویز میں قیام کی اجازت دی جائے۔ بارہ گھنٹے کے اندر الٹی میٹم کا جواب مانگا تھا۔

ظاہر ہے، اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اسرائیل جزیرہ نمائے سینا پر قبضہ کر لے اور مصر نہ صرف دفاع کر سکے بلکہ نہر سے بھی دس میل پیچھے چلا جائے۔ مصر نے الٹی میٹم یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ یہ مصر کے وقار و حقوق پر حملہ ہے۔ 31۔اکتوبر کو برطانیہ اور فرانس نے مصر پر ہوائی جہازوں سے بم باری شروع کر دی۔ اس میں بہت سی جانیں تلف ہوئی، بہت سی عمارتیں برباد ہو گئیں اور اینتھونی ایڈن وزیراعظم برطانیہ کے بیان کے مطابق اس سامان جنگ کا بڑا حصہ تباہ کر دیا گیا، جو مصر نے چیلوسلواکیہ سے خریدا تھا۔ گویا برطانیہ کا اصل مقصد یہی تھا۔

## امریکہ، روس اور انجمن اقوام متحدہ:

امریکہ اور روس کے عزم میں انجمن اقوام متحدہ کو بچا لیا۔ برطانیہ، فرانس اور اسرائیل کو واپسی پر مجبور کر دیا گیا۔ مصر کی سرزمین اجنبی فوجوں سے پاک ہو گئی۔ نہر اس اثناء میں ناقابل گزر بنا دی گئی تھی، اسے صاف کیا گیا اور حالات معمول پر آ گئے۔ اس سلسلے میں یہ ایڈن بہ سلسلہ علالت وزارت سے الگ ہو گیا اور بظاہر اس کے لیے دوبارہ وزیر بننے کا کوئی موقع نہیں۔ تمام عرب ممالک نے ہر ممکن ذریعے سے مصر کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ دنیا بھر میں مصر اور ناصر کا وقار بہت بڑھ گیا۔

## جمہوریہ متحدہ عرب:

یکم فروری 1958ء کو شام اور مصر متحد ہو گئے اور ملک کا نام جمہوریہ متحدہ عرب قرار پایا۔ رائے عامہ لی گئی تو 99.9 مصریوں اور اتنے ہی شامیوں نے اتحاد کی حمایت کی۔ ناصر بالاتفاق صدر قرار پایا۔ دو مصری اور دو شامی نائب صدر بنے۔ وزارت میں بائیس مصری اور بارہ شامی شامل ہوئے۔ یہ اتحاد تقریباً تین سال جاری رہا۔ پھر شام میں ایک جماعت نے اتحاد کے خلاف قدم اٹھایا۔ ناصر نے اس کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔ چنانچہ شام پھر رنگ ہو گیا لیکن جمہوریہ متحدہ عرب کا نام ناصر نے بدستور باقی رکھا۔ مارچ 1958ء میں یمن نے بھی جمہوریہ متحدہ عرب سے وفاق کر لیا تھا۔

## عام کیفیت:

مصر کا رقبہ تین لاکھ چھیاسی ہزار مربع میل ہے اور آبادی اڑھائی کروڑ سے کم نہیں، حالانکہ 1897ء میں آبادی صرف نوے لاکھ تھی۔

پرچم تین افقی پٹیوں پر مشتمل ہے۔ اوپر نیچے کی دو پٹیاں سیاہ اور درمیان پٹی سفید ہے جس میں دو سبز ستارے ہیں۔ یہ دونوں مصر و شام کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

# سوڈان، یمن اور مسقط وعمان

## آزادی کا مطالبہ:

سوڈان کے لیے آزادی کا مطالبہ پہلے سے جاری تھا۔ جو لوگ آزادی چاہتے تھے، ان کی جماعت کا نام حزب امہ تھا۔ مصر کے علاوہ بعض سوڈانی لیڈروں کی خواہش تھی کہ دونوں ملک متحدہ رہ کر آزادی حاصل کریں۔ برطانیہ کی کوشش یہ تھی کہ اگر مصر کو تابع رکھنا ممکن نہ ہو تو سوڈان کو الگ کرلیا جائے تاکہ یہاں کچھ اور مدت تک قیام ہو سکے۔ دسمبر 1950ء میں حزب امہ کے مطالبہ پیش کر دیا کہ 1951ء میں سودان کے دستور ساز کمیشن نے انجمن اقوام متحدہ سے درخواست کی کہ ایک بین الاقوامی کمیشن بھیجا جائے جو خود مختاری کو پورا کرنے کا انتظام کر دے اور 1953ء تک دستور ساز مجلس بن جائے۔ دستور کا ایک مسودہ دستور ساز کمیشن نے تیار کر دیا تھا۔ اسے سوڈان کی قانون ساز مجلس نے منظور کر لیا۔ اس کے مطابق داخلی خود اختیار کا نظام جاری ہو گیا۔ اس وقت تک جنرل نجیب جمہوریہ مصر کے صدر تھے۔ انھوں نے کہا کہ مصر و سوڈان کے اتحاد کے متعلق رائے عامہ دریافت کر لی جائے اور اس اثناء میں کسی مصری سیاست دان کو پروپیگنڈا کے لیے دورے کی اجازت نہ ہوگی۔ 1950ء میں داخلی خود مختاری کے نظام کے مطابق اسماعیل الازہری وزیر اعظم بن گیا پھر فیصلہ ہو گیا کہ سوڈان کا ملک آزاد و خود مختار ہوگا۔ برطانیہ اور مصر دونوں نے اسے منظور کر لیا۔ یکم جنوری 1956ء کو سوڈان کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا۔ اور وزارتیں بدلیں، آخر ایک فوجی گروہ ابراہیم محمود کی سرکردگی میں برسر اقتدار آ گیا۔

## عام کیفیت:

سوڈان کا رقبہ نو لاکھ ساڑھے سڑسٹھ ہزار مربع میل ہے۔ آبادی یکم جولائی 1959ء کی مردم شماری کے مطابق ایک کروڑ تیرہ لاکھ نوے ہزار تھی۔ اس کا پرچم بہت سادہ ہے۔ اس کی تین افقی پٹیاں ہیں۔ اوپر کی پٹی نیلی، درمیانی زرد، نچلی سبز۔ یہ سوڈانی ثروت کے تین وسائل کی نمائندگی کرتی ہیں۔ نیلی پٹی سے مراد دریائے نیل ہے، زرد پٹی سے مراد صحرا کا مزروعہ رقبہ ہے اور سبز پٹی سے مراد ہری بھری فصلیں ہیں۔

## یمن:

یمن برابر یہ دعویٰ کرتا رہا کہ عدن اور آس پاس کا علاقہ اس کا حصہ ہے۔ مگر برطانیہ کا وہ خاص بحری

اور ہوائی مرکز ہے۔ نیز اب وہاں تیل صاف کرنے کا ایک بہت بڑا کارخانہ بن گیا ہے۔ اس لیے برطانیہ آس پاس کے چھوٹے چھوٹے رئیسوں کی حفاظت کے سلسلے میں یمن کی مزاحمت کرتا رہا۔ کئی مرتبہ ہوائی جہازوں سے یمن کے علاقے پر بم بھی برسائے گئے آخری مرتبہ بمباری اگست 1907ء میں ہوئی تھی۔

یمن کے امام یحییٰ بہت بوڑھے ہو گئے تھے اور وہ نظم ونسق کے پرانے اوضاع کو ترک کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس وجہ سے عرب ممالک میں صرف یمن ہی ایک خطہ رہا، جہاں دور حاضر کے طریقہ ہائے انتظام رواج نہ پاسکے۔ 1948ء میں امام موصوف کو مخالف جماعت نے شہید کر ڈالا۔ ان کے فرزند بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ بڑے فرزند سیف الاسلام احمد نے محفوظ مقام پر پہنچ کر اپنے رفیقوں کو جمع کیا۔ سلطان عبدالعزیز مرحوم فرمانروائے دولت سعودیہ نے اسے پیغام بھیجا کہ جتنی امداد کی ضرورت ہو، بے توقف دی جائے گی۔ اس طرح تھوڑی سی مدت میں مخالف جماعت کا اقتدار کا تختہ الٹ گیا۔ مجرم پکڑے گئے اور انھیں سزا دی گئی۔ سیف الاسلام احمد یمن کے امام بن گئے۔ 1953ء، 1955ء اور 1959ء میں بغاوتیں ہوئیں۔ جو فرو کر دی گئیں امام احمد نے شہزادگی کا زمانہ تعز نام مقام میں گزارا تھا۔ ابتداء میں انھوں نے صنعا کی جگہ تعز کو ہی مرکز حکومت بنالیا۔ بعد میں صنعا رہنے لگے۔

یمن کا رقبہ چھتر ہزار مربع میل بتایا جاتا ہے اور آبادی پینتالیس لاکھ ہے۔ پرچم نہایت سادہ ہے جو 1947ء میں اختیار کیا گیا۔ سرخ زمین اور اس کے چاروں کونوں پر چار سفید ستارے وسط میں سفید تلوار، جس کا دستہ بائیں جانب ہے۔ ایک سفید ستارہ تلوار کے اوپر ہے۔

## مسقط وعمان:

یہ حقیقت میں دو حکومتیں ہیں، لیکن جب سے برطانیہ مسقط پہنچا۔ آہستہ آہستہ عمان کی مستقل حیثیت کمزور ہوتی گئی۔ مسقط کے فرمانرواؤں میں سعید بن سلطان (1804ء-1856ء) کو خاص حیثیت حاصل ہے۔ یہ بہت بڑا فاتح تھا۔ اس نے مسقط وعمان کے علاوہ افریقہ میں زنجبار پر بھی قبضہ کر لیا تھا اور تجارت سے بے اندازہ دولت جمع کر لی تھی۔ برطانیہ کے ساتھ اس کے تعلقات بہت گہرے تھے۔ وہ فوت ہوا تو فرزندوں میں جانشینی کے لیے جنگ شروع ہو گئی۔ آخر محارب فریقوں نے ہندوستان کے گورنر جنرل لارڈ کیننگ کو ثالث مان لیا۔ کیننگ نے زنجبار اور مسقط و گوادر کو الگ الگ کر کے دونوں فریقوں کو ایک ایک علاقہ دے دیا۔ مسقط اور عمان کے درمیان کشمکش جاری رہی۔ آخر 1920ء دونوں کے درمیان ایک معاہدہ ہو گیا، جس میں عمان کی آزادی عملاً تسلیم کر لی گئی۔ مگر مسقط کے سلطان تیمور بن سعید نے 1955ء میں برطانوی فوج کی امداد سے عمان میں اقتدار حاصل کر لیا۔ گزشتہ چار پانچ سال میں عمان و مسقط کے درمیان

اکثر لڑائیاں ہوئی ہیں، جن میں برطانوی فوج سلطان مسقط کی امداد کرتی رہی۔

مسقط و عمان کا رقبہ بیاسی ہزار مربع میل ہے۔ آبادی صرف ساڑھے پانچ لاکھ ہے۔ اب وہاں بھی تیل نکل آیا ہے۔ اس وجہ سے ملک کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ نیز اس کا محل وقوع بہت اہم ہے۔ یہ خلیج فارس کے مغربی دہانے پر واقع ہے اور اس کا علاقہ ظفار بحیرہ عرب کے ساحل کے ساتھ ساتھ حضر موت تک چلا گیا ہے۔

مسقط کا پرچم سادہ سرخ رنگ کا پارچہ ہے اور عمان کا پرچم سفید رنگ کا ہے۔

# دولتِ سعودیہ

## دولت سعودیہ کے تعمیری کارنامے:

اکتوبر 1951 میں اس ریلوے لائن کا آخری حصہ مکمل ہوا، جو دمام (خلیج فارس کی بندرگاہ سے ریاض) تک بن رہی تھی۔ دونوں مقامات کا درمیانی فاصلہ تین سو اکاون میل تھا۔ یہ لائن ایسے صحرائی علاقوں میں سے گزرتی تھی، جہاں ہر لحظہ ریت حرکت میں رہتی ہے، لیکن ایسے انتظامات کو دیئے گئے کہ ریت ریلوے لائن پر جمع نہیں ہوتی۔ یروشلم میں ایک ہسپتال بنانے کی تجویز تھی۔ دولت سعودیہ نے اس کے لیے ایک لاکھ ڈالر کی رقم بہ طور اعانت پیش کی۔ علاوہ بریں مسجد النبی (مدینہ منورہ) کے ایک حصے کو وسیع کیا گیا اور مسجد الحرام (مکہ معظمہ) کی توسیع کے لیے بے انداز روپیہ خرچ کر کے اردگرد کے تمام مکانات خرید لیے گئے۔ مسجد نہایت اعلیٰ پیانے پر بنائی گئی اور اسے دومنزلہ رکھا گیا تاکہ زیادہ سے زیادہ نمازی سما سکیں۔ اسی طرح کعبہ مکرمہ کے زائروں کے لیے سعی کا مقام بھی جو صفا و مروہ کے درمیان ہے، وسیع کر دیا گیا اور اسے بھی دومنزلہ بنا دیا گیا۔ ملک بھر میں موزوں مقامات پر کھیتی باڑی کی ترقی کے لیے مختلف منصوبے تیار ہوئے اور ان پر عمل شروع کر دیا گیا۔ بہت سے ہسپتال بنے، بہت سے سکول اور کالج کھولے گئے۔ ریاض میں فوجی اکاڈمی قائم کی گئی، جہاں سے سالانہ چھ سو افسر ترتیب پا کر نکلتے ہیں اور ان میں سے بعض قابل افسروں کو مزید تربیت کے لیے بیرونی ممالک میں بھیج دیا جاتا ہے۔ ایک تربیت گاہ پرواز کے لیے بھی قائم کی گئی۔

## سلطان عبدالعزیز کا انتقال:

9۔نومبر 1953 کو جلالت الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمان آل سعود فرمانروائے دولت سعودیہ نے تہتر سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کی میت ہوائی جہاز سے ریاض بھیجی گئی تاکہ خاندانی قبرستان میں دفن کی جائے۔ امیر سعود ولی عہد کی بادشاہی کا اعلان ہوا اور مرحوم کے دوسرے فرزند امیر فیصل کو ولی عہد قرار دے دیا گیا۔

مرحوم عبدالعزیز اس دور کے نہایت عظیم القدر افراد میں سے تھے۔ انھوں نے جلاوطنی سے اٹھ کر آبائی سلطنت حاصل کرنے کی کوشش کی اور پچیس تیس سال میں اتنی بڑی سلطنت پیدا کر لی، جس کی مثال صدیوں سے عرب میں نہیں ملتی۔

## متفرق واقعات:

نخلستان بریمی کے متعلق حکومت برطانیہ سے کشمکش شروع ہوگئی۔ دولت سعودیہ اس نخلستان کو اپنا حصہ قرار دیتی تھی۔ حکومت برطانیہ نے فرمانروائے مسقط کی طرف سے دعویٰ پیش کر دیا کہ بریمی میں تیل کے چشمے نکل آئے۔ پہلے فریقین نے ثالثی پر اتفاق کر لیا۔ ثالث فریقین کے بیانات سننے لگے۔ برطانیہ یہ کہہ کر الگ ہو گیا کہ دولت سعودیہ نے رشوت دے کر مختلف شیوخ کو ساتھ ملا لیا ہے۔ یہ جھگڑا اب تک طے نہیں ہوا۔ حجاز ریلوے کی درستی کے لیے شام، شرق اردن اور دولت سعودیہ کے درمیان سمجھوتا ہو گیا۔ تینوں حکومتوں نے اعلان کیا کہ وہ درستی کے لیے ہر ممکن امداد دیں گی اور ریلوے بدستور، اسلامی وقف رہے گی۔ چنانچہ وہاں آمد و رفت جاری ہوگئی۔ شاہ سعود کے ہندوستان، ایران، امریکہ، ہسپانیہ اور مغرب اقصیٰ کا دورہ کیا۔

## تیل:

مختلف عرب ممالک کی کایا پلٹنے میں سب سے زیادہ حصہ تیل کا ہے، جس کے ذخیرے ان ممالک میں لا متناہی ہیں اور ابھی تک نئے ذخیرے دریافت ہو رہے ہیں۔ دولت سعودیہ میں پہلے پہل 1928ء کے آس پاس تیل دریافت ہوا تھا اور 1933ء سے وہاں باقاعدہ تیل نکالنے کا کام شروع ہوا 1658ء میں تیل کے منافع کا تخمینہ یہ تھا:

| | |
|---|---|
| کویت | ساڑھے سینتیس کروڑ ڈالر |
| دولت سعودیہ | تیس کروڑ ڈالر |
| عراق | دو کروڑ ساٹھ لاکھ ڈالر |
| ایران | دو کروڑ پچھتر لاکھ ڈالر |
| قطر | پانچ کروڑ ڈالر |

تیل ہی وجہ سے دولت سعودیہ کے مختلف تعمیری منصوبے پایہ تکمیل پر پہنچنے لگے۔

## عام کیفیت:

دولت سعودیہ کا رقبہ آٹھ لاکھ ستر ہزار مربع میل ہے اور آبادی کے تخمینے مختلف ہیں، تاہم صحیح یہ ہے کہ ایک کروڑ کے لگ بھگ ہوگی۔ اس کا پرچم بہت سادہ ہے یعنی سبز زمین پر سفید رنگ میں کلمہ طیبہ مرقوم ہوتا ہے۔ اس کے نیچے تلوار ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ نظم و نسق اور دفاع کے لیے تلوار یعنی قوت ضروری ہے تاہم اس کا استعمال عین شریعت حقہ کے مطابق ہوگا اسی لیے کلمہ طیبہ کو تلوار سے بالا رکھا گیا۔

# عراق اور اُردن

## عراق:

1950ء میں نوری السعید نے نئی وزارت بنائی۔قومی ترقیات کے لیے آٹھ آدمیوں کا ایک بورڈ تجویز ہوا۔پہلے پنج سالہ منصوبے کی تکمیل کے لیے تیل کی آمدنی مخصوص کردی گئی۔حکومت نے تیل صاف کرنے کے لیے خود ایک کارخانہ بنایا۔خانقین اور رافدین پٹرولیم کمپنیوں کے تیل کی صفائی اور فروخت کا مہ خود اٹھا لیا۔عراق پٹرولیم کمپنی سے نیا معاہدہ ہوا، جس کے مطابق کمپنی نے منافع کی شرح بڑھا ی۔1952ء میں نوری السعید نے استعفیٰ دے دیا۔پھر مختلف وزارتیں بنیں۔ایک وزارت جنرل ورالدین محمود نے بنائی اور بغداد میں مارشل لاء کا اعلان ہوگیا۔2 مئی 1953ء کو فیصل بن غازی شاہ عراق نے اپنی اٹھارہویں سالگرہ کے موقع پر سلطنت کا کاروبار خود سنبھال لیا۔اس کے ماموں امیر عبدالالہ کی نیابت ختم ہوگئی، جو اپریل 1939ء سے اپنے کمسن بھانجے کا نائب ونگران چلا آتا تھا۔اگست 1954ء میں نوری السعید نے دوبارہ وزارت بنائی۔اس دور کا ایک قابل ذکر کارنامہ یہ ہے کہ میثاق بغداد کی بنیاد پڑی، جس میں عراق کے سوا کوئی عرب ملک شامل نہ ہوا۔عراقی تیل کی رائلٹی 1951ء میں صرف ڈیڑھ کروڑ تھی اور 1955ء میں پانچ کروڑ نوے لاکھ ہوگئی۔یہ اضافہ ایک حد تک اس لیے ہوا کہ تیل کی مقدار بڑھ گئی تھی اور ایک حد تک رائلٹی کی شرح بڑھ جانے سے ہوا۔

## انقلاب:

ادھر مصر اور شام کے درمیان اتحاد ہوا، ادھر فروری 1958ء میں عراق اور اردن کے درمیان اتحاد ہو گیا، جس میں شاہ فیصل کو تقدم حاصل رہا۔متحدہ ملک کا نام اتحاد عرب (عرب یونین) قرار پایا۔نوری السعید اس متحدہ ملک کا وزیر اعظم بنایا گیا۔

اچانک 14۔جولائی 1958ء کو ایک فوجی انقلاب بریگیڈیر عبدالکریم قاسم کی سرکردگی میں ہوا۔عراق کی بادشاہی ختم ہوگئی اور اس کی جگہ جمہوری حکومت نے لے لی۔

عام لوگ اور فوجی افسر امیر عبدالالہ سابق نائب السلطنت کے مخالف تھے اور نوری السعید کو بھی اچھا نہیں سمجھا جاتا تھا۔فیصل سے، جو بالکل نوجوان تھا، کسی کو کاوش نہ تھی، لیکن ہنگامے میں عبدالالہ، نوری السعید کے ساتھ فیصل اور اس کی والدہ بھی مارے گئے۔عبدالکریم قاسم نے انتظامات کی باگ ڈور سنبھال لی۔

ایک دو مرتبہ اس کے خلاف بھی ہنگامے ہوئے، مگر وہ دبا دیئے گئے۔

قاسم کے ماتحت زرعی اصلاحات عمل میں آئیں اور بڑی بڑی زمینداریاں ختم ہو گئیں۔ تعلیم اور صنعت وحرفت کی خوب توسیع ہوئی۔ ملک کے اقتصادی وارتقاء پر خاص توجہ ہے۔



## عام کیفیت:

عراق کا رقبہ کوئی ساڑھے سترہ ہزار مربع میل ہے۔ آبادی جولائی 1958ء میں پینسٹھ لاکھ نوے ہزار تھی۔ عراق کا پرچم، جو 14۔ جولائی 1959ء کو تجویز ہوا، تین رنگ کی عمودی پٹیوں پر مشتمل ہے۔ بائیں جانب سیاہ پٹی، بیچ میں سفید اور آخر میں سبز پٹی۔ سفید پٹی کے عین وسط میں ستارہ بنا ہوا ہے، جس کی نوکیں پانچ ہوتی ہیں۔

## اردن:

اردن کی حکومت کا ایک قابل ذکر کارنامہ یہ ہے کہ اسرائیلیوں کے تصرفات کے باعث جو مسلمان عرب فلسطین کے مختلف حصوں سے نکلے تھے، ان کی بہت بڑی تعداد اردن پہنچی اور حکومت اردن نے ان کے لیے جا بجا نئے گاؤں آباد کر دیئے۔ 1950ء میں جو مردم شماری ہوئی، اس کے مطابق اردن کی آبادی عرب مہاجروں کو ملا کر تیرہ لاکھ سڑسٹھ ہزار تھی۔ شاہ عبداللہ والی اردن 2۔ جولائی 1951ء کو قدس (یروشلم) کی مسجد اقصیٰ سے نکلتے ہوئے قتل کر دیا گیا اور اس کی جگہ شہزادہ طلال کو بادشاہ بنایا گیا، لیکن تھوڑی ہی دیر بعد اعلان ہوا کہ شاہ طلال کی دماغی حالت حکمرانی کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لائق نہیں، لہٰذا اسے سلطنت سے الگ کر کے علاج کے لیے سوئزرلینڈ بھیج دیا گیا اور اس کے بڑے بیٹے حسین کو بادشاہ تسلیم کر لیا گیا۔ حسین کی عمر اس وقت سترہ سال کی تھی، لہٰذا تین آدمیوں کی ایک نیابتی کونسل بنا دی گئی۔

اردن میں بارہا وزارتیں بدلیں۔ خود شاہ حسین بھی کسی ایک پالیسی پر قائم نہ رہا۔ ایک انگریز جرنیل، جسے پاشا (گلب پاشا) کا خطاب دیا گیا، شاہ عبداللہ کے زمانے سے ایک منظم عربی جیش کا سالار تھا، جسے عرب لیجین کہتے تھے۔ یہ لوگ موجودہ زمانے کے طریق جنگ کی خوب تربیت پائے ہوئے تھے۔ شاہ حسین نے مارچ 1955ء میں گلب پاشا کو الگ کر دیا کیونکہ اسرائیل سے کشمکش جاری تھی اور عربوں کو گلب پاشا پر اعتماد نہ رہا۔ برطانیہ جو روپیہ بطور امداد دیتا تھا، وہ بند ہو گیا تو مصر، شام اور دولت سعودیہ تینوں نے امداد کی پیشکش کی بلکہ مصر نے ایک لاکھ ترکی پونڈ بھیج بھی دیئے۔ عقبہ میں اعلیٰ درجے کی بندرگاہ بنانے کے لیے ایک جرمن فرم کو بائیس لاکھ پونڈ کا ٹھیکہ دیا گیا۔

## متفرق واقعات:

عراق سے اتحاد کا ذکر بہ سلسلہ عراق آچکا ہے۔ جب عبدالکریم قاسم نے عراق میں جمہوریت قائم کر لی تو شاہ حسین نے اتحاد منسوخ کر دیا اور اپنی مستقل حکومت دوبارہ سنبھال لی۔ عین اسی زمانے میں لبنان کے اندر دشمعوں کی صدارت کے متعلق ہنگامہ بپا تھا اور امریکہ کے دستے بیروت پہنچ گئے تھے۔ اس موقع پر حسین نے پھر برطانیہ سے رابطہ پیدا کر لیا اور برطانوی دستے سے ہوائی جہازوں کے ذریعے سے اردن پہنچ گئے۔ کچھ مدت تک کہا جاتا رہا کہ عراق پر حملہ ہوگا، لیکن یہ خیال صحیح ثابت نہ ہوا۔ اب شاہ حسین کبھی عربوں کے اتحاد کا داعی بن جاتا ہے اور کبھی عراق یا مصر سے اختلافات شروع ہو جاتے ہیں۔

## عام کیفیت:

اردن کا رقبہ چھتیس ہزار سات سو پندرہ مربع میل ہے۔ زیادہ تر علاقہ بنجر ہے اور دوسرے عرب ملکوں کی طرح وہاں سے اب تک تیل بھی نہیں نکلا۔ آبادی 1958ء میں پندرہ لاکھ ستائیس ہزار تھی۔ اردن کا پرچم تین افقی پٹیوں پر مشتمل ہے۔ اوپر کی سیاہ، درمیانی سفید اور نچلی سبز ان تینوں پر بائیں جانب سرخ رنگ کا ایک مثلث ٹکڑا لگا ہوا ہے۔ جس پر ہفت گوشہ سفید ستارہ کاڑھ دیا گیا ہے۔

# شام ولبنان اور باقی عرب علاقے

## شام:

شام میں کرنل ادیب ششکلی نے حکومت قائم کر لی تھی، جو 1954ء تک قائم رہی۔ 1952ء میں ششکلی نے فرمانروائے دولت سعودیہ سے ملاقات کی اور بتایا کہ شام میں تقریباً ساڑھے چھیانوے ہزار عرب مہاجر موجود ہیں۔ 1954ء میں ششکلی کو ملک چھوڑنا پڑا۔ پھر یکے بعد دیگرے وزارتیں بدلتی رہیں، یہاں تک کہ شکری القوتلی کی صدارت کے زمانے میں شام اور مصر متحد ہو گئے۔ اس کا ذکر مصر کے سلسلے میں آچکا ہے۔ 1961ء میں یہ اتحاد ٹوٹ گیا۔ اب شام میں نئی جمہوریت بن گئی ہے۔ ابھی اس کے طریق کار کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ وہ ایک طرف عربوں کے درمیان اتحاد کی حامی ہے اور دوسری طرف عرب ممالک کی جمعیت میں اسے شامل کر لیا گیا ہے۔

شام کا رقبہ سوا بہتر ہزار مربع میل ہے اور آبادی 1958ء کے اعداد کے مطابق چوالیس لاکھ بیس ہزار تھی۔

## لبنان:

عرب ممالک میں سے لبنان یورپی معیار کے مطابق سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے کیونکہ اسی علاقے سے اہل یورپ کے تعلقات شروع ہوئے اور یہی علاقہ ان کی آمدورفت اور تجارت کا سب سے بڑا مرکز رہا۔ جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ علاقہ اہل یورپ کے لیے باعث کشش ہے کیونکہ بڑا سرسبز ہے اور اس میں پہاڑی سیرگاہیں بہت ہیں۔ موسم گرما میں نہ صرف عرب ممالک بلکہ پورے مشرق اوسط اور مشرق وجنوبی یورپ کے ذی وسائل لوگ یہاں پہنچ جاتے ہیں اور اہل لبنان کے گزارے کا ایک اہم ذریعہ یہی ہے کہ گرمی کے موسم میں بے شمار لوگ باہر سے یہاں آجاتے ہیں اور خاصہ مدت اس کے پہاڑی علاقوں یا ساحلی مقامات پر بسر کرتے ہیں۔

لبنان میں مسلمانوں اور مسیحیوں کی آبادی تقریباً برابر ہے اور اہل ملک نے طے کر رکھا ہے کہ حکومت کا صدر مسیحی ہو، اس کا وزیر اعظم مسلمان ہونا چاہیے۔ 1957ء کے انتخابات میں سامی الصلح نے پارلیمنٹ کی چھیاسٹھ نشستوں میں سے پچاس حاصل کر لیں۔ 1958ء میں اس بنا پر ہنگامے شروع ہو گئے کہ صدر کمیل شمعون نے دوبارہ صدارت حاصل کرنے کی کوشش کی، حالانکہ دستور کے مطابق اسے یہ حق حاصل نہ تھا۔

اس کا بھروسا امریکہ، برطانیہ اور فرانس کی امداد پر تھا، مگر وہ ناکام رہا اور ہنگاموں کے بعد جنرل فواد شہاب، جو فوج کا سالار اعظم تھا، بالاتفاق صدر منتخب ہو گیا اس وقت الجملہ فی الملہ اطمینان کے ساتھ ترقی کر رہا ہے اگرچہ اس میں ایسے عناصر موجود ہیں، جو مذہبی جمہوریتوں کے حامی ہیں، لیکن عام پالیسی عرب ممالک ہی کی پالیسی ہے اور لبنان کا اصل رخ عربوں ہی کی طرف ہے۔

## عام کیفیت:

لبنان کا رقبہ صرف چار ہزار مربع میل ہے اور آبادی آخری اعداد کے مطابق ساڑھے سولہ لاکھ ہے۔ اس کا پرچم، جو 1944ء میں تجویز ہوا، تین افقی پٹیوں پر مشتمل ہے۔ اوپر اور نیچے کی پٹی سرخ، درمیان پٹی، جو خاصی چوڑی ہے، سفید ہے اور اس کے وسط میں دیودار کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ چونکہ لبنان پہاڑی ملک ہے دیودار کی لکڑی اس کا خاص امتیاز نشان ہے۔ یہ زمانہ قدیم سے صرف عرب ممالک ہی نہیں بلکہ مصر کے لیے بھی دیودار کی سب سے زیادہ لکڑی فراہم کرتا رہا ہے۔

زرعی اعتبار سے بھی ملک خاصی ترقی کر چکا ہے۔ چونکہ سیاح بکثرت آتے ہیں، اس لیے دیہات کے مکان بھی بہت خوبصورت بنے ہوئے ہیں اور ہر شخص نے سیاحوں کے قیام کے لیے چھوٹی چھوٹی عمارتیں یا کمرے بنا رکھے ہیں۔ عربی دنیا میں علمی اعتبار سے مصر کے بعد لبنان ہی کا درجہ ہے۔ یہاں اعلیٰ درجے کے چھاپے خانے ہیں جن میں مستقل تصانیف کے علاوہ یورپی علمی کتابوں کے تراجم چھپتے ہیں۔ یہاں اخباروں اور رسالوں کی بھی کثرت ہے۔

## باقی عرب علاقے:

باقی عرب علاقوں میں سے بحرین اور کویت بطور خاص قابل ذکر ہیں، جنہوں نے تیل کی بدولت بے حد ترقی کی ہے۔ کویت بہت چھوٹا سا علاقہ ہے، جس کی آبادی دو لاکھ سے زیادہ نہیں، لیکن آج تیل کی بدولت اس کی فی کس آمدنی دنیا بھر سے بڑھی ہوئی ہے۔ بحرین میں بھی تیل کے خاصے ذخیرے ہیں۔ ان کے علاوہ ساحل عمان پر ایک چھوٹا سا علاقہ قطر ہے وہاں سے بھی تیل نکل آیا ہے۔ پھر ساحل عمان پر سات چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں۔ اسی طرح عدن سے ظفار تک تیس چھوٹے چھوٹے شیوخ ہیں۔ یہ تمام علاقے برطانیہ کے زیر اثر ہیں۔ پہلے ان کے متعلق برطانیہ کی دلچسپی محض سیاسی تھی کیونکہ بحیرہ عرب اور خلیج فارس کو ہندوستان کی برطانوی سلطنت کے تحفظ میں خاص اہمیت حاصل تھی۔ برطانیہ ہندوستان چھوڑ گیا تو اب اس دلچسپی نے اقتصادی حیثیت اختیار کر لی کیونکہ ان تمام علاقوں میں تیل مل چکا ہے یا امید ہے، مل جائے گا، اس

لیے برطانیہ مختلف تدبیروں سے انھیں حسب منشاء چلا رہا ہے۔

## عرب لیگ:

عرب ممالک کے سلسلے میں عرب لیگ (جمعیۃ ممالک عربیہ) کا ذکر ہم نے کیا۔اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ 1942ء میں نوری السعید نے تجویز پیش کی کہ عراق، فلسطین، اردن اور شام کو باہم وفاق قائم کر لینا چاہیے۔ برطانیہ اس تجویز کا زبردست حامی تھا بلکہ برطانیہ ہی کے ایما اور مشورے سے یہ تجویز پیش ہوئی تھی کیونکہ اس طرح اسے عرب ممالک میں قدم جمائے رکھنے کے لیے ایک اچھا سہارا مل سکتا تھا اور عرب کے حقیقی اتحاد کے ہر منصوبے کو ناکام بنا سکتا تھا۔ مصر کے وزیر اعظم نے اس سلسلے میں خود مختار عرب ممالک کی ایک جمعیۃ بنانے کی تجویز پیش کر دی۔ چنانچہ 1945ء میں بمقام قاہرہ اس جمعیۃ کی بنیاد رکھی گئی۔ عبدالرحمٰن عزام اس کے پہلے سیکرٹری بنے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ اس جمعیۃ سے جو توقعات تھیں، وہ سب کی سب پوری ہو گئیں، مگر اس میں شبہ نہیں کہ نہایت نازک موقع پر اس نے اہم کام انجام دیئے اور آج بھی تمام عرب ریاستوں کے درمیان یہ اتحاد کا ایک اچھا وسیلہ ہے۔ اگر اجنبی طاقتوں کو جا بجا زراندوزی کی گنجائش حاصل نہ ہوتی تو یہ جمعیت بدرجہا بہتر خدمات انجام دیتی۔

# جمہوریہ ترکیہ اور افغانستان

## ترک اور انجمن اقوام متحدہ:

کوریا میں جنگ شروع ہوئی تو انجمن اقوام متحدہ نے جن ملکوں سے اپیل کی تھی کہ امداد کے لیے خرچ دیا جائے۔ اس سلسلے میں امریکہ کے بعد جس ملک نے پوری مستعدی سے اپیل پر توجہ کی، وہ ترک تھے، چنانچہ ستمبر 1950ء میں جمہوریہ ترکیہ سے ایک بریگیڈ، کوریا روانہ ہو گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس بریگیڈ کو محاذ کے نہایت خطرناک حصے میں بھیجا گیا اور اس نے جس جوانمردی سے جنگ کی، اس پر امریکی بھی متحیر رہ گئے۔ چنانچہ 15۔ دسمبر 1950ء کو امریکہ کی آٹھویں فوج (مقیم کوریا) کے سالار نے پندرہ ترک افسروں اور سپاہیوں کو بہادری کے خاص تمغے دیئے۔ یہ ترکوں کی شاندار خدمات کا اعتراف تھا۔ جون 1951ء میں پندرہ سو ترک کوریا سے واپس آئے اور اٹھارہ سو روانہ ہوئے۔

اس اثناء میں عرب لیگ کے سیکرٹری عبدالرحمٰن عزام نے ترکی کا دورہ کیا اور ذمہ دار مدبروں سے گفتگو کے بعد اعلان کیا کہ ترک اور عرب دونوں باہم اتحاد کے خواہاں ہیں تاکہ مشرق اوسط کے حالات میں کوئی خلل نہ پیدا ہو سکے۔ نیز روسی اور امریکن بلاکوں کے درمیان ایک زبردست اسلامی بلاک کی ضرورت ہے۔

## متفرق واقعات:

اگست 1952ء اور مارچ 1953ء میں ترکی کے اندر خوفناک زلزلے آئے۔ اکثر ملکوں نے آفت زدہ علاقوں کی امداد کے لیے رقمیں بھیجیں۔ امریکہ سے چالیس لاکھ ترکی پونڈ کی رقم آئی۔ مئی 1954ء کے انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس پارٹی کی بنیاد 1946ء میں عدنان مندرس نے رکھی تھی۔ چنانچہ اس کے لیڈر عدنان مندرس نے نئی حکومت بنائی۔ جلال بایار کو صدر جمہوریہ منتخب کیا گیا۔ 1955ء میں عدنان مندرس نے بغداد کا دورہ کیا اور وہاں ترکی و عراق کے درمیان ایک معاہدے کا اعلان ہوا۔ یہی معاہدہ آگے چل کر میثاق بغداد کے نام سے مشہور ہوا۔ اس میں ایران اور پاکستان بھی شامل ہو گئے۔ عرب ممالک نے اس معاہدے سے شدید اختلافات کیا۔ نوری السعید اور دوسرے عرب لیڈروں کے درمیان اختلاف کی ایک بڑی وجہ یہ معاہدہ بھی تھا۔

## خارجہ پالیسی:

جمہوریہ ترکیہ آزاد ملک ہے اور دوسرے آزاد ملکوں کی طرح وہ بھی خارجی و داخلی پالیسی میں بالکل

آزاد ہے اور صرف گرد و پیش کے حالات پیش نظر رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ترکی کا رخ سالہا سال سے مغربی جمہوریتوں کی طرف ہے۔ اس کا سبب بھی ترکی کے خاص حالات ہیں یعنی اس پر ہر طرف سے روس کا دباؤ پڑ رہا ہے اور اس دباؤ میں جمہوریہ ترکیہ کو مشرق اوسط اور مغربی جمہوریتوں کے سوا کسی سے مدد نہیں مل سکتی۔ ماحول کے انھیں تقاضوں کی بنا پر جمہوریہ ترکیہ نے شمالی اٹلانٹک کی تنظیم (نیٹو Nato) میں شرکت کی اور انھیں تقاضوں کی بنا پر میثاق بغداد کو تقویت پہنچائی۔ عراق اس میں سے نکل گیا تو اسی معاہدے کو نئی شکل دے دی گئی۔

## حکومت پر فوج کا قبضہ:

عدنان مندرس کی حکومت بظاہر بڑی پائدار نظر آتی تھی، لیکن یکایک ایک فوجی گروہ کا اقدام ہوا۔ جنرل گرسل اور اس کے ساتھیوں نے اختیارات سنبھال لیے۔ صدر، ارکان وزارت اور بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ جنرل گرسل نے ایک دستور ساز مجلس بنا دی۔ اس کے مرتب کیے ہوئے دستور کے مطابق انتخابات ہو چکے ہیں اور جمہوری حکومت بحال ہو گئی ہے۔ جن اصحاب کو گرفتار کیا گیا تھا، ان پر مقدمے چلائے گئے اور ان میں سے تین آدمیوں کو موت کی سزا دی گئی جن میں سے ایک سابق وزیراعظم عدنان مندرس بھی تھا۔ صدر جلال بایار کو قید کی سزا ملی۔ بہت سے کارکن اور فوجی افسر ملازمتوں سے موقوف کیے گئے۔

## عام کیفیت:

ترکی کا رقبہ تقریباً تین لاکھ مربع میل ہے اور آبادی 1959ء میں دو کروڑ ستر لاکھ کے قریب تھی۔ اس کا پرچم بہت سادہ ہے یعنی سرخ زمین پر سفید چاند اور تارا ہوتا ہے۔

## افغانستان:

ستمبر 1953ء میں شاہ محمود خاں غازی نے وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ دے دیا اور اس عہدے پر جنرل محمد داؤد خاں کو مقرر کیا گیا۔ شاہ محمود خاں فرمانروائے افغانستان کے حقیقی چچا تھے۔ محمد داؤد خان چچیرے بھائی ہیں۔ 1955ء میں افغانستان اور پاکستان کے تعلقات بہت بگڑ گئے بلکہ پاکستان کے سفارت خانے پر مفسدوں نے یورش کر دی اور پاکستانی پرچم کی بے حرمتی ہوئی۔ دولت سعودیہ، مصر اور جمہوریہ ترکیہ نے مصالحت کے لیے قابل قدر کوششیں کیں، آخر فیصلہ ہو گیا۔ افغانستانی اور پاکستانی افسروں نے سفارت خانہ پاکستان پر پاکستانی جھنڈے کی پرچم کشائی کی۔

1956 میں جنرل سکندر مرزا صدر جمہوریہ پاکستان نے تعلقات کو زیادہ خوشگوار بنانے کے لیے افغانستان کا سفر کیا۔ پھر وزیراعظم پاکستان بھی وہاں گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ تعلقات جیسے ہونے چاہئیں تھے، نہ ہو سکے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد چھوٹے بڑے ناخوشگوار واقعات برابر پیش آتے رہے، یہاں تک کہ دونوں ملکوں کے درمیان سفارتی تعلقات منقطع ہو گئے۔ اس اثناء میں روس کا اثر افغانستان میں بڑھتا گیا۔ اسی کے ذریعے سے وہاں سڑکیں بنیں۔ جا بجا بند تعمیر ہوئے۔ اب پاکستان سے تعلقات منقطع ہونے کے باعث افغانستان کے پھل بھی روس ہی اٹھانے لگا۔

## عام کیفیت:

افغانستان کا رقبہ تقریباً دو لاکھ ساٹھ ہزار مربع میل ہے اور آبادی کا اندازہ ڈیڑھ کروڑ کیا جاتا ہے۔ اس کے پرچم میں تین عمودی پٹیاں ہیں، بائیں جانب کی سیاہ، درمیانی سفید اور دائیں جانب کی سبز۔ سفید پٹی میں ایک مسجد ہوتی ہے اور اس کے دونوں طرف گندم کے دو خوشے، جو نیچے جا کر مل جاتے ہیں۔

# ایران

## آئل کمپنی کے متعلق جھگڑا:

شہنشاہ ایران نے انتظامی خرابیوں کو دور کرنے کے لیے جو کمیشن مقرر کیا تھا، اس نے کم وبیش پانچ سو افراد کو ملازمت کے نا قابل بنایا۔ خود شہنشاہ نے اعلان کیا کہ میں اپنی وسیع جاگیرات چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے کسانوں کو دے دوں گا۔ 12 فروری 1951ء کو شہنشاہ نے ثریا اسفند یاری سے شادی کی۔

اینگلو ایرانی کمپنی کے متعلق ملک میں اختلاف رائے تھا۔ ایک گروہ چاہتا تھا کہ اسے قومی بنایا جائے، دوسرا گروہ کہتا تھا کہ اس سے ملک کو نقصان پہنچے گا کیونکہ ایرانی خود کمپنی کا کاروبار سنبھال نہیں سکتے اور تیل سے جو رائلٹی ملتی ہے، وہ ایران کے مالیے کا معتد بہ حصہ ہے۔ رائلٹی بند ہو گئی تو جمع خرچ پورا نہ ہو سکے گا۔

علی رزم آرا وزیر اعظم نے پارلیمنٹ کی مقرر کی ہوئی کمیٹی کے سامنے شہادت دیتے ہوئے کہا کہ کمپنی کو قومی نہیں بنانا چاہیے۔ تین روز بعد (7۔ مارچ 1951ء) علی رزم آرا کو گولی سے ہلاک کر دیا گیا۔ چار آدمی گرفتار ہوئے، جنہیں آگے چل کر ڈاکٹر مصدق کی وزارت کے زمانے میں رہا کر دیا گیا۔

## ڈاکٹر مصدق کی وزارت:

اپریل 1951ء میں ڈاکٹر مصدق کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ اس نے 1933ء کا معاہدہ منسوخ کر کے آئل کمپنی کے قومی ہونے کا اعلان کر دیا اور آبادان میں تیل صاف کرنے والے کارخانوں پر ایرانی فوجی قابض ہو گئی۔ برطانیہ نے یہ معاملہ انجمن اقوام متحدہ کے سامنے پیش کیا، پھر فریقین نے اتفاق رائے سے اسے ہیگ کی بین الاقوامی عدالت میں پہنچا دیا۔ وہاں سے فیصلہ ڈاکٹر مصدق کے حق میں ہوا۔ اس کے بعد بین الاقوامی بنک اور صدر امریکہ نے سمجھوتے کی جتنی کوششیں کیں، ناکام رہیں۔ تیل کا کاروبار معطل ہو گیا اور ایران کے لیے خاصی مشکلات پیدا ہو گئیں۔ ڈاکٹر مصدق اپنی رائے پر قائم تھا اور فیصلے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔

اس اثناء میں ڈاکٹر مصدق نے بڑے زمینداروں کے نام حکم جاری کیا وہ مالیے سے بیس فیصد رقم زائد ادا کریں اور یہ رقم دیہات کی اصلاح اور تحریک امداد باہمی کی ترقی میں خرچ ہو گی۔

## حالات کی نزاکت:

ڈاکٹر مصدق کے اصرار نے حالات ایسے پیدا کر دیئے کہ ملک بظاہر دو گروہوں میں بٹ گیا۔ ڈاکٹر مصدق نے جولائی 1953ء میں تجویز پیش کی کہ مجلس کو توڑنے کے بارے میں رائے عامہ معلوم کی جائے،

چنانچہ اگست میں تقریباً سو فیصد ووٹ توڑنے کے حق میں نکلے اور مصدق نے مجلس توڑنے کا فیصلہ کر لیا، حالانکہ دستور کے مطابق یہ اختیار صرف شہنشاہ کو حاصل تھا۔ شہنشاہ نے مصدق کو برطرف کر کے فضل اللہ زاہدی کو وزیر اعظم مقرر کر دیا۔ مصدق نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ زاہدی کو تھوڑی دیر کے لیے روپوش ہونا پڑا۔ شہنشاہ اور ملکہ شمالی ایران میں تعطیل منا رہے تھے۔ وہ ہوائی جہاز میں ایران سے رومہ پہنچ گئے۔ طہران میں 17۔ اگست کو شاہی خاندان کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ 18۔ اگست کو شہنشاہ کے حق میں مظاہرے شروع ہو گئے۔ اب مصدق کو جان بچانے کے لیے بھاگنا پڑا۔ 20۔ اگست کو وہ گرفتار ہو گیا۔ مقدمہ چلا اور تین سال قید کی سزا ہوئی۔ اپریل 1954ء میں تیل کی مختلف کمپنیوں نے ایک رفاقت نامے سے انتظام کیا اور وہ مشترکہ طریق پر کام کرنے کے لیے تیار ہو گئیں۔ پھر گفت و شنید کے بعد تمام معاملات طے ہو گئے تو از سر نو آبادان میں کام شروع کر دیا گیا۔ حکومت کی رائلٹی بڑھا دی گئی۔ دسمبر 1954ء میں روس و ایران کے درمیان جنگی قرضے کا تصفیہ ہو گیا۔ روس نے وعدہ کر لیا کہ وہ گیارہ ٹن سونا اور ستائیس لاکھ پونڈ کی رقم ایران کو ادا کر دے گا۔

## متفرق واقعات:

ستمبر 1955ء میں ایک جرمنی، ایک فرانسیسی اور ایک امریکی کمپنی کو بحیثیت مجموعی پانچ کروڑ ستر لاکھ پونڈ کے اجارے اس غرض سے دیئے کہ ملک میں سات سو زرعی سکول، کالج، ہسپتال اور مراکز صحت قائم کیے جائیں۔ آبادان سے طہران تک پائپ لائن بنانے کے لیے ایک انگریزی کمپنی کو پینسٹھ لاکھ کا ٹھیکہ دیا گیا۔ پوست کی کاشت پر پابندی عائد کر دی گئی کیونکہ اسی سے افیون بنائی جاتی تھی جو بہت سے ایرانیوں کی تباہی کا باعث بنی۔

آخر میں اتنا اور بتا دینا چاہیے کہ جب ملکہ ثریا کے بچہ پیدا ہونے کی کوئی امید نہ رہی تو شہنشاہ اور ملکہ نے مفارقت اختیار کر لی۔ پھر شہنشاہ نے تیسری شادی فرح دیبا سے کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس شادی سے شہنشاہ کو فرزند عطا کیا۔ شہنشاہ نے مختلف ملکوں کے دورے کیے اور وہ دو مرتبہ پاکستان بھی تشریف لائے۔

## عام کیفیت:

ایران کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے۔ جولائی 1958ء میں آبادی ایک کروڑ سوا ستانوے لاکھ تھی۔ پرچم کی تین افقی پٹیاں ہیں۔ اوپر کی سبز، درمیانی سفید، نیچے کی سرخ۔ سفید پٹی پر سنہری رنگ کا ایک شیر ہوتا ہے، جس کے دائیں پنجے میں تلوار سونتی ہوئی ہے اور اس کی پشت پر آفتاب۔ یہ پرچم 1933ء میں تجویز ہوا تھا۔

# پاکستان
# (1)

## ابتدائی مشکلات:

بلاشبہ پاکستان کا قیام ایک معجز نما کارنامہ تھا، تاہم اس کے ساتھ مشکلات کا اتنا ہجوم تھا کہ شاید ہی کسی ملک نے ایسے نازک حالات میں اپنے سفر کا آغاز کیا ہو۔ ایک طرف مہاجروں کے لشکر تھے، جنہیں ہندوستان کے مختلف حصوں سے اچانک اٹھا کر پاکستان کا راستہ بنا دیا گیا تھا یا وہ جابجا مختلف کیمپوں میں جمع ہو گئے تھے۔

دوسری طرف پنجاب و بنگال کے صوبوں کی تقسیم سے نظم ونسق کا پورا سلسلہ تلپٹ ہو گیا۔ تیسری طرف کشمیر کا مسئلہ ضغطے میں پڑا ہوا تھا۔ ان مشکلات کے باوجود کام شروع کر دیا گیا۔ قائداعظم کی سرکردگی میں مختلف کارکنوں اور قوم نے اس موقع پر جس ہمت سے سب کچھ سنبھالا، اس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں۔ ہر شعبے کی تنظیم میں انتہائی سرگرمی دکھائی گئی اور مخالفوں کو بھی یقین ہو گیا کہ اس نئے ملک کے عزم کو شکست دینا آسان نہیں۔ 11 ستمبر 1948ء کو قائداعظم نے وفات پائی۔ وہ پاکستان بننے کے تھوڑی دیر بعد بیمار ہو گئے تھے۔ ان کی قیادت سے محرومی پاکستان کے لیے بڑی ہی خوفناک ضرب تھی اور اس وقت سے حالات میں خرابی کے جو عناصر پیدا ہونے لگے، انھوں نے تھوڑی سی دیر میں خاصے بڑے گروہ پر، مایوسی کی ایک کیفیت طاری کر دی۔ پھر 16۔ اکتوبر 1951ء کو لیاقت علی خان وزیراعظم پر جلسہ عام میں گولی چلائی گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ شہید ہو گئے۔ اس سے پاکستان پر ایک اور ضرب لگی۔

قائداعظم کی وفات کے بعد خواجہ ناظم الدین کو گورنر جنرل بنایا گیا تھا۔ لیاقت علی خان کی وفات پر خواجہ صاحب نے وزارت عظمیٰ سنبھالی لی اور ملک غلام محمد وزیر مالیات گورنر جنرل بنا دیئے گئے۔

## ہنگامے اور مارشل لاء:

فروری 1953ء کے اواخر اور مارچ 1953ء کے اوائل میں اس بنا پر مختلف گروہوں نے مظاہرے کیے کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے الگ اقلیت قرار دیا جائے۔ کراچی، لاہور، راولپنڈی اور بعض دوسرے شہروں میں خاصی تشویشناک حالت پیدا ہو گئی۔ 6 مارچ کو لاہور میں مارشل لاء کا اعلان کر دیا گیا اور اس کی جگہ ملک فیروز خان نون نے نئی وزارت بنائی۔ کچھ مدت بعد گورنر جنرل نے خواجہ ناظم الدین کی وزارت

برطرف کر دی اور اس کی جگہ محمد علی بوگرا نے وزارت بنائی، جو امریکہ میں پاکستان کی طرف سے سفیر تھے۔ پاکستان میں غذائی صورت حالات کی درستی کے لیے امریکہ اور کینیڈا نے گندم کی بہت بڑی مقدار بھیجی۔ اسی سال نومبر میں نرائن گنج (مشرقی پاکستان) کے مقام پر پٹ سن کا ایک کارخانہ قائم ہوا، جو دنیا بھر میں اپنی نوعیت کا سب سے بڑا کارخانہ تھا۔

مشرقی پاکستان میں بنگالی کو سرکاری زبان بنانے کے متعلق زبردست مظاہرہ ہوئے، جن میں آٹھ جانیں تلف ہوئیں اور تقریباً ایک سو آدمی زخمی ہوئے۔

## مشرقی پاکستان کے انتخابات:

1954ء کے آغاز میں مشرقی پاکستان کے انتخابات ہوئے، جہاں مختلف سیاسی گروہ کام کر رہے تھے۔ بعض فریقوں نے مل کر متحدہ محاذ بنالیا۔ اس محاذ نے تین سو نشستوں میں سے دو سو تیئیس نشستیں حاصل کر لیں اور مولوی فضل الحق متحدہ محاذ کے لیڈر نے وزارت بنائی۔ اس کے بعد دو تین نازک واقعات پیش آئے اور گورنر جنرل نے اپنے اختیارات سے کام لے کر مولوی فضل الحق کی وزارت توڑ دی اور مشرقی پاکستان میں گورنری راج قائم کرنے کے حق میں نہ تھے، لہٰذا مستعفی ہو گئے اور ان کی جگہ محکمہ دفاع کے سیکرٹری میجر جنرل سکندر مرزا کو مشرقی پاکستان کا گورنر بنا دیا گیا۔

## دستور ساز اسمبلی:

دستور ساز اسمبلی نے دسمبر 1954ء میں ایک قرارداد منظور کی، جس کے مطابق آئین حکومت ہند میں ترمیم کر دی گئی۔ اس کا مفاد یہ تھا:

(1) گورنر جنرل فیڈرل مجلس قانون ساز کے اس ممبر کو وزیراعظم مقرر کرنے کا مجاز ہے، جسے ممبروں کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہو۔

(2) وزیر، وزرائے وزارت اور نائب وزیر صرف ممبروں میں سے بنائے جائیں۔

(3) مجلس وزراء مشترکہ طور پر فیڈرل مجلس قانون ساز کے سامنے جوابدہ ہوگی۔ جو وزیر یا وزیراعظم مجلس کا اعتماد کھو بیٹھے گا، وہ برسر اقتدار رہنے کا حق دار نہ ہوگا۔

## لیڈروں اور پارٹیوں میں کشمکش:

حقیقت یہ ہے کہ مختلف لیڈروں اور پارٹیوں کے درمیان کشمکش ترقی کرتی جا رہی تھی اور دستور ساز

اسمبلی کی جس ترمیم کا ذکر کیا جا چکا ہے، وہ بھی اسی کشمکش کا ایک شاخسانہ تھی۔ ایک گروہ چاہتا تھا کہ گورنر جنرل کے اختیارات زیادہ سے زیادہ محدود کر دیئے جائیں، دوسرے گروہ کی کوشش تھی کہ وزیر اعظم یا وزارت کے اختیارات پر پابندی عائد ہو جائے۔ مندرجہ بالا ترمیم کے بعد گورنر جنرل نے دستور ساز اسمبلی اس بنا پر توڑ دی کہ ملک میں نازک حالات پیدا ہو چکے تھے۔ محمد علی بوگرا کو ہدایت کی کہ نئی وزارت بنائی جائے، چنانچہ 24۔ اکتوبر 1954ء کو نئی وزارت بن گئی، جس میں سکندر مرزا کو وزیر داخلہ کا عہدہ دیا گیا۔ ساتھ ہی دو قدم اٹھائے گئے:

(1) مغربی پاکستان کے چار صوبوں اور دیسی ریاستوں کو ملا کر ایک انتظامی یونٹ بنانے کا فیصلہ کرا لیا گیا، جس کا نام مغربی پاکستان ہوگا۔ میاں مشتاق احمد گورمانی کو مغربی پاکستان کا نظام تیار کرنے والی مجلس کا صدر مقرر کر دیا گیا۔

(2) مرکز میں ایک ایوان کی پارلیمنٹ ہوگی، جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کے ممبروں کی تعداد برابر ہوگی۔

### آئینی مسئلہ عدالت میں:

دستور ساز اسمبلی کے صدر مسٹر تمیز الدین خاں نے چیف کورٹ سندھ میں درخواست پیش کر دی کہ گورنر جنرل نے اسمبلی کی تنسیخ کی متعلق جو حکم دیا ہے، وہ آئینی اعتبار سے قابل اعتراض ہے۔ چیف کورٹ کی فل بنچ نے گورنر جنرل کے حکم کو خلاف قانون قرار دیا۔ ساتھ ہی فیصلے کا نفاذ دو ہفتے کے لیے ملتوی کر دیا تا کہ اس اثناء میں فریق ثانی چاہے تو فیڈرل کورٹ میں اپیل داخل کر دے۔ چنانچہ فیڈرل کورٹ میں اپیل ہوئی۔ اس نے 21 مارچ 1955ء کو سندھ چیف کورٹ کا فیصلہ رد کر دیا۔ ساتھ ہی کہا کہ اسمبلی نے دستور ساز جماعت کی حیثیت میں جو قانون منظور کیے، انھیں آئینی حیثیت دینے کے لیے گورنر جنرل کے دستخط ضروری ہیں۔ باقی معاملے کو فیڈرل کورٹ نے ''سیاسی معاملہ'' قرار دیتے ہوئے فریقین کو مشورہ دیا کہ باہم بات چیت کر کے متفقہ تصفیے پر پہنچ جائیں۔

### آخری فیصلہ:

بات چیت سے دونوں فرق اس فیصلے پر پہنچے کہ پرانی دستور ساز اسمبلی خود اپنے خاتمے کی قرارداد منظور کر لے اور اس کی جگہ نئی دستو ساز اسمبلی قائم کی جائے، جس کے اسی ممبر ہوں گے۔ مشرقی پاکستان میں وزارت بحال کر دی گئی اور مسٹر ابو حسین سرکار وہاں وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے۔

# پاکستان

# (2)

## نئی دستور ساز اسمبلی:

23 جون 1955ء کو نئی دستور ساز اسمبلی کے انتخابات ہوئے اور مختلف پارٹیوں کی نشستوں کا نقشہ یہ رہا:

| پارٹی | تعداد |
|---|---|
| مسلم لیگ | 25 |
| متحدہ محاذ | 16 |
| عوامی لیگ | 13 |
| اقلیتیں | 11 |
| انڈی پنڈنٹ | 7 |
| قبائلی علاقے اور سرحدی ریاستیں | 8 |

## نیا گورنر جنرل اور صدر:

اگست 1955ء میں ملک غلام محمد نے خرابی صحت کی بنا پر دو مہینے کی رخصت لے لی اور جنرل سکندر مرزا کو اس منصب پر مستقل کر دیا گیا۔

فروری 1956ء میں پاکستان کا نیا دستور منظور ہوا، جس کے مطابق یہ ملک برطانوی ڈومینین کے بجائے جمہوریت بن گیا۔ گورنر جنرل کا عہدہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ صدر جمہوریت کے منصب نے لے لی۔ چنانچہ سکندر مرزا نے اپنے پہلے منصب سے استعفیٰ دے دیا اور اسی کو صدر چن لیا گیا۔ مولوی فضل الحق کو مشرقی پاکستان کا گورنر بنا دیا گیا۔

## نئی وزارت اور مغربی پاکستان کی وحدت:

لیگ پارٹی نے مسٹر محمد علی جناح بوگرا کی جگہ چودھری محمد علی کو لیڈر منتخب کر لیا۔ اس وجہ سے بوگرا نے وزارت عظمیٰ چھوڑ دی اور چودھری صاحب نے نئی وزارت بنائی۔ 5۔ اکتوبر 1955ء کو مغربی پاکستان کی

وحدت کا اعلان ہو گیا اور 14۔ اکتوبر کو نیا صوبہ وجود میں آ گیا۔ میاں مشتاق احمد گورمانی کو نئے صوبے کا گورنر اور ڈاکٹر خاں صاحب کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس وقت خیال تھا کہ مغربی پاکستان کی تمام پارٹیاں مل کر ڈاکٹر خاں صاحب ہی کو وزیر اعلیٰ رکھیں گی۔ لیگ پارٹی نے اسے منظور نہ کیا تو ڈاکٹر خاں صاحب کی قیادت میں ری پبلیکن کے نام سے نئی پارٹی بن گئی اور اس نے مغربی پاکستان کی پہلی وزارت بنائی۔

## وزارتوں میں ردوبدل:

اگست 1956ء میں چودھری محمد علی کو بھی وزارت سے استعفیٰ دینا پڑا کیونکہ مسلم لیگ پارٹی کے خاصے ممبر ری پبلیکن پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ اس پر ری پبلیکن پارٹی اور عوامی لیگ نے مل کر حسین شہید سہروردی کی قیادت میں نئی وزارت بنائی۔ سہروردی صاحب کی جگہ ملک فیروز خاں نون نے لے لی۔ یہ وزارت مارشل لاء کے نفاذ تک باقی رہی۔

## تعمیری منصوبے:

جو کیفیت اوپر پیش کی جا چکی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ لیڈروں اور پارٹیوں میں کشمکش بڑھ رہی تھی اور انتظامی حالات پے در پے بگڑتے جا رہے تھے تاہم اس اثناء میں مختلف تعمیری منصوبوں پر عمل شروع ہوا اور بعض ابھی تک زیر تکمیل ہیں۔ ان میں سے خاص طور پر قابل ذکر وہ منصوبے ہیں، جن کا تعلق زراعت اور پن بجلی سے ہے۔ 1953ء میں ایک پلاننگ کمیشن بنا دیا گیا، جس نے پہلا پنج سالہ منصوبہ (1955ء-1960ء) تیار کیا۔ اس پر عمل شروع ہو گیا تو دوسرا منصوبہ (1960ء-1965ء) مرتب کر لیا گیا۔ اس طرح مناسب ترتیب سے ہر شعبے کی ترقی اور نشو ونما کے لیے کام ہوتا رہا۔ ملک میں جا بجا سوتی اور اونی کپڑے، چینی، شیشے، کاغذ، گتے اور بہت سی دوسری چیزوں کے کارخانے بنے۔ زراعت کو ترقی دی گئی۔ جنگلات کا انتظام کیا گیا۔ تعلیم اور حفظان صحت کے انتظامات کی توسیع بھی بطور خاص قابل ذکر ہے، تاہم ملک کی عام حالت خاصہ بگڑتی گئی۔ اور عوام پاکستان میں جیسے غیر معمولی تعمیری کارناموں کی امید لگائے بیٹھے تھے، ان کی بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی اور بعض اہم مسائل بالکل معلق پڑے تھے، مثلاً متروکہ املاک کا مسئلہ، نہروں کا مسئلہ، کشمیر کا مسئلہ۔

## مارشل لاء کا اعلان:

8۔ اکتوبر 1958ء کو گورنر جنرل نے مارشل لاء کا اعلان کر دیا۔ تمام وزارتیں اور اسمبلیاں توڑ دیں اور جنرل محمد ایوب خاں سپہ سالار افواج پاکستان کو مارشل لاء کا ناظم اعلیٰ مقرر کر دیا۔ اس وقت سے ملک کے

تمام انتظامات ناظم اعلیٰ اوران کے رفیقوں نے سنبھال لیے۔

چندروز بعد احساس ہوا کہ جب تک صدر جمہوریہ اپنے عہدے پر قائم ہے، ضروری انتظامات پورے کرنے کا مسئلہ ضغطے میں پڑا رہے گا کیونکہ برابر دو مرکز اقتدار اعلیٰ قائم ہو گئے تھے، ایک صدر جمہوریہ اور دوسرا ناظم اعلیٰ۔ اس صورت حال کا اندازہ ہوتے ہی جنرل سکندر مرزا نے صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور تمام اختیارات جنرل محمد ایوب کے حوالے ہو گئے۔

## اصلاحی اقدامات:

جنرل محمد ایوب خاں اوران کے رفیقوں نے جلد سے جلد انتظامات درست کیے۔ جو مسئلے معلق پڑے تھے، انھیں حاصل کیا۔ متروکہ جائدادوں کا معاملہ جس صورت میں ممکن تھا کہ مختلف حکومتیں اور جائدادوں کو ترغیب کے لیے استعمال کرتی رہی تھیں۔ نہروں کے متعلق ہندوستان کے ساتھ سمجھوتا ہو گیا اور یہاں آبیاری کے جو جو نئے انتظامات ضروری تھے، انھیں جلد سے جلد مکمل کر لینے کا فیصلہ کرلیا گیا۔ قائداعظم کا مزار سالہا سال سے رکا پڑا تھا، اس کی تعمیر شروع ہو گئی۔ مختلف انتظامی شعبوں کی درستی کے لیے کمشن مقرر کر دیے گئے۔ ان کی رپورٹوں کے مطابق اصلاحات کے اجراء کا حکم دے دیا گیا اور ایک نہایت اہم کام زرعی اصلاحات کا تھا۔ جنرل محمد ایوب خاں نے زمین کی ایک حد ہر شخص کے لیے مقرر کر دی اور زائد زمین لے کر بے زمین کاشتکاروں کو نرم شرطوں پر دے دی۔ مالکوں کے لیے مناسب معاوضے کا فیصلہ کر دیا۔

## بنیادی جمہوریتیں:

ایک ضروری کام یہ تھا کہ جمہوری نظام جلد سے جلد بحال کر دیا جاتا۔ اس سلسلے میں ایسا نظام تجویز کیا گیا کہ عوام کو اس سے فائدہ اٹھانے میں زیادہ سے زیادہ سہولت رہے اوران کی رائے کی نمائندگی بہتر سے بہتر طریق پر ہو سکے۔ چنانچہ مختلف حلقوں کے لیے الگ الگ کونسلیں بنا دی گئیں اور انھیں میں سے منتخب ممبر درجہ بدرجہ اضلاع، صوبوں اور ملک کی نمائندگی کریں گے۔ ابتدائی انتخابات کے بعد رائے عامہ لی گئی تو بالاتفاق جنرل محمد ایوب خان کو صدر چن لیا گیا۔ شاندار خدمات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کی خدمت میں فیلڈ مارشل کا خطاب پیش کیا گیا۔

## دستور:

ایک اہم معاملہ یہ تھا کہ نیا دستور جلد سے جلد بن کر نافذ ہو جائے، چنانچہ اس کے تمام اصول طے ہو چکے ہیں اور ترتیب شروع ہے۔ دستور نفاذ کے ساتھ ہی پاکستان میں جمہوری نظام کاملاً بحال ہو جائے گا۔

# کشمیر

## عہد شکنی:

کشمیر کے متعلق یکم جنوری 1949ء کو فیصلہ ہوا تھا کہ جنگ بند کر دی جائے۔ انجمن اقوام کی متحدہ کی نگرانی میں اہل کشمیر کی رائے معلوم کی جائے گی۔ اسی کے مطابق کشمیر کا آخری فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک کے لیے ایک عارضی سرحد مقرر کر دی گئی تاکہ دونوں فریقوں کی فوجیں اس سے تجاوز نہ کریں۔

اہل کشمیر کی رائے معلوم کرنے کا معاملہ چنداں پیچیدہ نہ تھا، البتہ یہ ضروری تھا کہ اس سلسلے میں کسی ایک فریق کو اہل کشمیر پر دباؤ ڈالنے کا موقع حاصل نہ رہے اور صحیح استصواب وہی ہو سکتا تھا، جو کسی غیر جانبدار ادارے کی نگرانی میں ہوتا۔ پاکستان متواتر اس امر پر زور دیتا رہا کہ استصواب انجمن اقوام متحدہ کی نگرانی میں ہو۔ ہندوستان اس سے پہلو تہی کرتا رہا۔ انجمن اقوام متحدہ کی طرف سے بار بار نمائندے مقرر ہو کر آئے کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان شرائط استصواب پر اتفاق ہو جائے، لیکن ہندوستان کی شدید مخالفت کے باعث کسی کو کامیابی نہ ہوئی۔

## آزاد کشمیر:

کشمیر کا جو حصہ ہندوستان کے قبضے سے آزاد کرایا جا چکا تھا، اس کا انتظام سردار ابراہیم نے سنبھال رکھا تھا۔ چودھری غلام عباس 1958ء میں قید سے رہا ہو کر آزاد کشمیر پہنچے تو وہ مسلم کانفرنس کے صدر بن گئے۔ 1950ء میں انھیں ''سپریم ہیڈ'' مان لیا گیا۔ کرنل شیر احمد خان آزاد کشمیر کے صدر قرار پائے اور سردار ابراہیم کو بیرونی ملکوں کے دورے پر بھیج دیا گیا تاکہ وہ کشمیر کا مسئلہ مختلف لیڈروں، جماعتوں اور حکومتوں کو سمجھا سکیں۔

دسمبر 1951ء میں چودھری غلام عباس نے سیاسیات سے علیحدگی اختیار کر لی اور میر واعظ یوسف مسلم کانفرنس کے صدر بن گئے۔ مسٹر محمد علی بوگرا نے اپنے زمانہ وزارت میں پنڈت جواہر لال نہرو سے مل کر مسئلہ کشمیر براہ راست طے کرنے کی کوشش کی۔ اس اثناء میں یکایک انقلاب آیا۔ شیخ محمد عبداللہ کو وزارت عظمیٰ سے الگ کر دیا گیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔ ان کی جگہ بخشی غلام محمد کو وزیر اعظم بنا دیا گیا اور وہ گرفتار ہو گئے۔ ان کی جگہ بخشی غلام محمد کو وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ شیخ محمد عبداللہ کشمیر کی مستقل حیثیت قائم رکھنے کے خواہاں تھے۔ بخشی غلام محمد بہر حال حکومت ہند کی رائے پر چل رہا تھا۔ شیخ محمد عبداللہ کی گرفتاری پر پاکستان میں خاص

اضطراب پیدا ہوا۔ مسٹر بوگرا نے خود دہلی کا سفر اختیار کیا۔ پنڈت نہرو سے بات چیت کی پھر دونوں کے درمیان خط و کتابت جاری رہی۔ اس کا نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ فروری 1954ء میں بخشی غلام محمد نے مقبوضہ کشمیر کا الحاق ہندوستان سے منظور کرالیا۔ اس کے بعد پنڈت جواہر لال نہرو نے پارلیمنٹ میں اعلان کیا کہ کشمیر کا الحاق 1947ء ہی میں ہو چکا تھا، مگر ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اہل کشمیر کو مستقبل کے بارے میں اظہار رائے کا موقع دیا جائے گا۔ بخشی غلام محمد نے صاف صاف کہہ دیا کہ رائے عامہ کے مطابق الحاق ہو چکا ہے اب استصواب کا کوئی سوال باقی نہیں رہا۔

## تعطل کی کیفیت:

جب بنیادی مسئلے کے متعلق ہندوستان نے تعطل کی کیفیت پیدا کر دی تو حکومت پاکستان نے پھر اس مسئلے کو انجمن اقوام متحدہ کے سامنے لانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس اثناء میں کشمیر کے مہاجروں کی آبادکاری کے لیے حکومت پاکستان نے ایک کونسل بنا دی، جس کا صدر چودھری غلام عباس کو بنایا۔ آزاد کشمیر کی صدارت سردار عبدالقیوم کے لیے تجویز ہوئی۔ مسلم کانفرنس کی صدارت سردار ابراہیم کے حوالے ہو گئی۔ انجمن اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے پھر یہ فیصلہ کر دیا کہ ہندوستان کو استصواب رائے عامہ کے وعدہ پر قائم رہنا چاہیے اور کشمیر کے متعلق آخری فیصلہ استصواب کی بنا پر ہو سکتا ہے۔ آزاد کشمیر کی صدارت میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ چودھری غلام عباس نے 1958ء میں براہ راست اقدام کا فیصلہ کر لیا اور آزاد کشمیر سے اہل کشمیر کے جتھے مقبوضہ کشمیر کی طرف جانے کے لیے تیار ہو گئے۔ حکومت پاکستان نے انھیں روکا۔ اس اثناء میں مارشل لاء کا اعلان ہو گیا اور چودھری صاحب کو اپنی سرگرمیاں ملتوی کرنی پڑیں۔

## موجودہ صورتحال:

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کشمیر کو آزاد کرانے پر تلے بیٹھے ہیں۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ پاکستان کی زراعت کا انحصار جن دریاؤں پر ہے، وہ کشمیر سے آتے ہیں، لہٰذا کشمیر کو پاکستان میں شاہ رگ کی حیثیت حاصل ہے۔ آزاد کشمیر کے موجودہ صدر نے پاکستان کے اصول کی بنا پر بنیادی جمہوریتوں کا انتخاب کرایا۔ پھر صدارت کا انتخاب عمل میں آیا۔ اب ان کی تجویز یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی حکومت کو مختلف بیرونی حکومتوں سے تسلیم کرالیا جائے اور مقبوضہ کشمیر کی آزادی میں کوئی دقیقہ سعی اٹھا نہ رکھا جائے۔

# انڈونیشیا



## پارلیمنٹ اور دستور ساز اسمبلی:

17۔اگست 1950ء کے عارضی یونٹری (وحدتی) جمہوریت قائم کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔سکارنو پہلا صدر منتخب ہوا لیکن اس کے لیے کوئی میعاد طے نہیں ہوئی تھی۔ایک ایوان کی پارلیمنٹ میں دوسو ساٹھ ممبر متناسب نظام انتخابات کی بنا پر چار سال کے لیے چنے گئے تھے۔صدر کو حق حاصل تھا کہ جب چاہے اس پارلیمنٹ کو توڑ دے۔

1955ء میں پانچ سو چودہ ممبر دستور ساز اسمبلی کے لیے چنے گئے اور نومبر 1956ء میں اس اسمبلی نے مستقل دستور کی ترتیب شروع کردی۔

## سکارنو کے انتظامات:

ملک کے مختلف حصوں میں مختلف پارٹیوں کی طرف سے بغاوتیں ہوتی رہیں، جنہیں دبا دیا گیا۔عملاً انڈونیشیا میں پارلیمانی نظام رائج نہ ہوا کیونکہ صدر کو بہت زیادہ اختیارات حاصل تھے۔سکارنو نے انقلاب میں سب سے بڑھ کر حصہ لیا تھا، جس کی وجہ سے عوام میں اسے غیر معمولی اثر ورسوخ حاصل ہے، لہٰذا وہ حکومت کی پالیسی اپنی رائے کے مطابق چلاتا رہا اور پارلیمنٹ اسے دستور کی پوری پابندی پر مجبور نہ کرسکی۔

جولائی 1959ء میں سکارنو نے 1945ء کا دستور رائج کردیا اور پارلیمنٹ نے یہ دستور قبول کرلیا، جس کے مطابق صدر کو بہت وسیع اختیارات حاصل تھے۔ساتھ ہی تین مختلف مجلسیں بنادیں۔

(1) پہلی مجلس دس ممبروں پر مشتمل تھی۔اسے صدر کی کابینہ سمجھنا چاہیے۔

(2) دوسری مجلس پینتالیس ممبروں پر مشتمل تھی، جس میں انڈونیشیا کے تمام علاقوں کی سیاسی جماعتوں نیز کسانوں، کاروباری آدمیوں، فوج اور دوسرے پیشہ ور گروہوں کے نمائندے شریک تھے۔ اس کی حیثیت مجلس شوریٰ کی سمجھنا چاہیے۔

(3) تیسری مجلس ستتر ممبروں پر مشتمل تھی۔اسے نیشنل پلاننگ کونسل سمجھنا چاہیے۔

مارچ 1960ء میں سکارنو نے پارلیمنٹ کو معطل کردیا اور اعلان کیا کہ 1945ء کے دستور کے مطابق اس کی از سر نو تنظیم ہوگی اور خود فرامین خاص کے ذریعے سے حکومت کا کاروبار چلانے لگا۔

## نئی پارلیمنٹ:

نئی پارلیمنٹ جون 1960 میں بنی۔اس کے دو سو اکسٹھ ممبر تھے۔ان میں سے ایک سو تیس ممبروں کا تعلق نو سیاسی جماعتوں سے تھا۔باقی ایک سو اکتیس ممبر مختلف پیشہ ور گروہوں سے لیے گئے تھے یعنی:

| | | | |
|---|---|---|---|
| مسلح عساکر | 35 | کسان | 25 |
| مزدور | 25 | مذہبی گروہ | 15 |
| خواتین | 6 | نوجوان | 6 |
| اہل علم | 5 | امداد باہمی | 3 |

باقی گیارہ ممبروں کا تعلق مختلف گروہوں سے تھا۔

ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ اگر قومی حفاظت کی مصلحتوں نے اجازت دی تو 1962ء کے آخر میں نئی پارلیمنٹ کا انتخاب ہو گا۔

## سکارنو کے مقاصد:

سکارنو کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں اقتصادی اعتبار سے توازن پیدا کر دیا جائے جو مصیبتیں دوسرے ملکوں میں ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کم و بیش وہی مصیبتیں انڈونیشیا میں بھی موجود ہیں، اکثر لوگ مفلس و قلاش ہیں۔خود سکارنو کا رجحان عوام کی طرف ہے۔وہ چاہتا ہے کہ جن کے پاس زیادہ ہے، ان سے لے کر ناداروں کے لیے اطمینان کی صورت پیدا کی جائے وہ تدریجاً اس مقصد کو پورا کرنا چاہتا ہے اور جبر یا جلد بازی کا قائل نہیں۔



## بنڈونگ کانفرنس:

ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ اپریل 1955 میں پاکستان، ہندوستان، انڈونیشیا، برما اور سیلون کی دعوت پر ایشیائی اور افریقی ملکوں کی ایک کانفرنس انڈونیشیا کے مشہور مقام بنڈونگ میں منعقد ہوئی تھی، جس میں پچیس ملکوں کے نمائندوں نے شرکت کی۔کانفرنس کے رسمی افتتاح کے بعد مختلف معاملات و امور کے لیے الگ الگ کمیٹیاں بنا دی گئیں، مثلاً سیاسی، اقتصادی، ثقافتی کمیٹیاں۔اس کانفرنس کا مقصد یہ تھا کہ ایشیا اور افریقہ کے تمام ملکوں کے درمیان اقتصادی اور ثقافتی تعاون کو ترقی دی جائے۔جو ملک محکوم ہیں، ان کے لیے مناسب امداد کا انتظام کر دیا جائے۔بین الاقوامی امن اور تعاون کو تقویت پہنچائی جائے۔